

خلاصہ قرآنی تفسیر:

ذہنی سکون کا راستہ -

باب 5 المائدہ



مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی
سکون کا باعث بنتا ہے

خلاصہ قرآنی تفسیر: ذہنی سکون کا راستہ - باب 5 المائدة

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2025 کے ذریعہ شائع کردہ

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

ایک خلاصہ قرآنی تفسیر: ذہنی سکون کا راستہ - باب 5 المائدة

پہلا ایڈیشن۔ 16 مئی 2025۔

کاپی رائٹ © 2025 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

مندرجات کا جدول

مندرجات کا جدول

اعترافات

مرتب کرنے والے کے نوٹس

تعارف

المائدہ، آیات 1-11 – باب 5

باب 5 – المائدہ، آیات 12-26

باب 5 – المائدہ، آیات 27-40

باب 5 – المائدہ، آیات 41-71

باب 5 – المائدہ، آیات 72-86

باب 5 – المائدہ، آیات 87-105

باب 5 – المائدہ، آیات 106-120 از 120

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

اعترافات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں اس جلد کو مکمل کرنے کی تحریک، موقع اور طاقت بخشی۔ درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا راستہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لیے چنا ہے۔

ہم شیخ پوڈ کے پورے خاندان، خاص طور پر اپنے چھوٹے ستارے یوسف کے لیے اپنی تہ دل سے تعریف کرنا چاہیں گے، جن کی مسلسل حمایت اور مشورے نے شیخ پوڈ کتب کی ترقی کو متاثر کیا ہے۔ اور ہمارے بھائی حسن کا خصوصی شکریہ، جن کے سرشار تعاون نے شیخ پوڈ کو نئی اور دلچسپ بلندیوں پر پہنچا دیا ہے جو ایک مرحلے پر ناممکن لگ رہا تھا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرم مکمل فرمائے اور اس کتاب کے ہر حرف کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے اور اسے روزِ آخرت میں ہماری طرف سے گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بے شمار درود و سلام ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

مرتب کرنے والے کے نوٹس

ہم نے اس جلد میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی شارٹ فال نظر آئے تو مرتب کرنے والا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔

ہم ایسے مشکل کام کو مکمل کرنے کی کوشش میں غلطیوں اور کوتاہیوں کے امکان کو قبول کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نے لاشعوری طور پر ٹھوکر کھائی ہو اور غلطیوں کا ارتکاب کیا ہو جس کے لیے ہم اپنے قارئین سے درگزر اور معافی کے لیے دعا گو ہیں اور ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے گی۔ ہم تہہ دل سے تعمیری تجاویز کی دعوت دیتے ہیں جو

ShaykhPod.Books@gmail.com پر دی جا سکتی ہیں۔

تعارف

ذیل میں قرآن کریم کے باب 5 المائدہ کی مکمل طور پر حوالہ اور سمجھنے میں آسان مفصل تفسیر (تفسیر) ہے۔ اس میں خاص طور پر ان اچھے خصائل پر بحث کی گئی ہے جن کو مسلمانوں کو اپنانا چاہیے اور جن برے خصائل سے انہیں بچنا چاہیے تاکہ وہ اعلیٰ کردار حاصل کر سکیں۔

مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

المائدة، آيات 1-11 - باب 5

يَتَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي
الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ﴿١﴾

يَتَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهَرِ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا ءَامِينَ
الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَنْبَغُونَ فَضلاً مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَاناً وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاَنُ قَوْمٍ
أَن صَدَّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا نَعَاوَنُوا
عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَنِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢﴾

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أَلْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخَنَزِيرِ وَمَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ
وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْنَقْسِمُوا
بِالْأَزْلَمِ ذَلِكُمْ فَسُقُ الْيَوْمَ يَيْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ الْيَوْمَ
أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي
مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣﴾

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أَحَلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا
عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكَنَّ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ



الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ
مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ
غَيْرَ مُسْفِحِينَ وَلَا مَتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَنِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي

الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿٥﴾

يَتَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى
الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِن كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا
وَإِن كُنْتُمْ مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا
مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ
لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّن حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ
قَوْمٍ عَلَيْكُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا اْعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا
تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٩﴾
وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٠﴾
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ اَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ
أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾

اے ایمان والو، تمام معابدوں کو پورا کرو، تمہارے لیے موبیشیوں کے جانور حلال ہیں سوائے اس " کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں، شکار کی اجازت نہیں ہے جب کہ تم حج کی حالت میں ہو بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

احکام اور حرمت والے مہینے کی خلاف ورزی نہ کرو اور نہ قربانی کے جانوروں کو اور ان کے ہار پہناؤ یا جو لوگ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضامندی کے لیے بیت اللہ میں آتے ہوں ان کی حفاظت نہ کرو۔ لیکن جب تم حج کی حالت سے باہر آؤ تو پھر شکار کر سکتے ہو۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں مسجد الحرام سے روکنے پر مجبور نہ کر دے اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

تم پر مردہ جانور، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے لیے وقف کیے گئے ہیں، اور وہ جانور جو گلا گھونٹ کر مارے جائیں یا زور سے مارے جائیں یا سر گرنے سے یا سینگوں سے مارے جائیں اور وہ جانور جن میں سے کسی جنگلی جانور نے کھایا ہو، سوائے ان چیزوں کے جن پر تم قربانی کر سکتے ہو۔ پتھر کی قربان گاہیں، اور [ممنوع یہ ہے کہ [تم فیصلہ کرنے والے تیروں کے ذریعے فیصلہ کرو۔ یہ سخت نافرمانی ہے۔ آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں۔ پس ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔ لیکن جو

شخص سخت بھوک سے مجبور ہو اور گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو یقیناً اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ کہہ دو کہ تمہارے لیے حلال ہیں پاکیزہ چیزیں اور شکار کی جو تم نے تربیت کی ہے وہ جانور جنہیں تم نے تربیت دی ہے جیسا کہ اللہ نے تم کو سکھایا ہے، پس جو کچھ وہ تمہارے لیے پکڑیں اسے کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لیا کرو اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

آج کے دن تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے ان کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔ اور پاک دامن عورتیں مومنوں میں سے ہیں اور پاک دامن عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی جب کہ تم نے ان کو ان کا حق ادا کر دیا تھا، وہ عفت کی خواہش رکھتے ہیں، نہ کہ حرام مباشرت اور نہ ہی محبت کرنے والے۔ اور جس نے ایمان کا انکار کیا اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہرے اور اپنے بازو کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ۔ اور اگر تم رسمی نجاست کی حالت میں ہو تو اپنے آپ کو پاک کرو۔ لیکن اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے رابطہ کیا ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی تلاش کرو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ اللہ کا ارادہ نہیں ہے کہ تم پر کوئی تنگی کرے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر گزار بنو۔

اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور اس کے عہد کو جو اس نے تم سے باندھا ہے جب تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے لیے ثابت قدم رہو، انصاف پر گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کی عداوت تمہیں انصاف سے باز نہ آنے دے۔ انصاف کرو؛ جو تقویٰ کے قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

لیکن جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا وہی جہنم کے ساتھی ہیں۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب ایک قوم نے تم پر ہاتھ پھیلانے کا ارادہ کیا لیکن اللہ نے ان کے ہاتھ تم سے روک لیے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

جب اللہ تعالیٰ، قرآن پاک میں مومنین سے مخاطب ہوتا ہے، تو اس کی پکار اکثر ان کے ایمان کے زبانی اعلان کو ٹھوس اعمال میں ترجمہ کرنے کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔ اسلام میں، عقیدے کا محض زبانی اثبات، متعلقہ اعمال کے بغیر کم سے کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں انعامات اور رحمت کے حصول کے لیے ضروری ثبوت کے طور پر کام کرتے ہیں۔ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی قیمتی ہوتا ہے جب وہ پھل دیتا ہے اسی طرح ایمان بھی اس وقت با معنی ہوتا ہے جب وہ نیک اعمال میں ظاہر ہو۔ اس تناظر میں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنے تمام وعدوں اور وعدوں: باب 5 المائدہ، آیت 1 کی پاسداری کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمام معاہدوں کو پورا کرو۔“

صحیح وجہ کے بغیر وعدہ خلافی کرنا منافقت کی ایک قسم ہے جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 2749 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے۔ منافقانہ خصلتوں کا مظاہرہ کرنے والوں کو دونوں جہانوں میں اپنے انجام سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ لہذا مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے تمام وعدوں کی پاسداری کریں، جس میں سب سے اہم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مخلصانہ وعدہ ہر حال میں اس کو رب کے طور پر قبول کریں۔ یہ فرمانبرداری ان کو عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنے پر مشتمل ہے جو اس کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ یہ وعدہ قابل عمل ہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان کے محض زبانی اعلانات سے بڑھ کر۔ مزید برآں، دوسروں سے کیے گئے وعدوں کو پورا کرنا، باب 17 الاسراء بھی ضروری ہے، کیونکہ قیامت کے دن بھی لوگوں سے ان کے لیے جوابدہ ہوں گے۔
آیت 34:

”اور [ہر] عہد کو پورا کرو، بیشک عہد ہمیشہ [جس کے بارے میں] سوال کیا جائے گا۔“

ان وعدوں میں واضح اور مضمر دونوں شامل ہوتے ہیں، جیسے کہ والدین بننے پر پیدا ہونے والی ذمہ داریاں۔ بچہ پیدا کرنے کا عمل فطری طور پر والدین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بچے کے حقوق کو برقرار رکھنے کے وعدے سے منسلک کرتا ہے۔ مزید برآں، یہ وعدے سیکولر معاملات تک پھیلے ہوئے ہیں، بشمول کاروباری لین دین اور مالیاتی معاہدے۔ ایک مسلمان کو اپنی سیکولر زندگی کو اپنی روحانی ذمہ داریوں سے الگ کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، اور نہ ہی اسے یہ ماننا چاہئے کہ اس کے وجود کے سیکولر پہلو اللہ تعالیٰ سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ ایسی ذہنیت گمراہی پر مبنی ہے، کیونکہ اسلام زندگی گزارنے کے لیے ایک جامع فریم ورک فراہم کرتا ہے جو ہر عمل اور حالات پر اثر انداز ہوتا ہے، چاہے وہ سیکولر ہی کیوں نہ ہوں یا روحانی۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ کوئی بھی ذمہ داری اٹھانے سے پہلے احتیاط سے غور کیا جائے کیونکہ اس زندگی کے تمام فرائض کسی نہ کسی وعدے سے جڑے ہوئے ہیں جن کی قیامت کے دن جانچ پڑتال کی جائے گی۔

ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اسلام کے دونوں پہلوؤں کا پورا ہونا ضروری ہے۔ پہلا پہلو اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرنا ہے جیسے کہ پانچ وقت کی فرض نمازیں۔ دوسرا پہلو لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا ہے، جیسے وعدوں کو پورا کرنا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں کے لیے یہ عام بات ہے کہ وہ حقوق العباد کی ادائیگی میں کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کے حقوق کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اس طرح کامیابی حاصل کریں گے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر غلط ایمان رکھتے ہیں، دوسروں کے حقوق کی پرواہ نہیں کرتے۔ تمام مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن عدل قائم ہو گا۔ ایک شخص کو اپنی نیکیاں ان تمام لوگوں کے حوالے کرنے پر مجبور کیا جائے گا جن پر اس نے دنیا میں ظلم کیا تھا اور اگر ضرورت پڑی تو وہ ان لوگوں کے گناہوں کو اٹھانے پر مجبور ہو گا جن پر اس نے ظلم کیا تھا۔ اس کی وجہ سے قیامت کے دن انہیں جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ غیر قانونی طریقوں سے حاصل کی گئی کوئی بھی دولت یا مادی املاک، جیسے جان بوجھ کر کسی کے مالی معاہدوں کو توڑنا، بالآخر فرد کے لیے بوجھ کا کام کرے گا۔ اس طرح کے ناجائز طریقے سے حاصل کیے گئے تمام اعمال صالحہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نظر انداز کر دیا جائے گا، جس سے ان کے گناہوں اور عذابوں میں دنیا اور آخرت دونوں میں اضافہ ہو گا، بشرطیکہ وہ سچی توبہ نہ کریں۔ اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کو کمانا اور استعمال کرنا ہے جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیتوں پر مرکوز ہے۔ اگر بنیاد ہی داغدار ہے تو اس سے حاصل ہونے والی ہر چیز بھی داغدار ہو جائے گی اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا، خواہ اعمال کی ظاہری خوبیاں ہی کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن ان لوگوں کے انجام کا اندازہ لگانے کے لیے علمی بصیرت کی ضرورت نہیں ہے۔

باب 5 المائدة الله تعالىٰ پھر حلال کمانے اور استعمال کرنے کے دوسرے پہلو کی طرف بڑھتا ہے۔
آیت 1

تمہارے لیے چرنے والے مویشیوں کے جانور حلال ہیں سوائے اس کے جو تم پر پڑھے جاتے ہیں ”
“شکار کی اجازت نہیں ہے جب تم احرام کی حالت میں ہو۔

زمینی مخلوق کا شکار حاجیوں کے لیے ایک اضافی امتحان اور روحانی مشق کے طور پر حلال نہیں ہے۔ جس طرح روزے دار کے لیے کھانا پینا حرام قرار دیا گیا ہے، اسی طرح آزمائش اور روحانی مشق بھی۔ ان امتحانات اور روحانی مشقوں کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو مضبوط بنایا جائے اور اس کے ارادوں، قول و فعل پر کنٹرول کو بڑھایا جائے۔ اطاعت میں یہ اضافہ پھر سال بھر ہر حال میں لاگو ہونا چاہیے۔ یہ روحانی مشقیں ان تربیتی سپاہیوں کی طرح ہیں جو انہیں حقیقی زندگی کی لڑائیوں کے لیے تیار کرنے کے لیے کی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے فرمودات کے پس پردہ حکمت کو سمجھنے سے قاصر ہے تو اسے کم از کم اس کی ربوبیت اور اس کی بندگی کو قبول کرنا چاہیے۔ یہ انہیں یاد دلائے گا کہ رب ہمیشہ فیصلہ کرتا ہے کہ لوگوں کے لیے باب کیا بہتر ہے، چاہے بندہ اس کے انتخاب کے پیچھے موجود حکمتوں کو سمجھنے میں ناکام رہے۔
البقرہ، آیت 2216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”
“تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اور باب 5 المائدة، آیت 1

”بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بھی رسم کی خلاف ورزی نہ کریں، جیسے کہ حج مقدس۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے احکام یا حرمت والے مہینے کی خلاف ورزی نہ کرو، نہ قربانی کے جانوروں اور ان کے ہار پہناؤ یا ان لوگوں کی حفاظت نہ کرو جو اپنے رب کے فضل اور [اس کی] رضامندی کی تلاش میں بیت اللہ کی طرف آتے ہیں۔

عام طور پر، اس سے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ وہ تمام قواعد، رسومات اور دیگر حجاج کا احترام کرتے ہوئے اپنی زیارت اور مقدس زیارت کو صحیح طریقے سے انجام دیں۔

مقدس زیارت کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو آخرت کے آخری سفر کے لیے تیار کرنا ہے۔ جس طرح ایک مسلمان اپنے گھر، کیرئیر، دولت، خاندان، دوست احباب اور سماجی حیثیت کو مقدس زیارت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، اسی طرح موت کے وقت جب وہ آخرت کے آخری سفر پر روانہ ہوتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2379 کی ایک حدیث اس بات پر زور دیتی ہے کہ قبر کے وقت آدمی کے اہل و عیال اور مال ان کو چھوڑ دیتے ہیں اور صرف ان کے اچھے اور برے اعمال کو ان کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ جب کوئی مسلمان اپنے مقدس حج کے دوران اس بات کو ذہن میں رکھے گا تو وہ اس مقدس فریضہ کے تمام پہلوؤں کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ گھر واپسی پر، وہ تبدیل ہو جائیں گے، غیر ضروری مادی اٹاٹوں کے جمع ہونے پر آخرت کے لیے اپنے آخری سفر کی تیاری کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے بچنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے صبر کے ساتھ اپنی تقدیر کا سامنا کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اس میں فضول خرچی اور اسراف سے پرہیز کرتے ہوئے دنیا سے صرف وہی لینا شامل

ہے جو ان کی اور ان کے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس طرح کا نقطہ نظر اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو اس طرح استعمال کریں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ تعطیلات یا خریداری کی سوچ سے گریز کرتے ہوئے تعظیم کے ساتھ زیارت گاہ تک پہنچیں کیونکہ ایسا رویہ اس کی حقیقی اہمیت کو مجروح کرتا ہے۔ اس مقدس سفر کو بعد کی زندگی تک ان کے آخری گزرنے کی یاد دہانی کے طور پر کام کرنا چاہئے، ایک طرفہ سفر جس میں واپسی یا دوبارہ کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ اس نقطہ نظر کو اپنانا افراد کو انتہائی خلوص کے ساتھ حج مقدس کرنے اور آخرت کے لیے خود کو تیار کرنے کی ترغیب دے گا۔ جو لوگ اس ذہنیت کو اپناتے ہیں وہ اپنے مقدس زیارت کے ذریعے جنت کا راستہ تلاش کریں گے۔ صحیح بخاری نمبر 1773 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ زیارت کے لیے روانہ ہوئے تو مدینہ ہجرت کے چھٹے سال انہیں غیر مسلموں نے مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور نتیجتاً انہوں نے مکہ کے قریب حدیبیہ میں پڑاؤ ڈال لیا۔ آخرکار دونوں فریقوں کے درمیان ایک امن معاہدہ طے پا گیا جو غیر مسلموں کے حق میں تھا۔ معاہدے پر دستخط ہونے کے بعد، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بغیر زیارت کیے مدینہ واپس چلے گئے، جو کہ صلح کا حصہ تھا۔ اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 3، صفحہ 231 میں بحث کی گئی ہے۔

برسوں بعد، فتح مکہ کے بعد، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو متنبہ کیا کہ وہ مکہ کے غیر مسلموں کے ساتھ بدسلوکی نہ کریں کیونکہ انہیں مکہ میں داخل ہونے سے برسوں پہلے روک دیا گیا تھا۔ باب 5 المائدۃ، آیت 2:

اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں مسجد الحرام سے روکنے کی وجہ سے فسق کی طرف نہ لے جائے۔“

اگرچہ اسلام لوگوں کو اپنے دفاع کا حق دیتا ہے اور انہیں مستقبل میں اپنے آپ کو ظلم سے بچانے کے لیے اقدامات کرنے چاہییں، کچھ بھی نہیں، انہیں گناہوں سے بچنا چاہیے، خاص طور پر جب وہ دوسروں کے خلاف اقتدار میں ہوں۔ برائی کا برائی سے جواب دینا کوئی خاص بات نہیں اور نہ ہی اچھائی کا جواب اچھائی سے دینا ہے۔ برائی کا جواب اچھائی سے دینے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے اجر کا باعث بنے گا اور برائی کرنے والے کے کردار کو مثبت انداز میں بدلنے کا زیادہ امکان ہے۔ باب 41 فصیلات، آیت 34

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو اس سے دور کرو جو بہتر ہو، پھر جس کے اور تمہارے "درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ ایک مخلص دوست ہو۔"

معاف کرنے کا عمل نہ صرف دوسروں کے کردار پر مثبت اثر ڈالتا ہے، اسلام کے اصولوں اور مسلمانوں کی ذمہ داریوں کے مطابق ہوتا ہے، بلکہ انتقام کے اس چکر کو بھی روکتا ہے جو مزید دشمنی اور ناراضگی کو جنم دیتا ہے۔ جو لوگ معافی کے ساتھ جدوجہد کرتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی رنجشوں سے چمٹے رہتے ہیں، وہ یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی اپنی کوتاہیوں اور چھوٹی چھوٹی خطاؤں کا باریک بینی سے جائزہ لے گا۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیزوں کو چھوڑنے کا فن سیکھے، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں بخشش: باب 24 النور، آیت 22 کو فروغ دیتا ہے۔

”اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا آپ پسند نہیں کریں گے کہ اللہ آپ کو معاف کر دے؟“

مزید برآں، شکایات کو تھامے رکھنا کسی کے ذہنی سکون کو متاثر کرتا ہے، جس سے نظر انداز کرنے، اور معاف کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ضروری ہو جاتا ہے، جو بالآخر سکون کا باعث بنتا ہے۔ تاہم معاف کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو بے دلی سے بھروسہ کرنا چاہیے یا ان لوگوں کے ساتھ ملنا جاری رکھنا چاہیے جنہوں نے نقصان پہنچایا ہے، کیونکہ اس سے دوبارہ غلط ہونے کا خطرہ بڑھ

جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استغفار کرنا چاہیے، ساتھ ہی اس بات کو بھی یقینی بنانا چاہیے کہ دوسروں کے حقوق اسلامی تعلیمات کے مطابق ادا کیے جائیں، اور ان لوگوں کے ساتھ میل جول میں احتیاط برتی جائے جو پہلے نقصان پہنچا چکے ہوں۔ یہ نقطہ نظر ماضی کی شکایات کی تکرار کو روکنے میں مدد کرتا ہے اور دونوں جہانوں میں برکتوں اور انعامات کے حصول کی اجازت دیتا ہے۔ بدلہ لینے اور دوسروں پر ظلم کرنے کے بجائے، اسلام مسلمانوں کو اپنے اختلافات کو ایک طرف رکھنے اور اچھی چیزوں میں دوسروں کے ساتھ تعاون کرنے اور دوسروں کو بری چیزوں سے خبردار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں مسجد الحرام سے روکنے کی وجہ سے فسق و فجور کی طرف نہ لے جائے اور نیکی اور پرہیزگاری میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔

عام طور پر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مدد کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ نہ دیکھے کہ کون کوئی کام کر رہا ہے، بلکہ اس کی مدد کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ شخص کیا کر رہا ہے۔ اگر وہ کوئی اچھا کام کر رہے ہیں تو انہیں اپنے وسائل کے مطابق ان کی مدد کرنی چاہیے، جیسے مالی اور جسمانی امداد۔ لیکن اگر وہ برے کام کر رہے ہیں، تو انہیں ان کو آگے بڑھنے کے خلاف خبردار کرنا چاہیے اور کبھی بھی ان کی مدد نہیں کرنی چاہیے۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے غلط رویہ اپنایا ہے جس کے تحت وہ ان سے اندھی وفاداری کے باعث ہر حال میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ انسان کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے لوگوں کے ساتھ وفاداری کریں گے تو یقیناً اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ نتیجتاً، انہیں اپنی ذہنی اور جسمانی صحت میں خلل کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ یہ خلل اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔ اس کے علاوہ لوگوں کے ساتھ اندھی وفاداری بھی لوگوں کے حقوق کو پورا کرنے سے روکے گی جس سے معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کو روکا جائے گا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے جن لوگوں کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے وہ ان کے لیے پریشانی اور پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں یہ لوگ نہ ان سے راضی ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ سے۔ لوگ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کبھی نہیں بچا سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو اس کا وفادار ہے دوسروں کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گا، خواہ یہ تحفظ ان پر ظاہر نہ ہو۔ جیسا کہ آیت 2 کے آخری حصے میں تنبیہ کی گئی ہے، لہذا، اپنی ذات کے

لیے، اللہ تعالیٰ سے اپنی وفاداری کو تمام چیزوں اور لوگوں پر ترجیح دینی چاہیے، ورنہ وہ دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھائیں گے۔ باب 5 المائدة، آیت 2

”اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اپنے اعمال کے نتائج سے ضرور ڈرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اس کی اطاعت کرے گا۔ اس سے انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد ملے گی، قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی میں اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں کو مؤثر طریقے سے ترجیح دینے میں مدد ملے گی۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام میں حرام قرار دیے گئے کچھ کھانے کا خاکہ بیان کیا ہے کیونکہ وہ لوگوں کے لیے روحانی یا جسمانی طور پر نقصان دہ ہیں، بعد کے وقت کے ساتھ ساتھ سائنسی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے۔ عام طور پر اسلام میں جن چیزوں کو حرام سمجھا جاتا ہے وہ وہ ہیں جہاں ممکنہ نقصان سمجھے جانے والے فوائد سے بڑھ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، شراب اور جوئے پر پابندی سے پہلے، اللہ تعالیٰ نے اس اصول پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ان کے نقصان دہ اثرات ان سے حاصل ہونے والے فوائد سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہ ہر ایک پر واضح ہے جو صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ 219:

وہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور ”لوگوں کے لیے کچھ فائدہ بھی ہے۔“

:اور باب 5 المائدة، آیت 3

تم پر مردہ جانور، خون، سور کا گوشت، اور وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے لیے وقف کیے ” گئے ہیں، اور وہ جانور جو گلا گھونٹ کر مارے جائیں یا زور سے مارے جائیں، یا سر ٹکرا کر یا سینگوں سے مارے جائیں، اور وہ جانور جن میں سے کسی جنگلی جانور نے کھایا ہو، سوائے ان چیزوں کے جن پر تم اس کی قربانی کرنے پر قادر ہو۔ پتھر کی قربان گاہیں، اور [ممنوع یہ ہے کہ تم آسمانی تیروں کے ذریعے فیصلہ تلاش کرو، یہ سخت نافرمانی ہے۔

جدید دور کی سائنس نے پہلے ہی سڑی ہوئی لاشوں، خون اور خنزیر کا گوشت کھانے کی غیر صحت، بخش نوعیت کو ثابت کر دیا ہے۔ وہ جانور جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور ہستی کے لیے وقف ہیں اس کے نتیجے میں ایک روحانی بیماری لاحق ہو سکتی ہے جو کسی فرد کے ایمان کو کمزور کر سکتی ہے۔ اس طرح کے اعمال انسان کو یہ یقین دلانے کا باعث بن سکتے ہیں کہ یہ دوسری ہستیاں دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ اس ذہنیت نے تاریخی طور پر شرک میں حصہ ڈالا ہے اور ایک مسلمان کو اسی طرح کے عقائد کی طرف مائل کر سکتا ہے، خواہ اس طرح کی جھکاؤ واضح نہ ہوں۔ باب 39 از زمر، آیت 3

بلاشبہ اللہ ہی کے لیے خالص دین ہے اور جو لوگ اس کے سوا کارساز بناتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ”ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔“

اپنے آپ کو دوسروں کے حوالے کرنا دونوں جہانوں میں مداخلت اور نجات کے لیے ان پر انحصار کو فروغ دے سکتا ہے، جو نادانستہ طور پر مطمئن اور غلط ذہنیت کو فروغ دے سکتا ہے۔ یہ ذہنیت لوگوں کو اس غلط عقیدے کے تحت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جاری رکھنے پر مجبور کرتی ہے کہ کوئی اور انہیں دونوں جہانوں میں بچائے گا۔ ایسا رویہ بالآخر دونوں جہانوں میں مشکلات اور پریشانیوں کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ جن ابتدائی آیات کی جانچ کی جا رہی ہے ان میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مسلمانوں

کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ دوسروں کی رضامندی حاصل کرنے کے بجائے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لیے مکمل اخلاص پیدا کریں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو راضی کرنے کے لیے عمل کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ سے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ آیت نمبر 3 میں مذکور آخری چیز جو تیروں کے ذریعے فیصلہ طلب کر رہی ہے، خوراک کی ایک قسم نہیں ہے، پھر بھی اسے اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ آسمانی تیروں کا استعمال شرک کی ایک شکل ہے۔ حرام کھانے کو شرک کے ایک فعل کے ساتھ رکھا گیا ہے تاکہ اس بات کو اجاگر کیا جاسکے کہ چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس لیے انسان کو اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے، خواہ اس کا تعلق ان کی خوراک، مالی کمائی لوگوں کے حقوق یا ان کی مذہبی رسومات، جیسے فرض نمازوں سے ہو۔ لہذا جو شخص اپنی زندگی کے بعض پہلوؤں مثلاً فرض نمازوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے لیکن دوسرے پہلوؤں مثلاً اپنے مالی معاملات میں اس کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ ایک معمولی شرک کا مرتکب ہو رہا ہے، کیونکہ وہ اپنی زندگی کے بعض پہلوؤں میں اپنے ضابطہ اخلاق کو اپنا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اسلام رویے کے لیے ایک مکمل فریم ورک فراہم کرتا ہے ضابطہ حیات کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ جسے زندگی کے تمام پہلوؤں اور درپیش ہر صورت حال میں بُنا جانا چاہیے۔ اس لیے اسے ایسی چیز کے طور پر نہیں دیکھا جانا چاہیے جسے پہنا یا اتارا جاسکے، جیسے کوٹ۔ جو لوگ اس انداز میں برتاؤ کرتے ہیں وہ آخرکار اپنی خواہشات کو پورا کرتے ہیں، مخالف کے کسی بھی دعوے کے باوجود۔ باب 25 الفرقان، آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جب تک انسان اپنی زندگی کے ہر معاملے میں، خواہ دنیوی ہو یا دینی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا رہے گا، وہ ہر حال میں صحیح رہنمائی پائے گا اور گمراہی سے محفوظ رہے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 3

”آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں، لہذا تم ان سے نہ ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو۔“

لیکن جب تک کوئی یہ چنتا ہے کہ کب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی ہے اور کب اس کی نافرمانی کرنی ہے، وہ دوسروں کے منفی اثرات جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت سے محفوظ نہیں رہے گا۔ نتیجے کے طور پر، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ ایک غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنے گا اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو خراب کرنے کا سبب بنے گا، جو آخر کار ان کی قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے کی صلاحیت میں رکاوٹ بنے گا۔ نتیجے کے طور پر، انہیں دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا سامنا کرنا پڑے گا، یہاں تک کہ کچھ مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بھی۔ اس نتیجہ سے بچنے کے لیے مضبوط ایمان کو اپنانا چاہیے۔ ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر قائم رہنے کے لیے مضبوط ایمان بہت ضروری ہے۔ اس گہرے ایمان کی پرورش قرآن پاک میں پائی جانے والی واضح رہنمائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ منابع ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی تعلیمات سے ناواقف افراد کا ایمان کمزور ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا شکار ہو جاتے ہیں، جب ان کی ذاتی خواہشات اس کی اطاعت سے ٹکرا جاتی ہیں۔ وہ اس بات کو تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں پیش کرنا دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرنے کی کلید ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے ایمان پر یقین حاصل کیا جائے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بنایا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق انہیں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں گے، جو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے گا اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو درست طریقے سے ترجیح دینے میں مدد کرے گا۔

”آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں، لہذا تم ان سے نہ ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو۔“

یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ سماجی عناصر جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت اکثر ان لوگوں پر تنقید کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اسلام کی ترویج دولت پیدا کرنے اور اثر و رسوخ حاصل کرنے کی ان کی صلاحیت میں رکاوٹ ہے۔ وہ صنعتیں جن پر اسلام تنقید کرتا ہے، بشمول شراب اور تفریح، افراد کو اسلام قبول کرنے سے روکنے اور مسلمانوں کو اسلامی اصولوں پر عمل کرنے سے روکنے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت میں پائے جانے والے اسلام کے خلاف وسیع پروپیگنڈے میں یہ ایک اہم عنصر ہے۔

مزید برآں، جب افراد اسلامی تعلیمات کو نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس کے لیے وہ اپنی خواہشات کو منظم کرنے اور اسلامی رہنما اصولوں کے مطابق ان کی برکات کو استعمال کرنے کا تقاضا کرتے ہیں، تو وہ لوگ جو زیادہ خوش مزاج طرز زندگی کو ترجیح دیتے ہیں وہ اسلام اور اس کے پیروکاروں کو اپنے طرز زندگی کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ نتیجتاً، وہ دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کر سکتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کر سکتے ہیں، جس کا مقصد خواہشات کے حصول کو ترجیح دینے والے طرز زندگی کو فروغ دینا ہے۔ یہ ناقدین اکثر اسلام کے مخصوص پہلوؤں کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی اقدار کو مجروح کرنے کے لیے۔ تاہم، بصیرت رکھنے والا کوئی بھی شخص ان کی کمزور اور بے بنیاد تنقیدوں کو دیکھ سکتا ہے، جو اسلام کے خود پر قابو پانے کے مطالبے کے ساتھ ایک بنیادی مسئلہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کے ضابطے کی مذمت کر سکتے ہیں، لیکن وہ دیگر لباس کے ضابطوں کو چیلنج نہیں کرتے جو معاشرے کے مختلف شعبوں کے لیے لازمی ہیں، بشمول قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار۔ خواتین کے لیے اسلامی لباس کے ضابطوں کی منتخب تنقید، دیگر سماجی لباس کے ضابطوں کی قبولیت کے برعکس، ان کے دلائل میں کمزوری اور مادہ کی کمی کو نمایاں کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام اور اس کے پیروکار ہی ہیں جو ان ناقدین کے حیوانی رجحانات کو بے نقاب کرتے ہیں، اور انہیں ہر ممکن طریقے سے اسلام پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ایک فرد کو ثابت قدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت پر قائم رہنا چاہیے، یہ سمجھتے ہوئے کہ اس سے انہیں سکون ملے گا، اور انہیں دوسروں کے فیصلوں سے بچانا چاہیے۔ اس کے برعکس، لوگوں کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انتخاب کرنا بالآخر اندرونی سکون کے نقصان کا باعث بنے گا، کیونکہ کوئی شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ رویہ ان کی

ہم آہنگی والی ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے کی صلاحیت میں رکاوٹ بنے گا اور ان کی زندگی میں ان کے تعلقات اور ترجیحات میں خلل پیدا کرے گا۔ باب 5 المائدۃ، آیت 3

”آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں، لہذا تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔“

اسلامی تعلیمات پر کب عمل کرنا ہے اور کب ان کو نظر انداز کرنا ہے اس کا انتخاب اور انتخاب کرنے کے بجائے زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی حقیقت کو آیت نمبر 3 کے اگلے حصے میں مزید اشارہ کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اسی آیت میں اسلامی ضابطہ اخلاق کی تکمیل: اور تکمیل کے بارے میں کہتا ہے جس میں وہ حرام کھانے کی بات کرتا ہے۔ باب 5 المائدۃ، آیت 3

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے ”اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔“

اسی آیت کے اندر اس بیان کو رکھ کر، جس میں حرام کھانے کی بات کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ مزید اس بات پر زور دیتا ہے کہ اسلامی ضابطہ اخلاق عبادات کے عبادات سے بالاتر ہے اور اس میں کسی کی زندگی کے ہر پہلو، ہر صورت حال، خواہ دنیوی ہو یا مذہبی، اور ہر دنیوی نعمت جس سے وہ تعامل کرتا ہے۔

عرفات کے دن، 9 ذی الحجہ کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درج ذیل وحی نازل ہوئی: باب 5 المائدۃ، آیت 3

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے ”اسلام کو بطور دین پسند کر لیا“۔

یہ موضوع امام ابن کثیر کی سیرت نبوی کی جلد 4 صفحہ 309 میں بیان کیا گیا ہے۔

صحیح مسلم نمبر 196 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر زور دیا کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، مفہوم، قرآن کریم، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے قائدین اور عام لوگوں کے لیے اخلاص کا تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام ذمہ داریوں کو پورا کرے جو اس نے اپنے احکام اور ممنوعات کے ذریعے بیان کیے ہیں، اس کی رضامندی کے لیے۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 1 کی ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں کا فیصلہ ان کی نیتوں کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ لہذا اگر کوئی نیک عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا فقدان رکھتا ہے تو اس کو دنیا و آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا۔ مزید برآں، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3154 کی ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ گستاخانہ کام کرتے ہیں ان کو قیامت کے دن ہدایت کی جائے گی کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر طلب کریں جن کے لیے انہوں نے عمل کیا ہے، جو کہ آخرکار ناقابل حصول ہوگا۔ باب 98 البینہ، آیت 5:

اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے خالص ہو "کر۔

اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتنا اخلاص میں کمی کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ سچی توبہ کریں اور ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ایسی ذمہ داریاں عائد نہیں کرتا جس کا وہ انتظام کرنے سے قاصر ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 286۔

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اللہ تعالیٰ کے لیے سچے مخلص ہونے کے لیے، انسان کو اپنی اور دوسروں کی خوشنودی پر مستقل طور پر اس کی رضا کو ترجیح دینی چاہیے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ ان اعمال کو پسند کرے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے جاتے ہیں، کسی اور بات پر۔ یہ ضروری ہے کہ دوسروں سے محبت کی جائے اور ان کے گناہوں کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ناپسند کیا جائے، نہ کہ ذاتی خواہشات کے لیے۔ دوسروں کی مدد کرتے وقت یا گناہ کے کاموں سے پرہیز کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی نیت سے کرنا چاہیے۔ جو لوگ اس ذہنیت کو اپناتے ہیں انہوں نے ایمان کا اعلیٰ درجہ حاصل کیا ہے، جیسا کہ سنن ابو داؤد نمبر 4681 میں ایک حدیث میں تصدیق کی گئی ہے۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہونے میں یہ بھروسہ شامل ہے کہ اس کے فیصلے اور منصوبے بالآخر سب کے لیے بہترین ہیں، یہاں تک کہ جب ان کے پیچھے وجوہات فوری طور پر واضح نہ ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

صرف ان احکام پر قناعت کرنا جو خواہشات کے موافق ہوتے ہیں اور جو نہیں کرتے ہیں ان سے ناراض ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی کی واضح دلیل ہے۔ سچا مخلص وہ شخص ہے جو اللہ کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے بچتے ہوئے، اور زندگی کے چیلنجوں کا صبر

کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے اس کی حقیقی اطاعت کا مظاہرہ کرتا ہے، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔

یہ اخلاص قرآن کریم کے ساتھ کسی کے تعلق سے بھی ظاہر ہوتا ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کے کلام کے لیے گہرے احترام اور محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن کریم کے ساتھ سچے اخلاص میں تین اہم پہلوؤں کو پورا کرنا شامل ہے: قرآن کی درست اور مستقل تلاوت، معتبر ذرائع سے اس کی تعلیمات کو سمجھنا، اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی نیت سے اس کی ہدایت پر عمل کرنا۔ ایک مخلص مسلمان قرآن پاک کی تعلیمات کو ذاتی خواہشات پر ترجیح دیتا ہے جو اس کے پیغام سے متصادم ہیں۔ اپنے کردار کو قرآن پاک کے ساتھ ہم آہنگ کرنا سچے اخلاص کی مثال دیتا ہے، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں تاکید کی گئی ہے، خاص طور پر سنن ابوداؤد نمبر 1342 میں موجود حدیث میں۔ قرآن پاک کو سچے ارادے کے ساتھ سمجھنا اور اس کی تمام تعلیمات، ذاتی خواہشات کے بغیر، ضروری ہے۔ وہ لوگ جو اپنی خواہشات کی بنیاد پر کن احکامات اور نصیحتوں پر عمل کرنے کا انتخاب کرتے ہیں وہ بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور بالآخر اس کی رہنمائی کا پورا فائدہ حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ظالموں "کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔

یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ جہاں قرآن پاک زمینی چینلوں کے علاج کے طور پر کام کرتا ہے ایک مسلمان کو اس کے استعمال کو صرف اس فنکشن تک محدود نہیں رکھنا چاہیے۔ انہیں محض اپنے دنیوی مسائل کے حل کے لیے اس کی تلاوت نہیں کرنی چاہیے، قرآن مجید کو ایک ایسا آلہ سمجھ کر استعمال کرنا چاہیے جو صرف مصیبت کے وقت استعمال ہوتا ہے اور پھر اسے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کا بنیادی مقصد ہر حال میں آخرت کے لیے محفوظ رہنمائی فراہم کرنا ہے۔ دنیوی معاملات کے لیے اس کی افادیت پر خصوصی توجہ مرکوز کرنا اس اہم کردار کو نقصان پہنچاتا ہے اور یہ ایک حقیقی مسلمان کے طرز عمل سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یہ طرز عمل متعدد لوازمات سے ایس گاڑی کے مالک ہونے کے مترادف ہے لیکن اس میں انجن کی کمی ہے، جو اس کی حقیقی قدر کے تئیں اخلاص کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔

اس کے بعد کی ابتدائی حدیث میں جس نکتے پر روشنی ڈالی گئی ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخلاص کی اہمیت ہے۔ اس میں اس کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے علم حاصل کرنے کی کوشش شامل ہے، جو عبادت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے، اور ساتھ ہی مخلوق کے سلسلے میں اس کے محترم کردار سے متعلق ہے۔ باب 68 القلم، آیت 4

”اور بے شک آپ بہت اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔“

اس کے احکام و ممنوعات کی تعمیل ہر وقت ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

اخلاص میں اپنی روایات کو دوسروں کے اعمال پر ترجیح دینا شامل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے تمام راستے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کے ناقابل رسائی ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔“

ان تمام لوگوں کی قدر کرنا ضروری ہے جنہوں نے عمر بھر اور ان کی وفات کے بعد ان کا ساتھ دیا خواہ وہ ان کے اہل خانہ سے ہوں یا صحابہ کرام، اللہ ان سب سے راضی ہو۔ یہ ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جو اپنی عقیدت میں حقیقی ہونا چاہتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کی حمایت کریں جو اس کے راستے پر چلتے ہیں اور اس کی تعلیمات کو برقرار رکھتے ہیں۔ حقیقی اخلاص میں ان لوگوں سے محبت کرنا بھی شامل ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں اور ان لوگوں کو ناپسند کرنا جو اس پر تنقید کرتے ہیں چاہے ذاتی تعلق سے قطع نظر۔ یہ اصول صحیح بخاری نمبر 16 کی ایک حدیث میں موجود ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا ایمان نہیں رکھ سکتا جب تک کہ وہ تمام مخلوقات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ کرے۔ اس محبت کا اظہار محض الفاظ کے بجائے عمل سے ہونا چاہیے۔ اُس کی فرمانبرداری میں مخلص ہونے کے لیے، اُس کا احترام، محبت، اور فعال طور پر اُس کی مثال پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ تاہم، یہ ان کی بابرکت زندگی اور تعلیمات کی مکمل تفہیم کے بغیر ناقابل حصول ہے۔ جس کو وہ نہیں جانتے ہیں اس کا حقیقی احترام، محبت اور پیروی کیسے کر سکتا ہے؟ جو لوگ اس سے محبت اور احترام کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے وہ اپنے دعووں میں مخلص نہیں ہیں۔

اس کے بعد کے نکتے پر روشنی ڈالی جانے والی ابتدائی حدیث میں کمیونٹی لیڈروں کے تئیں اخلاص کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، جس میں مذہبی شخصیات اور معلمین کا حقیقی احترام کرنا شامل ہے۔ اس میں انہیں سوچ سمجھ کر مشورہ دینا اور مختلف ذرائع سے ان کے مثبت انتخاب کی حمایت کرنا شامل ہے، بشمول مالی یا جسمانی مدد۔ جیسا کہ امام مالک کی موطا، کتاب 56، حدیث 20 کی ایک حدیث میں ہے کہ اس فرض کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ باب 4 النساء آیت 59

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم " ...میں سے حاکم ہیں

یہ واضح ہے کہ سماجی رہنماؤں کی اطاعت ایک ذمہ داری ہے۔ تاہم یہ اطاعت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرنے پر مشروط ہے۔ کسی کو مخلوق کے احکامات پر عمل نہیں کرنا چاہئے اگر وہ خالق کی مرضی کے خلاف ہوں۔ ایسے حالات میں یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ لیڈروں کے خلاف بغاوت کرنے سے گریز کیا جائے کیونکہ اس کے نتیجے میں بے گناہ افراد کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس کے بجائے رہنماؤں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق، نیکی کی طرف نرمی سے رہنمائی اور برائی سے حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔ یہ ضروری ہے کہ دوسروں کو اس راستے پر چلنے کی ترغیب دی جائے اور رہنماؤں کے لیے صحیح راستے پر چلنے کی دعا کی جائے۔ جب لیڈر انصاف پسند ہوں گے تو عوام بھی اس کی پیروی کریں گے۔

زیر نظر ابتدائی حدیث میں جس اختتامی نکتے پر روشنی ڈالی گئی ہے وہ کمیونٹی کے تئیں اخلاص کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ اس میں مستقل طور پر دوسروں کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرنا اور، تقریر اور عمل دونوں سے اس کا مظاہرہ کرنا شامل ہے۔ اس میں اچھے کاموں کی حوصلہ افزائی کرنا غلط کاموں کی حوصلہ شکنی کرنا، اور ہر وقت ہمدردی اور مہربانی کا مظاہرہ کرنا شامل ہے۔ اس اصول کو صحیح مسلم نمبر 170 میں موجود ایک حدیث سے سمجھا جا سکتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک حقیقی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔

دوسروں کے لیے مخلص ہونے کی اہمیت صحیح بخاری نمبر 57 کی حدیث میں واضح کی گئی ہے جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرض کو فرض نمازوں کے قیام اور صدقہ دینے کے ساتھ ساتھ قرار دیا ہے۔ یہ انجمن اپنی اہم اہمیت کو اجاگر کرتی ہے کیونکہ اسے دو ضروری مذہبی فرائض کے ساتھ رکھا گیا ہے۔

دوسروں کے ساتھ اخلاص کا مطلب یہ بھی ہے کہ جب وہ خوش ہوں تو خوشی محسوس کریں اور جب وہ غمگین ہوں، بشرطیکہ ان کے اعمال اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں۔ اخلاص کی ایک گہری سطح میں دوسروں کی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لیے بڑی حد تک جانا شامل ہو سکتا ہے، یہاں تک کہ ذاتی قیمت پر۔ مثال کے طور پر، کوئی شخص اس رقم کو ضرورت مندوں کو عطیہ کرنے کے لیے

ذاتی خریداری کو ترک کر سکتا ہے۔ لوگوں کو نیکی میں جوڑنے کی کوشش کرنا اخلاص کا ایک لازمی پہلو ہے، جب کہ تفرقہ ڈالنا شیطان کے ساتھ جڑی ایک خصلت ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 53

شیطان یقیناً ان کے درمیان تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے۔“

لوگوں کو اکٹھا کرنے کا طریقہ دوسروں کی خامیوں کو چھپانا اور غلط کاموں کے خلاف نجی مشورہ دینا ہے۔ جو لوگ اس عمل میں مشغول ہوں گے ان کے اپنے عیب اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ ہوں گے جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 1426 میں ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسروں کی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لیے دینی اور دنیاوی دونوں امور کے بارے میں رہنمائی فراہم کرنا اور علم بانٹنا ضروری ہے۔ دوسروں کے لیے حقیقی دیکھ بھال کا مظاہرہ کرنے میں ان کی غیر موجودگی میں ان کا دفاع کرنا شامل ہے، خاص طور پر بہتان کے خلاف۔ ایک سچا مسلمان اپنے آپ کو الگ تھلگ نہیں کرتا، صرف ذاتی خدشات پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ اس طرح کا رویہ زیادہ تر جانوروں سے ملتا جلتا ہے۔ اگرچہ کوئی فرد مجموعی طور پر معاشرے کو تبدیل کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا ہے، لیکن پھر بھی وہ اپنے قریبی لوگوں کی مدد کر کے اخلاص کا مظاہرہ کر سکتا ہے، بشمول خاندان اور دوستوں۔ خلاصہ یہ کہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں۔ باب 28 القصص، آیت 77

اور نیکی کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔“

دوسروں کے لیے اخلاص کا ایک اہم عنصر اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی مدد کرنا ہے۔ کسی کو دوسروں سے تعریف طلب کرنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ کسی کے اجر کو نقصان پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ، بزرگی اور انسانیت کے لیے حقیقی اخلاص کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 3

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے ”اسلام کو بطور دین پسند کر لیا“۔

لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنائیں اور ان کا اطلاق کریں، چاہے یہ تعلیمات ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ بالآخر ان کے فائدے کے لئے ہیں، بعض علاج اور غذائی حدود کی تکلیف کے باوجود۔ جس طرح یہ عقلمند مریض زیادہ سے زیادہ ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کر سکتا ہے، اسی طرح اسلامی اصولوں پر عمل کرنے والا کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ اعلیٰ ترین علم ہے جو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول اور زندگی کے تمام پہلوؤں کو صحیح طور پر ترجیح دینے کے لیے درکار ہے۔ معاشرے کے اندر انسانی ذہنی اور جسمانی حالات کی اجتماعی تفہیم، وسیع تحقیق کے باوجود، افراد کو درپیش ہر چیلنج کا جامع حل فراہم کرنے میں ناکام ہے۔ ان کی رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو ختم نہیں کر سکتی اور نہ ہی یہ زندگی کی ترجیحات، ذمہ داریوں اور رشتوں کے درست انتظام کی ضمانت دے سکتی ہے، علم، تجربے، دور اندیشی اور تعصبات کی موروٹی حدود کی وجہ سے۔ یہ مکمل علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کے ساتھ شیئر کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اپنی نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں ان کے مقابلے میں جو نہیں کرتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کی سائنسی بنیاد کو پوری طرح سے نہیں سمجھتے اور پھر بھی اپنے ڈاکٹروں پر اندھا بھروسہ کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو حوصلہ دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگیوں پر اس کے مثبت اثرات کو پہچاننے کے لیے اسلام کی تعلیمات پر غور کریں۔ وہ ان تعلیمات پر اندھا اعتماد کا مطالبہ نہیں کرتا ہے۔ اس کے بجائے، وہ چاہتا ہے کہ لوگ واضح ثبوت کے ذریعے اپنی سچائی کو پہچانیں۔ تاہم، اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کے لیے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے روحانی دلوں پر مکمل اختیار رکھتا ہے، سکون کا ذریعہ
ہے، اس لیے وہی طے کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت
43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سکون صرف انہی کو دیتا ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے
:باب 5 المائدة، آیت 3 سے استعمال کرتے ہیں۔

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے“
اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔“

یہ آیت بھی ہر وقت ہدایت کے دو ذرائع پر عمل پیرا رہنے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے: قرآن کریم
اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیے یہی
انتخاب کیا ہے۔ دینی علم کے متبادل ذرائع کی تلاش، یہاں تک کہ جب وہ مثبت اعمال کی طرف لے
جاتے ہیں، رہنمائی کے دو اہم ذرائع پر عمل کرنے میں کمی لاتا ہے، جس کے نتیجے میں ممکنہ طور
پر گمراہی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر
میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو بھی عمل ان دو مصادر پر مبنی نہیں ہو گا 4606
وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید برآں، دیگر مذہبی تعلیمات پر انحصار افراد کو

ایسے عقائد اور طریقوں کو اپنانے کا سبب بن سکتا ہے جو اسلامی اصولوں سے متصادم ہوں۔ یہ بتدریج تبدیلی یہ ہے کہ شیطان کس طرح لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے شخص کو بعض روحانی طریقوں میں حصہ لینے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ اگر یہ شخص بے خبر ہے اور متبادل مذہبی ذرائع کی پیروی کرنے کا عادی ہے، تو وہ آسانی سے اس جال میں پھنس سکتا ہے، ایسے کاموں میں ملوث ہو سکتا ہے جو براہ راست اسلامی نظریے کے خلاف ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد پیدا کرنا شروع کر دیتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، جیسا کہ یہ خیال کہ افراد یا مافوق الفطرت ہستیاں اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتی ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ دو بنیادی ہدایات سے باہر کے ذرائع سے آتی ہے۔ ان میں سے کچھ گمراہ کن عقائد اور طرز عمل سراسر کفر کا باعث بن سکتے ہیں، جیسے کالے جادو کی مشق۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

لہذا، ایک مسلمان غیر دانستہ طور پر مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرتے ہوئے اپنا ایمان کھو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی بدعات میں مشغول ہونا جو ہدایت کے دو بنیادی ذرائع پر مبنی نہیں ہیں شیطان کے راستے پر چلنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو ”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

باب 5 المائدہ، آیت 3

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے ”اسلام کو بطور دین پسند کر لیا، لیکن جو شخص سخت بھوک سے مجبور ہو جائے اور وہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو، تو یقیناً اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، اسلامی ضابطہ حیات کی تکمیل کا ذکر کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ، لوگوں کو یہ یاد دلانے کے لیے کہ اسلامی ضابطہ اخلاق ان کی دنیوی اور دینی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے، غیر قانونی کھانوں کی بحث کی طرف واپس لوٹتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 3

لیکن جو شخص سخت بھوک سے مجبور ہو جائے اور وہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو، تو یقیناً اللہ ”بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

چونکہ اسلام کامل ضابطہ حیات ہے یہ ہر صورت حال کو مدنظر رکھتا ہے اور ضرورت پڑنے پر رعایت دیتا ہے۔ یہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص پر فرائض عائد نہیں کرتا جس کی وہ برداشت نہیں کر سکتا، جس کا قرآن پاک میں بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

عام طور پر، ایک مطمئن ذہنیت سے پاک ہونا ضروری ہے جو افراد کو یہ دعویٰ کرنے کی اجازت دیتا ہے کہ وہ ایسا نہ کرنے کے باوجود اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے

ہیں۔ اگر کوئی شخص حقیقی طور پر اپنی پوری کوشش کرتا ہے، تو وہ یقینی طور پر تمام تفویض کردہ کاموں کو پورا کرنے کے قابل ہو جائے گا، کیونکہ ان ذمہ داریوں کو پورا کرنا اس کی صلاحیت میں ہے۔ اگرچہ کوئی اپنے آپ کو اور دوسروں کو دھوکہ دے سکتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتا، جو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکامی کے لیے کسی بھی ناکافی جواز کو قبول نہیں کرے گا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے خلوص نیت سے کوشش کرنی چاہیے، اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اور ان سے جو بھی غلطی سرزد ہو جائے گی، اسے معاف کر دیا جائے گا، جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ کرے۔ باب 5 المائدة، آیت 3

”پھر بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

سچی توبہ میں احساس جرم شامل ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ یہ مزید پیچیدگیوں کا باعث نہ بنے۔ ایک ہی یا اس سے ملتے جلتے گناہوں کو نہ دہرانے اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کو درست کرنے کا مخلصانہ وعدہ کرنا چاہیے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مسلسل عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 4

”...وہ تم سے پوچھتے ہیں“

اس آیت میں اسلامی اور دنیاوی دونوں علم کو تلاش کرنے اور سمجھنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ دینی علم کے بارے میں، لوگوں کو ان مضامین پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جن کے بارے میں اللہ

تعالیٰ قیامت کے دن پوچھے گا، جیسے کہ پڑوسی کے ساتھ سلوک۔ جن موضوعات پر قیامت کے دن بات نہیں کی جائے گی وہ غیر متعلقہ اور محض خلفشار تصور کیے جاتے ہیں۔ صرف وہی لوگ جو پہلے ہی متعلقہ مضامین کے ساتھ مشغول ہیں غیر متعلقہ معاملات میں اپنا وقت لگانے کے متحمل ہوسکتے ہیں۔ چونکہ تمام متعلقہ موضوعات پر مکمل طور پر عمل کرنا تقریباً ناممکن ہے، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی کوششیں، وقت اور توانائی دینی علم کے ان پہلوؤں کی تحقیق اور اس پر عمل کرنے کی طرف صرف کریں جن سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا، باقی تمام چیزوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے بعد مرکزی آیت ایک متعلقہ موضوع کی مثال فراہم کرتی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 4:

وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے، کہہ دو کہ تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال ہیں۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ، کائنات اور اس کے اندر موجود ہر چیز کا واحد خالق ہے، اس لیے وہ اس بات کا حتمی فہم رکھتا ہے کہ انسانوں کے لیے کیا فائدہ مند اور نقصان دہ ہے، یہاں تک کہ جب ایسی سچائیاں فوری طور پر ظاہر نہ ہوں۔ مثال کے طور پر، جسم اور دماغ دونوں پر شراب کے نقصان دہ اثرات کو حال ہی میں سائنسی مطالعات سے ثابت کیا گیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے 1400 سال پہلے اس کی ممانعت کر دی تھی۔ باب 5 المائدة، آیت 90:

اے ایمان والو، بیشک نشہ، جوا، پتھروں پر قربانی کرنا [اللہ کے سوا]، اور طغیانی کے تیر شیطان "کے کام سے ناپاک ہیں، اس لیے اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، اسلام کے اندر صرف ایک محدود تعداد میں اعمال کو غیر قانونی سمجھا جاتا ہے، خاص طور پر وہ جہاں ممکنہ نقصان کسی بھی سمجھے جانے والے فوائد سے زیادہ ہو۔ مثال کے طور پر، شراب اور جوئے پر پابندی سے پہلے، اللہ تعالیٰ نے اس اصول پر روشنی ڈالتے

ہوئے کہا کہ ان سرگرمیوں سے وابستہ نقصان ان فوائد سے زیادہ ہے جو ان سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ یہ ہر ایک پر واضح ہے جو صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ 219

وہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور ”لوگوں کے لیے کچھ فائدہ بھی ہے۔“

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اسلام کے اصول صرف اور صرف افراد کی فلاح و بہبود کے لیے قائم کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی تعمیل یا عدم تعمیل سے کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچتا۔ باب :الممتحنہ، آیت 60 6

”اور جو منہ پھیرے گا تو اللہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔“

چنانچہ افراد کو چاہیے کہ وہ اپنی فلاح و بہبود کے لیے اسلام کے اصولوں کو اپنائیں اور ان پر عمل کریں، ان نعمتوں کو اس طریقے سے استعمال کریں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ یہی دنیا اور آخرت دونوں میں سکون اور کامیابی کے حصول کا راستہ : النحل، آیت 16 97 ہے۔ باب

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی ”بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔“

اگر نہیں، تو ان کے پاس جو مادی اثاثہ ہے وہ دونوں جہانوں میں مصائب، اضطراب اور مشکلات کا باعث بنے گا، کیونکہ وہ ایسی چیزوں کا پیچھا کرتے ہیں جو بالآخر انہیں جسمانی اور ذہنی طور پر نقصان پہنچاتی ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

اس لیے افراد کو چاہیے کہ وہ عقلمند مریض کی تقلید کریں جو اپنے ڈاکٹر کی سفارشات پر دھیان دیتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ اقدامات، اگرچہ چیلنجنگ ہیں، بالآخر ان کے باب 5 المائدہ، آیت 4 بہترین مفاد میں ہیں۔

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے، آپ کہہ دیجئے، "تمہارے لیے حلال ہیں" پاکیزہ چیزیں اور وہ چیزیں جو تم نے شکار کی تربیت حاصل کی ہو، جس طرح تم اللہ نے تمہیں سکھایا ہے۔ پس جو کچھ وہ تمہارے لیے پکڑیں اسے کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لیا کرو۔

ایک مسلمان پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خالص اور صحت بخش چیز تلاش کرے اور استعمال کرے۔ اس بات کی نشاندہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت سے ہوتی ہے، جنہوں نے جامع ترمذی نمبر 2380 میں درج ایک حدیث میں نصیحت فرمائی کہ انسان اپنے معدے کو تین حصوں میں تقسیم کرے: ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی ہوا کے لیے۔ اس اصول پر سب سے بہتر طریقے سے عمل کیا جاتا ہے کہ وہ مکمل ہونے سے پہلے کھانا پینا چھوڑ دے، جس سے کسی کو کھانے کی دعوتیں قبول کرنے کی اجازت دی جائے بغیر اس کے کھانے کے بارے میں انکشاف کیا جائے۔ ضرورت سے زیادہ خوراک اور ناقص غذا کا انتخاب متعدد ذہنی اور جسمانی صحت کے مسائل کا باعث بن سکتا ہے۔ اس طرح، ایک متوازن اور صحت مند غذا پر عمل کرنا جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے، دماغ اور جسم کی ہم آہنگی کے حصول کے لیے، بالآخر اندرونی سکون کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے۔ اس کے برعکس، متوازن اور صحت مند غذا کو برقرار رکھنے میں کوتاہی کرنا، یا جو غیر قانونی ہے اس کا استعمال، غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنتا ہے، جس سے مختلف ذہنی اور جسمانی صحت کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

:باب 5 المائدة، آیت 4

”پس جو کچھ وہ تمہارے لیے پکڑیں اسے کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرو۔“

عام طور پر، عمل کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرنا لوگوں کو اس کی نافرمانی سے دور رہتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے مقصد کے ساتھ ہر حال اور عمل سے رجوع کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس طرح کا رویہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر نعمت کو ان طریقوں سے استعمال کرے جو اس کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک شخص اپنی خواہشات یا معاشرے، ثقافت اور فیشن کی توقعات پر توجہ مرکوز کرنے سے گریز کرے گا، بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دے گا، کیونکہ وہ ہر حال کا آغاز اس کے نام سے کرتے ہیں۔ یہ نقطہ نظر دوسروں کو خوش

کرنے کے فضول حصول کو روکتا ہے، جو افراد کی متنوع خواہشات اور آراء کی وجہ سے فطری طور پر ناممکن ہے۔ نتیجتاً، سب کو مطمئن کرنے کی کوشش صرف اس دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ کا باعث بنتی ہے۔ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہر حالت میں داخل ہونا اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان کا واحد مقصد اسے راضی کرنا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 29

اللہ تعالیٰ نے ایک غلام کی مثال بیان فرمائی ہے جس کی ملکیت کئی جھگڑالو آقا ہیں اور ایک غلام "کی ملکیت صرف ایک آقا کے پاس ہے، کیا وہ حالت میں برابر ہیں؟ الحمد للہ! حقیقت میں ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔"

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا، تھوڑی محنت اور کوشش سے پورا کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ درج ذیل آیت میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب 1 الفاتحہ، آیت 1

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔"

مزید برآں، جب لوگ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے ہر حال میں پہنچتے ہیں، تو انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ وہ ایک ایسے رب کو راضی کرنے کے لیے کوشاں ہیں جو مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ تفہیم انسانی غلامی کی ذلت آمیز شکل کے تصور کو دور کرتی ہے جس نے عالمی سطح پر بے شمار افراد کو متاثر کیا ہے۔ اس کے بجائے، غلامی کی قسم جو خوشی سے قبول کرتا ہے اس کی جڑیں رحم اور ہمدردی میں ہیں۔ یہ رحمت ان بے شمار نعمتوں سے ظاہر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کسی شخص کو عطا فرماتا ہے، صرف یہ کہتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ اٹھائے۔ اللہ رحمٰن کی طرف سے احکام و ممنوعات صرف اور صرف بندے کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو انسانی اطاعت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

عمل کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی مختلف الہی صفات اور ناموں کو سمجھنے اور ان کے مجسم ہونے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے، جس سے ہر ایک کو اس کی رضامندی کے ساتھ ہر حالت میں تشریف لے جانے اور اس کا جواب دینے کے قابل بناتا ہے۔ مثال کے طور پر چونکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بخشنے والا ہے، اس لیے جب کسی نے ان پر ظلم کیا ہو، اس لیے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے معاف کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور ساتھ ہی ساتھ اپنے رویے میں بھی تبدیلی لانا چاہیے تاکہ تکرار کو روکا جا سکے۔ اسی طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ سب پر منصف ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ انصاف کو قائم رکھے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق منصفانہ فیصلے کرے۔ اس طرح کے طرز عمل کو اپنانا اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا حقیقی فرمانبردار رہے۔ صحیح بخاری نمبر 2736 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو سمجھیں گے وہ جنت حاصل کریں گے۔

:باب 5 المائدة، آیت 4

”پس جو کچھ وہ تمہارے لیے پکڑیں اسے کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرو۔“

یہ آیت ہر حال میں حقیقی فرمانبرداری کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مسلسل جڑے رہنے کی اہمیت پر زور دیتی ہے، لوگوں کو زندگی کے چیلنجوں سے محفوظ سفر کے لیے ضروری قوت اور رہنمائی :باب 65 میں طلاق، آیت 3 حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے۔

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔“

جب لوگ اپنے فیصلوں میں اللہ تعالیٰ کو نظر انداز کرتے ہیں یا ان کی بے توقیری کرتے ہیں تو ان کا انحصار دنیاوی مال و اسباب پر ہوتا ہے جو مضبوط نظر آنے کے باوجود فطری طور پر نازک ہوتے ہیں۔ اس بھروسے کا نتیجہ الجہن اور کمزور فیصلہ سازی کا سبب بن سکتا ہے، جو بالآخر اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ کا باعث بنتا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 73

”کمزور ہی تعاقب کرنے والے اور تعاقب کرنے والے ہیں۔“

باب 5 المائدة، آیت 4

”پس جو کچھ وہ تمہارے لیے پکڑیں اسے کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرو۔“

یہ آیت اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مختلف جہتوں کی تعظیم کی اہمیت کو بھی واضح کرتی ہے جو کہ تقویٰ کی بنیاد ہے۔ ابتدائی جہت میں اپنے ارادے کو صاف کرنا شامل ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ تمام قول و فعل کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے، جیسا کہ دوسروں سے شکرگزاری کی توقع کی کمی کا ثبوت ہے۔ دوسری جہت اس انداز میں بات چیت کرنے کی اہمیت پر زور دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو، یا جب مناسب ہو خاموشی کا انتخاب کریں۔ آخری اور سب سے گہرا جہت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے، اپنے آپ کو عطا کی گئی ہر نعمت کو، بشمول وقت کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اس کے لیے پسند ہوں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز باب 13 الرعد، آیت 28 عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

باب 5 المائدة، آیت 4

”پس جو کچھ وہ تمہارے لیے پکڑیں اسے کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرو۔“

یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا تعلق تمام دنیوی اور دینی چیزوں سے ہے، جیسے کہ رزق کمانا۔ اس لیے ہر حال میں اور ہر دنیوی نعمتوں کے ساتھ جس سے وہ تعامل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے کیونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس کا اطلاق کسی کی خواہشات کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ جو اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرتا ہے وہ صرف اپنی عبادت کرتا ہے خواہ وہ کوئی اور دعویٰ کرے۔ باب 25 الفرقان، آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، ان کی ذہنی اور جسمانی صحت میں خلل آئے گا، وہ اپنی ذاتی اور معاشرتی زندگیوں میں خلل پیدا کریں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے کی صلاحیت میں رکاوٹ پیدا کریں گے۔ یہ خلل دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، مشکلات اور کشمکش کا باعث بنے گا، خواہ وہ کسی بھی دنیاوی آسائش سے لطف اندوز ہوں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قابو اور قدرت سے نہیں بچ سکتے۔ باب 5 المائدة، آیت 4

”بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس کے احکام اور ممانعتیں صرف لوگوں کے فائدے کے لیے ہیں، چاہے اس میں جسمانی یا روحانی فائدہ ہو اور لوگ اس کے انتخاب کے پیچھے موجود حکمتوں کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 5

”آج تمام پاکیزہ اور پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔“

عجیب بات ہے کہ ایک مسلمان اندھا اعتماد کیسے کرتا ہے کہ ان کے طبیب نے انہیں کڑوی دوائیں اور سخت خوراک تجویز کرنے کے باوجود ان کی ذہنی اور جسمانی صحت کے لیے بہترین چیز بتائی ہے، پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کے احکام و ممنوعات پر اسی درجے کے اعتماد کا مظاہرہ کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اس سے واضح طور پر اللہ تعالیٰ پر ان کے ایمان کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے اور وہ اپنے ڈاکٹر پر کتنا بھروسہ کرتے ہیں، حالانکہ وہ غلطیاں کر سکتے ہیں۔ انسان کو اپنے ایمان کو مضبوط کرنا چاہیے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام و ممنوعات پر رضا مندی سے عمل کریں۔ ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل میں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے پابند رہنے کے لیے مضبوط ایمان بہت ضروری ہے۔ اس گہرے ایمان کی پرورش قرآن پاک میں موجود واضح نشانوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون لاتی ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں وہ کمزور ایمان کے مالک ہوتے ہیں، جب ان کی ذاتی خواہشات خدائی اطاعت سے ٹکراتی ہیں تو وہ نافرمانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کا نتیجہ دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرنے کی کلید ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے ایمان میں پختہ یقین پیدا کیا جائے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کو یقینی بنایا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اسلامی رہنمائی کے مطابق انہیں دی گئی برکات کو

صحیح طریقے سے استعمال کرے گا، جو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے گا اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو صحیح طریقے سے ترجیح دینے میں مدد کرے گا۔

چونکہ اسلام کوئی فرقہ نہیں ہے جو خود کو باقی دنیا اور دیگر معاشروں سے الگ کرتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ صحت مندانہ انداز میں بات چیت کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ ان کا معاشرہ مثبت انداز میں ترقی کرے اور ترقی کرے۔ باب 5 المائدہ، آیت 5

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے ان کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے ”...حلال ہے“

افسوس کی بات ہے کہ جہالت کی وجہ سے، بہت سے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اسلام انہیں غیر مسلموں کے ساتھ صحت مندانہ تعلقات رکھنے سے روکتا ہے کیونکہ وہ ان آیات کے پس پردہ سیاق و سباق کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں جو غیر مسلموں کے ساتھ گہری دوستی قائم کرنے کے خلاف انتباہ کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، باب 3 علی عمران، آیت 28

مومنین مومنوں کے بجائے کافروں کو اپنا ساتھی [یعنی حامی یا محافظ] نہ بنائیں، اور جو کوئی ایسا "کرے گا اس کا اللہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، سوائے اس کے کہ ان سے احتیاط کی جائے۔

اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ خاص طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں غیر مسلموں کے سیاق و سباق کو بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ آیت 28 میں اشارہ کیا گیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنے آپ کو ممکنہ نقصان سے بچانے کے لیے غیر مسلموں کے ساتھ دوستانہ تعلقات

رکھیں۔ اس وقت، اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش کرنے والے غیر مسلموں کے ساتھ قریبی تعلقات استوار کرنا خاص طور پر خطرناک تھا، کیونکہ یہ افراد اہم معلومات اکٹھا کر سکتے تھے جو مسلم کمیونٹی کی مخالفت میں ان کی مدد کر سکیں۔

مجموعی طور پر قرآن پاک واضح طور پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے دوستی کرنے سے منع نہیں کرتا۔ باب 60 الممتحنہ، آیت 8

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے، ان کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

مذکورہ آیت مسلمانوں کو ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے خبردار کرتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت سے دور کر دیتے ہیں۔ اس میں اسلامی اصولوں کے مطابق ملنے والی نعمتوں سے استفادہ کرنا ہے۔ لہذا یہ تنبیہ مسلمانوں اور غیر مسلم اصحاب دونوں کے لیے موزوں ہے۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4833 کی ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان اپنے دوستوں کے راستے پر چلنے کا رجحان رکھتا ہے، اپنے ساتھیوں سے مثبت اور منفی دونوں خصلتوں کو اپناتا ہے، اکثر اس کا احساس کیے بغیر۔ چنانچہ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے افراد کی صحبت حاصل کرے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیں۔

مزید برآں، ایک سچے مومن کی پہچان یہ ہے کہ تمام افراد کے ساتھ ان کے عقیدے سے قطع نظر مہربانی کی جاتی ہے۔ ایک سچا مومن دوسروں اور ان کے سامان کو زبانی یا جسمانی نقصان پہنچانے سے باز رہتا ہے جیسا کہ سنن نسائی نمبر 4998 کی ایک حدیث میں بتایا گیا ہے۔

صحت مند سماجی تعاملات کو برقرار رکھنے اور گہری دوستی قائم کرنے کے درمیان فرق کو پہچاننا بہت ضروری ہے۔ ایک گہری دوستی ہمیشہ ایک فرد پر اثر انداز ہوتی ہے، اکثر وہ اپنے دوست کے لیے پیار کی وجہ سے اپنے عقائد سے سمجھوتہ کرنے کا باعث بنتی ہے، جبکہ مثبت سماجی تعاملات اس گہرائی تک نہیں پہنچ پاتے۔ چنانچہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اچھے کردار کو اپنائیں اور ہر ایک کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آئیں، لیکن انہیں چاہیے کہ وہ ان لوگوں کے لیے گہری دوستی رکھیں جو انہیں سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں۔ صرف ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے یہ کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس، ایک غیر مسلم نادانستہ طور پر کسی مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بھٹکنے کی ترغیب دے سکتا ہے، خواہ اس کی نیت کچھ بھی ہو، کیونکہ اس کا اخلاقی ڈھانچہ ایک مسلمان سے مختلف ہے۔ جو چیز کسی غیر مسلم کے لیے قابل قبول سمجھی جائے وہ اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں ہو سکتی۔

باب 5 المائدة، آیت 5

“...اور (نکاح میں حلال ہیں) پاک دامن عورتیں مومنوں میں سے”

عام طور پر، ایک مسلمان کو ہمیشہ کامیاب شادی کے لیے موزوں ساتھی تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 5090 میں موجود ایک حدیث پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ متقی شریک حیات کا انتخاب ضروری ہے۔ یہ انتخاب اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے حقوق کو پورا کریں اور غلط کاموں سے پرہیز کریں، یہاں تک کہ غصے کے لمحات میں بھی، اپنے اعمال کے اثرات سے آگاہ ہونے کی وجہ سے۔ اس کے برعکس، جو لوگ تقویٰ کی کمی رکھتے ہیں وہ اکثر مصیبت کے وقت اپنے شریک حیات اور بچوں سے برا سلوک کرتے ہیں۔ یہ رویہ حالیہ برسوں میں مسلمانوں میں گھریلو تشدد میں اضافے کا ایک اہم عنصر ہے۔ مزید برآں، خوشی کے وقت بھی وہ جہالت کی وجہ سے اپنے ساتھی کے حقوق سے غافل ہو سکتے ہیں، جس کے خاتمے میں تقویٰ مدد کر سکتا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

مزید برآں، ایک متقی فرد عام طور پر دوسروں کے حقوق کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، خاص طور پر اپنے شریک حیات کے حقوق کو، بجائے اس کے کہ وہ اپنے حقوق پر زور دیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوسروں کے ساتھ ان کے سلوک کا جوابدہ بنائے گا، بجائے اس کے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے بارے میں پوچھے گا، دوسروں کے اعمال کی نہیں۔ اس کے برعکس، ایک کم پریزگار شخص اکثر صرف اپنے حقوق پر توجہ مرکوز کرتا ہے — وہ حقوق جو معاشرتی توقعات، رجحانات اور ذاتی خواہشات سے متاثر ہوتے ہیں، بجائے اس کے کہ اسلام کے اصولوں پر۔ نتیجے کے طور پر، انہیں اپنے رشتوں میں اطمینان حاصل کرنا مشکل ہو سکتا ہے، یہاں تک کہ اگر ان کا شریک حیات اسلام کے بتائے ہوئے حقوق کو پورا کرتا ہے۔ یہ ایک اہم وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کے فہم کی کمی اکثر ازدواجی تنازعات اور طلاقوں سے منسلک ہوتی ہے۔

باب 5 المائدہ، آیت 5

اور پاک دامن عورتیں مومنوں میں سے ہیں اور پاک دامن عورتیں ان میں سے جنہیں تم سے پہلے ”کتاب دی گئی تھی، جب تم نے انہیں ان کا مناسب معاوضہ دے دیا تھا، عفت کی خواہش رکھتے تھے“ نہ کہ حرام مباشرت اور نہ ہی محبت کرنے والے۔

یہ جائز ہے کیونکہ اہل کتاب مسلمانوں کے ساتھ مشترک عقائد رکھتے ہیں، جیسے کہ اللہ، برگزیدہ آسمانی کتابوں اور نبوت پر ایمان، دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے برعکس۔ تاہم، اس بات پر زور دینا بہت ضروری ہے کہ آیت یہ بتاتی ہے کہ اہل کتاب میں سے ایک عورت کو پاک دامن ہونا چاہیے یعنی اسے اپنے عقیدے کے اصولوں پر سختی سے عمل کرنا چاہیے، خواہ یہودیت ہو یا عیسائیت۔ عصری معاشرے میں، بہت سے لوگ ان مذاہب کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن وہ اپنے

اعمال پر کوئی حقیقی ایمان ظاہر نہیں کرتے، اپنے عقائد کی تعلیمات کو مجسم کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ ایسے افراد اس آیت میں بیان کردہ معیار پر پورا نہیں اترتے۔ اہل کتاب میں سے ایک پریزگار عورت کے اپنے عقائد کے درمیان مشترکات کو تسلیم کرنے پر اپنے شوہر کے مذہب اسلام کو قبول کرنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ اگر وہ کھلے ذہن کے ساتھ اسلام تک پہنچتی ہے اور اپنے شوہر کے ساتھ مل کر اسے تلاش کرتی ہے، تو وہ بالآخر اسلام کو حق کے طور پر دیکھ سکتی ہے اور اسے دل و جان سے قبول کر سکتی ہے۔ یہ تبدیلی کسی ایسے شخص کے لیے ممکن نہیں ہے جو محض اپنے مذہب پر عمل کیے بغیر اس پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مزید برآں، مسلم خواتین کو غیر مسلم مردوں سے شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ عام طور پر، چونکہ شوہر خاندان پر اختیار رکھتا ہے اس لیے ایک عقیدت مند یہودی یا عیسائی گھر پر اپنے مذہبی قوانین نافذ کرے گا، جو اس کی مسلمان بیوی کے عقائد کو خطرے میں ڈال سکتا ہے اور آئندہ نسلوں تک اسلامی اقدار کی ترسیل میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ یہ خطرہ اس وقت کم ہو جاتا ہے جب شوہر مسلمان ہو اور بیوی پاک دامن یہودی یا عیسائی ہو۔

اسلام کے کچھ عملی عناصر پر بحث کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ نے اسے داخلی ایمان کے ساتھ جوڑ دیا ہے تاکہ یہ ظاہر کیا جا سکے کہ اسلام کی تعلیمات پر عملی طور پر عمل کیے بغیر اسلام میں داخلی عقیدہ بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 5

اور جس نے ایمان کا انکار کیا اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں”
 “سے ہو گا۔

لہذا، کسی کو چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اطاعت کے ساتھ اپنے زبانی اعلان ایمان کی تائید کرے۔ درحقیقت، جیسا کہ آیت 5 میں اشارہ کیا گیا ہے، جو ایسا کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اپنے ایمان کو کھونے کے بڑے خطرے میں ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جو سورج کی روشنی کی طرح ضروری پرورش نہیں پاتا، فنا ہو جاتا ہے

اسی طرح کسی شخص کا ایمان بھی کم اور فنا ہو سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

مزید برآں، اسلام کے عملی پہلوؤں کو داخلی ایمان کے ساتھ ملا کر، اللہ تعالیٰ واضح کرتا ہے کہ کسی کے اعمال کی اہمیت صرف اسی صورت میں ہوگی جب وہ اسلامی تعلیمات، یعنی ہدایت کے دو منابع قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے جڑے ہوں گے۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، متبادل مذہبی علم پر عمل کرنا، خواہ اس سے مثبت اعمال حاصل ہوں، انسان کو ہدایت کے دو بنیادی ذرائع پر عمل کرنے سے روکے گا، جو کہ گمراہی کا باعث بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو بھی عمل ان دو منابع میں نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید برآں، دیگر مذہبی تعلیمات پر منحصر افراد کو ایسے عقائد اور طرز عمل اختیار کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں جو اسلامی اصولوں سے متصادم ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد قائم کرنا شروع کر دیتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، جیسا کہ یہ تصور کہ افراد یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کا فیصلہ کر سکتے ہیں، دو اہم رہنماؤں سے باہر کے ذرائع سے حاصل ہونے والی بصیرت کی بنیاد پر۔ لہذا، ایک مسلمان غیر دانستہ طور پر مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرتے ہوئے اپنا ایمان کھو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی بدعات میں مشغول ہونا جو ہدایت کے دو بنیادی ذرائع پر مبنی نہیں ہیں شیطان کے راستے پر چلنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

،اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو"
"بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

:اور باب 5 المائدہ آیت 5

اور جس نے ایمان کا انکار کیا اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں "سے ہو گا۔

باطنی ایمان کا ذکر کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ، پھر مومنوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایمان اور اعمال کے درمیان اہم تعلق پر دوبارہ زور دینے کے لیے اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو اعمال کے ساتھ کریں۔ باب 5 المائدة، آیت 6

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں اور اپنے بازوؤں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ۔

عام طور پر، فرض نمازوں کے قیام کے لیے ان کی تمام شرائط اور آداب کی پابندی کی ضرورت ہوتی ہے، بشمول ان کو وقت پر ادا کرنا۔ قرآن پاک مسلسل ان دعاؤں کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا سب سے اہم عملی اظہار ہے۔ مزید برآں، فرض نمازیں، جو دن بھر پھیلی ہوئی ہیں، روز قیامت کی مستقل یاد دہانی کا کام کرتی ہیں اور اس کی تیاری میں مدد کرتی ہیں فرض نماز کا ہر پہلو فطری طور پر قیامت سے جڑا ہوا ہے۔ نماز کے دوران کھڑے ہونے کا طریقہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اس فیصلہ کن دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے پیش ہوں گے۔ باب 83 المطففين، آیات 4-6

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جھکنے کا عمل ان بے شمار افراد کی ایک پُرجوش یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جنہیں قیامت کے دن اپنے زمینی وجود کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ناکامی پر تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 77 المرسلات، آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

یہ تنقید زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پوری طرح عمل کرنے میں ناکامی کو گھیرے ہوئے ہے۔ نماز کے دوران سجدہ کرنے کا عمل لوگوں کے لیے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے آنے والی دعوت کی یاد دہانی کا کام کرتا ہے۔ تاہم، وہ لوگ جنہوں نے اپنے زمینی وجود کے دوران، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں اس کے لیے مناسب طور پر سر تسلیم خم نہیں کیا، وہ قیامت کے دن اپنے آپ کو ایسا کرنے سے قاصر پائیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے "سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز کے دوران گھٹنے ٹیکنے کی پوزیشن سنبھالنا اس کرنسی کی ایک پُرجوش یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن اپنی حتمی قسمت کے بارے میں گھبراہٹ سے بھرا ہوگا۔ باب 45 الجثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو شخص ان باتوں کے ساتھ نماز کے قریب آئے گا وہ اپنی نماز کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا۔ نتیجتاً، یہ نمازوں کے درمیان وقفوں کے دوران اللہ تعالیٰ کی حقیقی فرمانبرداری کو آسان بنائے گا۔ باب: العنکبوت، آیت 29 45

“...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے”

یہ اطاعت ایک فرد کو عطا کی گئی نعمتوں کو اس طریقے سے استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2618 میں درج ایک حدیث میں متنبہ فرمایا ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان فرق فرض نمازوں سے غفلت میں ہے۔ ان دعاؤں کو نظر انداز کرنے والوں کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس زندگی کو چھوڑ دیں۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے کی طرح ہے جو پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے اعمال کے ذریعے رزق کی ضرورت ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے ضروری عناصر سے محروم پودا مرجھا جاتا ہے اور فنا ہو جاتا ہے اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی زوال پذیر ہو سکتا ہے اور بالآخر بجھ سکتا ہے اگر اس کی پرورش اطاعت کے عمل سے نہ کی جائے۔ یہ منظر نامہ سب سے بڑے نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

چونکہ اسلام ایک کامل ضابطہ حیات ہے یہ حالات کو مدنظر رکھتا ہے اور اس لیے ضرورت پڑنے پر رعایت دیتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 6

اور اگر تم ناپاکی کی حالت میں ہو تو اپنے آپ کو پاک کرو، لیکن اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم” میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے رابطہ کیا ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی تلاش کرو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو، اللہ تعالیٰ تم پر مشکل پیدا کرنا نہیں چاہتا۔

اسلام میں پائی جانے والی ہدایات، پابندیاں، الاؤنسز اور نصیحتیں لوگوں کو دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کی طرف لے جانے کے لیے بنائی گئی ہیں۔ ان کا مقصد افراد کی زندگیوں کو پیچیدہ کرنا نہیں ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 6

”اللہ تعالیٰ تمہارے لیے مشکل پیدا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔“

اگرچہ کوئی غلطی سے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کو آسانیوں کا تجربہ کرنا چاہتا تو وہ انہیں اپنی ہر خواہش کے پیچھے چلنے کی اجازت دے سکتا تھا، لیکن اس طرح کے طرز عمل کا نتیجہ حقیقی امن کا باعث نہیں بن سکتا۔ یہ انسانیت کی فطری فہم اور دور اندیشی کی وجہ سے ہے جو ان کے لیے حقیقی طور پر فائدہ مند ہے۔ ایک فرد کی زندگی میں بے شمار واقعات اس نکتے کو واضح کرتے ہیں، جہاں کچھ چیزوں کی خواہشات منفی نتائج کا باعث بنتی ہیں، اور دوسروں سے نفرت مثبت تجربات کا باعث بنتی ہے۔ بنیادی طور پر، تمام افراد ان بچوں سے مشابہت رکھتے ہیں جو اکثر نامناسب وقت میں نامناسب چیزوں کی خواہش کرتے ہیں، جیسا کہ نزلہ زکام کے دوران آئس کریم کی خواہش کے مترادف ہے۔ جس طرح ایک خیال رکھنے والے والدین بچے کی اپنی بھلائی کے لیے اس کی خواہشات کو پورا کرنے سے گریز کرتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس بات کا حتمی علم رکھتا ہے کہ ہر فرد کے لیے کیا بہتر ہے اور اس کے مطابق انہیں ہدایت کرتا ہے۔ صرف ان کی اطاعت: باب 2 البقرہ، آیت 216 اس کی ضرورت ہے۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

ایک اضافی مثال میں ایک طبیب شامل ہے جو ناقابلِ ذائقہ دوائیں اور ایک سخت غذا کی سفارش کرتا ہے۔ پہلی نظر میں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ معالج مریض پر سختی مسلط کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تاہم، ایک عقلی فرد اس بات کو تسلیم کرے گا کہ معالج کا اصل مقصد مریض کی مجموعی فلاح و بہبود کو فروغ دینا ہے۔ تجویز کردہ ادویات اور غذائی پابندیوں کا مقصد سکون کی کیفیت کو فروغ دینا ہے، بشرطیکہ مریض پیش کردہ رہنمائی پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو۔ امیر اور مشہور لوگوں کے طرز زندگی کا مشاہدہ کرنے سے، جو اکثر اپنی ہر خواہش میں مبتلا رہتے ہیں، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا ایک نمونہ ظاہر کرتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں، گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ذاتی خواہشات کے حصول میں حقیقی ذہنی سکون سے لطف اندوز ہوں۔ نہیں ملتا۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو انسانی نفسیات اور جسمانیات کی مکمل سمجھ ہے، اور اس کا ہمہ گیر علم وجود کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل — اسے یہ جاننے کے قابل بناتا ہے کہ ہر فرد کے لیے کیا فائدہ مند ہے۔ باب 42 اششورہ، آیت 27

اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ روئے زمین پر ظلم کر بیٹھتے لیکن "وہ جتنا چاہتا ہے نازل کرتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے باخبر اور دیکھنے والا ہے۔"

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ، کائنات کا واحد حاکم ہے اور خاص طور پر افراد کے روحانی دلوں کا ذہنی سکون کا ٹھکانہ ہے، اس لیے وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو سکون ملتا ہے اور کون نہیں۔ چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو ضائع کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، ان کو لازماً دونوں جگہوں میں مصائب، پریشانی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ممانعتیں مقرر کی گئی ہیں، ان کا تعلق صرف ان امور سے ہے جہاں نقصان کسی بھی ممکنہ فائدے سے نمایاں طور پر بڑھ جائے۔ ہر ممانعت کی حمایت متعدد سائنسی اور عقلی جوازوں

سے ہوتی ہے، جیسے شراب پر پابندی۔ اس طرح، اس کی ہدایات، پابندیاں، الاؤنسز اور نصیحتیں ہر فرد کے لیے بہترین راستے کی نمائندگی کرتی ہیں، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں دماغ اور جسم کی سکون کا باعث بنتی ہیں، خواہ ایسی سچائیاں ان لوگوں پر آسانی سے ظاہر نہ ہوں جو بے خبر اور کم نظر ہیں۔ باب 7 الاعراف، آیت 157

وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، ان پڑھ نبی، جسے وہ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا "پاتے ہیں، جو ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور ان کے لیے اچھی باتوں کو حلال کرتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور ان کے بوجھ اور طوق کو دور کرتا ہے جو ان کے "اوپر تھے۔

لہذا جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسلامی ضابطہ اخلاق کا مقصد ان کی نیتوں، قول و فعل کو صاف کرنا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں، وہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے لیے اس کا شکر ادا کرے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 6

اللہ کا ارادہ نہیں ہے کہ تم پر کوئی تنگی کرے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور تم پر اپنی "نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر گزار بنو۔

کسی کی نیت میں شکر ادا کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کرنا شامل ہے۔ کسی کی تقریر میں شکر گزاری میں وہ بات کرنا شامل ہے جو اچھی ہے یا خاموش رہنا۔ اور اپنے اعمال میں شکرگزاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا، اسے زیادہ ذہنی سکون ملے گا، کیونکہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی توازن حاصل کر لیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کرتے

ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھ لیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

”...اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہارے حق میں ضرور اضافہ کروں گا“

جب بھی کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممنوعات کے پیچھے موجود حکمتوں کو نہیں مانتا تو اسے ان بے شمار نعمتوں کو یاد کر کے اپنے آپ کو اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ باب 5 المائدہ، آیت 7

”...اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو تم پر ہے“

یہ یقینی بنائے گا کہ وہ مثبت رویہ اپنائیں، خاص طور پر جب وہ مشکلات کا سامنا کر رہے ہوں۔ یہ مثبت رویہ انہیں صبر اور شکر گزار رہنے میں مدد دے گا، کیونکہ ان کے پاس اب بھی بے شمار نعمتیں ہیں، چاہے وہ کسی مشکل میں کچھ کھو چکے ہوں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، شکر گزاری میں اپنی نیت، تقریر اور عمل کو درست کرنا شامل ہے تاکہ کوئی ان نعمتوں کو استعمال کر سکے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ صبر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ثابت قدمی سے عمل کرتے ہوئے الفاظ یا عمل کے ذریعے عدم اطمینان کا اظہار کرنے سے گریز کیا جائے اس یقین کے ساتھ کہ وہ اس بات کا انتخاب کرتا ہے جو ان کے لیے حتمی طور پر فائدہ مند ہو، اگرچہ یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

نتیجتاً ایک فرد جو ہر حال میں مناسب رویہ اختیار کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل تائید اور فضل حاصل ہوتا ہے جس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ہوتا ہے۔ یہ ہدایت صحیح مسلم نمبر 7500 میں درج ایک حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ، جب کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممنوعات کے پیچھے موجود حکمتوں پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو انہیں ہر حال میں اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور اس معاہدے کو یاد کرتے ہوئے جو انہوں نے اس کے ساتھ اس کی اطاعت کے لیے کیے تھے، جب انہوں نے اسلام کو اپنا عقیدہ اور طرز زندگی قبول کیا تھا۔ باب 5 المائدۃ، آیت 7

اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور اس کے عہد کو جو اس نے تم سے باندھا ہے جب تم نے کہا ”کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔“

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمان ہونے میں داخلی اعتقاد شامل ہے جس کی تائید اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بیرونی اعمال سے ہوتی ہے۔ چونکہ اسلام ان دونوں پہلوؤں پر محیط ہے، اس لیے جو شخص اسلام کو اپنے طرز زندگی کے طور پر اپنانے میں ناکام رہتا ہے، خاص طور پر زبانی طور پر اسلام پر ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد، وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ ایک بے ترتیب ذہنی اور جسمانی حالت کا تجربہ کریں گے اور ان کے رویے کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں اپنے رشتوں اور ذمہ داریوں کو غلط جگہ دیں گے، اور آخر کار قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ بنیں گے۔ اس طرز عمل کا نتیجہ دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی مادی آسائش کے مالک ہوں۔ باب 3 علی عمران، آیت 85

اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت "میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

درحقیقت یہ شخص اس دنیا سے جانے سے پہلے اپنا ایمان کھونے کے شدید خطرے میں ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے اعمال سے پرورش کی ضرورت ہے۔ اسی طرح جیسے سورج کی روشنی جیسے اہم غذائی اجزاء کے بغیر ایک پودا کیسے مر جائے گا، ایک فرد کا ایمان ختم ہو سکتا ہے اور مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے تعاون نہ کیا جائے۔

جیسا کہ آیت 7 میں اشارہ کیا گیا ہے، اس نتیجے سے بچنے کے لیے اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ کوئی شخص اپنے اسلام پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرتا ہے، انہیں مضبوط ایمان حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جس کی بنیاد تقویٰ ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 7

اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور اس کے عہد کو جو اس نے تم سے باندھا ہے جب تم نے کہا ”کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور اللہ سے ڈرو۔“

مضبوط ایمان بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ افراد کو ہر طرح کے حالات میں، خواہ وہ سازگار ہوں یا منفی، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس پختہ ایمان کی آبیاری قرآن پاک میں موجود واضح دلائل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطالعہ اور عمل سے ہوتی ہے جو اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے دونوں جہانوں میں سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی تعلیمات سے آگاہی نہیں رکھتے وہ کمزور ایمان کے حامل ہوں گے اور جب بھی ان کی خواہشات اس کے احکام سے ٹکرا جائیں گی تو وہ اللہ کی نافرمانی کا شکار ہو جائیں گے، یہ نہ سمجھنے کی وجہ سے کہ ذہنی سکون صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ پس یہ ضروری ہے کہ اسلامی علم کے حصول اور

عمل کے ذریعے یقین کا یقین حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو مستقل طور پر برقرار رکھا جائے۔ اس میں اسلامی اصولوں کے مطابق ان پر عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرنا، اس طرح متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے دونوں جہانوں میں سکون کو یقینی بنانا اور اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں کو مناسب طور پر ترجیح دینا شامل ہے۔ مزید برآں، ایمان کی اونچی سطح ایک فرد کی صلاحیت کو بڑھاتی ہے کہ وہ ان چیلنجوں کے اندر موجود حکمت کو سمجھ سکے۔ مثال کے طور پر، پختہ ایمان والا یہ تسلیم کرتا ہے کہ صبر کے ساتھ آزمائشیں برداشت کرنے سے اس کے چھوٹے گناہوں کی بخشش ہو سکتی ہے، جیسا کہ امام بخاری کی ادب المفرد نمبر 492 کی ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ آخر کار، اللہ کے سامنے صبر کی مشق کرنے سے بہتر ہے کہ کسی کی معمولی غلطیوں کو معاف کر دیا جائے۔ قیامت کے دن ان پر بوجھ ہو گا۔ مزید برآں، مضبوط ایمان اس بات کو سمجھتا ہے کہ زندگی کی آزمائشوں کے ایک حصے میں یہ تسلیم کرنا شامل ہے کہ بعض چیلنجوں کے پیچھے حکمت کسی کی زندگی کے دوران پوری طرح سے ظاہر نہیں ہو سکتی۔

:باب 5 المائدة، آیت 7

اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور اس کے عہد کو جو اس نے تم سے باندھا ہے جب تم نے کہا” کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور اللہ سے ڈرو۔

جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مضبوط ایمان اور تقویٰ کے حصول کا ایک پہلو صحیح طور پر اسلامی علم کو سننا ہے تاکہ یہ مستقبل میں کسی کے طرز عمل اور اعمال پر اثر انداز ہو۔ اسلامی علم کے حصول کے تناظر میں مؤثر سمعی پروسیسنگ کے لیے اس بات کو یقینی بنانے کے لیے توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے کہ معلومات موصول اور سمجھی جائیں۔ افراد کو علم پر غور و فکر کرنے اور اپنے سابقہ رویوں سے اس کی مطابقت کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ مزید برآں، انہیں مستقبل میں زیر بحث علم کو لاگو کرنے کے طریقوں پر غور کرنا چاہیے اور اسے اپنی روزمرہ کی زندگی میں سنجیدگی سے ضم کرنا چاہیے۔ باب 5 المائدة، آیت 7

اور اس کا عہد جس کے ساتھ اس نے تم سے باندھا تھا جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور اللہ سے ڈرو۔

جو لوگ ان مراحل پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں انہوں نے الہی تعلیمات کو درست طریقے سے نہیں سمجھا اور اس کے نتیجے میں وہ اپنی زندگیوں میں ان کا اطلاق نہیں کریں گے۔ لیکچرز کے ذریعے اسلامی معلومات تک رسائی کے باوجود مسلمانوں میں طرز عمل میں تبدیلی کی کمی کا ایک اہم عنصر ان کی توجہ سے سننے میں ناکامی ہے۔ بہت سے لوگ غلطی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف اسلامی تعلیمات کو سننا ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کافی ہے، یہاں تک کہ ان تعلیمات کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں شامل کرنے کا حقیقی ارادہ نہ ہو۔ لہذا اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ صحیح طریقے سے اسلامی علم کو سنیں تاکہ یہ ان کے ارادوں، قول اور فعل پر مثبت انداز میں اثر انداز ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا دونوں جہانوں میں جوابدہ ہوگا۔ باب 5 المائدہ، آیت 7:

”بے شک اللہ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔“

جب کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرتا ہے، تو وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرے گا جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ مشق ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی توازن کی ضمانت دیتی ہے، جو افراد کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طریقے سے پوزیشن میں رکھ سکیں اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کر سکیں۔ ایسا طرز عمل آخر کار دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ، ان کا طرز عمل اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنائے گا، چاہے ان کی خواہشات کے خلاف ہوں۔ لوگوں کے حقوق کی تکمیل سے معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کو یقینی بنایا جائے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 8:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے لیے ثابت قدم رہو، انصاف پر گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل کرنے سے نہ روکے، انصاف کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو۔

اس کے علاوہ، جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اور اپنے اعمال کے نتائج سے ڈرتا ہے، وہ لوگوں پر ظلم کرنے سے بچ جائے گا، کیونکہ وہ صحیح طور پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ دنیا یا آخرت میں اس کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا مسلمان جانتا ہے کہ اگر وہ لوگوں پر ظلم کرے گا تو قیامت کے دن انصاف ہو گا۔ مجرم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے نیک اعمال کو اپنے متاثرین کے حوالے کرے، اور اگر ضرورت ہو تو، اپنے متاثرین کی خطاؤں کو قبول کرے گا۔ اس کے نتیجے میں ممکنہ طور پر مجرم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 6579 میں درج ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے۔ لہذا یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ 6579 معاشرے میں انصاف اور امن اس وقت تک نہیں پھیل سکتا جب تک کہ انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنے اعمال کے نتائج سے نہ ڈرے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ لوگوں پر آسانی سے ظلم کرے گا جب بھی اسے یقین ہو کہ وہ دنیاوی حکام جیسے کہ پولیس سے بچ سکتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا دوسروں پر ظلم کرنے سے بچتا ہے، یہاں تک کہ جب اسے یقین ہو جائے کہ وہ دنیاوی حکام سے بچ سکتے ہیں، کیونکہ وہ پختہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ باب 5 المائدۃ، آیت 8:

”اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔“

ایک پرامن اور انصاف پسند معاشرے کے حصول کے لیے ایک اچھا اور منصفانہ قانون اور اللہ تعالیٰ کا خوف دونوں کی ضرورت ہے، یہ دونوں ہی اسلام پوری طرح فراہم کرتا ہے۔ باب 5 المائدۃ، آیت 8:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے لیے ثابت قدم رہو، انصاف پر گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل کرنے سے نہ روکے، انصاف کرو، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ "سے ڈرو۔"

تاریخ واضح طور پر بتاتی ہے کہ کس طرح انصاف اور امن ان معاشروں میں پھیل گیا جنہوں نے اسلامی تعلیمات کو صحیح طریقے سے نافذ کیا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ پر امن اور انصاف پسند معاشرہ چاہتے ہیں وہ آج بھی اسلام اور اس کی تعلیمات پر تنقید کرتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اپنی زندگی میں سکون حاصل کر سکیں اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر درست طریقے سے جگہ دیں اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کے ذریعے معاشرے میں عدل و انصاف کو پھیلانے کا باعث بنیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کاملیت کا تقاضا نہیں کرتا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی کوشش کرتے ہوئے جو بھی غلطی سرزد ہوتی ہے وہ اس وقت تک معاف کر دی جاتی ہے جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ کرے۔ باب 5 المائدہ، آیت 9:

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لیے بخشش اور بڑا ”اجر ہے۔“

سچی توبہ میں جرم کا سامنا کرنا، دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اس کے ساتھ کسی ایسے فرد سے بھی جن کو نقصان پہنچا ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ اس کے لیے ایک مخلصانہ عزم کی ضرورت ہے کہ وہ اسی یا اس سے متعلقہ خطاؤں کو دہرانے سے باز رہیں اور اللہ تعالیٰ اور ساتھی مخلوقات سے سرزد ہونے والی غلطیوں کی اصلاح کریں۔ مزید برآں، اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وفاداری کے ساتھ اطاعت پر قائم رہنا چاہیے۔

لیکن جو لوگ ایمان لانے میں ناکام رہتے ہیں یا عمل کے ساتھ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، لوگ اپنے آپ کو ایک انتشار کی ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے اور وہ اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں کو غلط طریقے سے سنبھال لیں گے، جو بالآخر قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری کو متاثر کرے گا۔ یہ ہنگامہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی دنیاوی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔ اس کے علاوہ ان کا طرز عمل انہیں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روک دے گا جس سے معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کو روکا جائے گا۔ چونکہ قیامت کے دن عدل قائم ہو گا اور ہر شخص کو اس کی نیت، قول اور فعل کا جوابدہ ہونا پڑے گا، اس لیے اس کا طرز عمل دونوں جہانوں میں مصیبت، مشکلات اور عذاب کا باعث بنے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 10

”لیکن جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ جہنم کے ساتھی ہیں۔“

آخر میں، چونکہ تمام مخلوقات کی ملکیت اور حکومت مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی ہے، اس لیے افراد اس کے احکام پر عمل کرنے پر مجبور ہیں۔ جس طرح کسی قوم کی حکومت کے قائم کردہ قوانین کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اسی طرح مالک کائنات کے احکام کو نظر انداز کرنے سے اس کی زندگی اور آخرت دونوں میں پریشانی ہوگی۔ اگرچہ کوئی شخص کسی ملک کو چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے اگر وہ اس کے ضوابط سے متفق نہ ہوں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت سے نہیں بچ سکتا اور نہ ہی وہ کسی ایسے ملک میں پناہ پا سکتا ہے جہاں اس کا اختیار غالب نہ ہو۔ اگرچہ افراد معاشرتی اصولوں کو بدلنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وضع کردہ الہی قوانین میں ترمیم نہیں کر سکتے۔ مزید برآں، ایک ایسے گھر کے مالک کی طرح جو بیرونی اختلاف سے قطع نظر اپنی رہائش کے قوانین کو قائم کرتا ہے، کائنات صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جو انسانی منظوری سے قطع نظر اپنے قوانین کا تعین کرتا ہے۔ اس طرح ان الہی ضابطوں کی تعمیل اپنے فائدے کے لیے ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ خوشی سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کریں گے اور ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد کے پاس اختیار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھیں، اپنے اور معاشرے کے لیے ان کے فوائد کو پہچانیں جو بالآخر دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دیتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے اور اسلامی

تعلیمات کو مسترد کرنے کا انتخاب کرسکتے ہیں۔ تاہم، اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرنے والوں کو، دونوں جہانوں میں اپنے فیصلوں کے اثرات کے لیے خود کو تیار کرنا چاہیے، کیونکہ اختلاف، احتجاج یا شکایت ان کو احتساب سے بری نہیں کرے گی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

جب تک کوئی سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، وہ ہر حال میں خدا کی حفاظت اور ذہنی سکون کے ساتھ سفر کرے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 11

اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کے اس احسان کو جو تم پر ہے جب ایک قوم نے تم پر ہاتھ پھیلانے کا ارادہ کیا لیکن اللہ نے ان کے ہاتھ تم سے روک لیے اور اللہ سے ڈرو۔

اور ج 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ یہ الہی تحفظ انسانی خواہشات کے مطابق نہیں ہے۔ اس کے بجائے یہ اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم اور حکمت کے زیر انتظام ہے۔ نتیجتاً، یہ الہی تحفظ افراد کے لیے سب سے زیادہ سازگار لمحے اور اس طریقے سے ظاہر ہوتا ہے جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے، چاہے یہ ان پر آسانی سے ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مستقل طور پر عمل پیرا رہنا ضروری ہے، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ اس طرح کی اطاعت آخر کار دنیا اور آخرت دونوں میں سکون اور کامیابی کا باعث بنے گی، چاہے یہ ان پر فوری طور پر ظاہر ہو یا نہ ہو۔ اس پابندی کے لیے ان نعمتوں کے صحیح استعمال کی ضرورت، باب 5 المائدہ ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔
آیت 11:

”اور اللہ سے ڈرو اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔“

عام طور پر اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق جو وسائل عطا کیے ہیں اس کا استعمال کیا جائے اور ساتھ ہی یہ قبول کرنا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے سب سے زیادہ سازگار نتائج کا تعین کرے گا، خواہ وہ اپنے فیصلوں کے پیچھے عقلیت کو سمجھتے ہوں۔ مثال کے طور پر، بیماری میں مبتلا فرد کو جائز طبی علاج تلاش کرنا چاہئے اور پھر اپنے علاج کے نتائج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی پسند کے آگے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا اپنے اختیار میں موجود وسائل کو نظر انداز کرنے کے مترادف نہیں ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 11

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اس نعمت کو اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے تم پر ہاتھ پھیلانے کا ارادہ کیا، لیکن اللہ نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے، اور اللہ سے ڈرو، اور مومنوں کو اللہ ہی پر "بھروسہ کرنا چاہیے۔"

یہ آیت لوگوں کو تاریخ اور اپنے اردگرد کے واقعات کا مشاہدہ کرنے کی ترغیب دیتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ پر ان کے ایمان اور توکل کو مضبوط کیا جا سکے۔ قرآن پاک میں بہت سے ایسے واقعات کا ذکر ہے جب لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کیا جس کے نتیجے میں انہیں دونوں جہانوں میں نقصان اٹھانا پڑا۔ قرآن پاک میں بہت سی ایسی مثالیں بھی بیان کی گئی ہیں جب لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے ہوئے ان نعمتوں کا صحیح استعمال کیا جو انہیں عطا کی گئی تھیں اور اس کے نتیجے میں انہیں دونوں جہانوں میں، حتیٰ کہ سنگین حالات میں بھی ذہنی سکون نصیب ہوا۔ تاریخ کے ان واقعات اور ان کے اردگرد رونما ہونے والے ان واقعات کا جتنا زیادہ مطالعہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اور اس کے وعدوں پر ان کا ایمان اتنا ہی مضبوط ہوتا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پر جس کا ایمان اور بھروسہ جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہی وہ اس کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اس کی اطاعت کرے گا۔ یہ نقطہ نظر افراد کو ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد دے گا اور انہیں اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں کو مناسب طور پر ترجیح دینے کی اجازت دے گا جب کہ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کر رہے ہیں۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ باب 5 المائدة، آیت 11

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اس نعمت کو اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے تم پر ہاتھ پھیلانے کا ارادہ کیا، لیکن اللہ نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے، اور اللہ سے ڈرو، اور مومنوں کو اللہ ہی پر "بھروسہ کرنا چاہیے۔"

آخر میں، یہ ضروری ہے کہ ایسی خود غرض ذہنیت کو اپنانے سے گریز کیا جائے جو صرف اپنی زندگی اور ذاتی چیلنجوں پر مرکوز ہو۔ اس طرح کا نقطہ نظر فرد کو عام تاریخ اور ان کے اپنے تجربات کے ساتھ اپنے آس پاس کے لوگوں کے حالات سے قیمتی سبق سیکھنے سے روک سکتا ہے۔ ان چیزوں سے بصیرت حاصل کرنا کسی کے رویے کو بڑھانے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے روکنے کا ایک اہم طریقہ ہے، جو بالآخر سکون کے احساس کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مندوں اور مشہور لوگوں کا مشاہدہ کرنا جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کو ضائع کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں تناؤ، ذہنی صحت کے مسائل، مادوں کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات — ان کے لطف اور عیش و آرام کے لمحات کے باوجود — دوسروں کے لیے ایک سبق کا کام کرتا ہے۔ یہ واضح کرتا ہے کہ حقیقی ذہنی سکون مادی املاک اور خواہشات کو پورا کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح، ایک بیمار شخص کی جدوجہد کو دیکھنے سے اپنی صحت کے لیے شکر گزاری کی تحریک پیدا کرنی چاہیے اور اس کے ضائع ہونے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ نتیجتاً، اسلام مسلمانوں کو مسلسل یہ تاکید کرتا ہے کہ وہ اپنے اردگرد کی دنیا کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعلق کو فروغ دینے کے لیے خود کو جذب کرنے کی بجائے بیداری کی ذہنیت کو پروان چڑھائیں۔ باب 47 محمد، آیت 10

”کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی اور دیکھا کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“

﴿ وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا وَقَالَ
 اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي
 وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ
 وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ
 مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴾ (١٢)

فِيمَا نَقَضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ
 مَوَاضِعِهِ، وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ، وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ
 فَأَعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴾ (١٣)

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا
 بِهِ، فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا
 كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴾ (١٤)

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ
 تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ
 نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ﴾ (١٥)

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ
الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٦﴾
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ مِنَ
اللَّهِ شَيْئًا إِنِ ارَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ، وَفَمَن فِي الْأَرْضِ
جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّوْهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ
بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِر لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنُ
بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَنْقُومِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ
وَجَعَلَ لَكُم مَّلُوكًا وَآتَاكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٠﴾

يَنْقُومِ اذْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا
خَاسِرِينَ ﴿٢١﴾

قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِن يَخْرُجُوا
مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ ﴿٢٢﴾

قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنِعْمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا أَدْخِلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا
دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٣﴾

قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَتِلَا إِنَّا هَاهُنَا
قَاعِدُونَ ﴿٢٤﴾

قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٥﴾
قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ
الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾

اور اللہ نے بنی اسرائیل سے پہلے ہی عہد لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے اور
اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر
ایمان لاؤ اور ان کی حمایت کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو تو میں ضرور تم سے تمہاری برائیاں
دور کر دوں گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ لیکن
"تم میں سے جس نے اس کے بعد کفر کیا وہ یقیناً راہ کی درستگی سے بھٹک گیا۔"

پس ہم نے ان کے عہد شکنی کی وجہ سے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ وہ الفاظ
کو اپنی جگہوں سے توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور اس کا ایک حصہ بھول جاتے ہیں جس کی
انہیں یاد دلائی گئی تھی۔ اور تم ان میں سے چند ایک کو چھوڑ کر ان میں دھوکہ دہی دیکھو گے۔
لیکن ان کو معاف کر اور [ان کی بد اعمالیوں کو] نظر انداز کر۔ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے
محبت کرتا ہے۔

اور جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں ہم نے ان سے عہد لیا۔ لیکن وہ اس کا ایک حصہ بھول گئے جس کی انہیں یاد دلانی گئی تھی۔ پس ہم نے ان کے درمیان قیامت تک دشمنی اور بغض پیدا کر دیا۔ اور اللہ انہیں بتانے والا ہے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو تم پر بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے جو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے چشم پوشی کرتے تھے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آئی ہے۔

جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی خوشنودی کے پیچھے چلتے ہیں سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

انہوں نے یقیناً کافر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہے۔ کہو کہ پھر اللہ کو کون روک سکتا ہے اگر وہ مسیح ابن مریم کو یا اس کی ماں کو یا زمین پر رہنے والے تمام لوگوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہو؟ اور اللہ ہی کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

لیکن یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے فرزند اور اس کے محبوب ہیں۔ کہو پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم انسان ہو ان میں سے جن کو اس نے پیدا کیا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے اور اسی کی طرف (آخری منزل ہے۔

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے تاکہ تم پر پیغمبروں کی مدت [معطلی] کے بعد واضح کر دے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ لیکن تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آیا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم میں سے نبی بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا جو تمام جہانوں میں کسی کو نہیں دیا۔

اے میری قوم، اس بابرکت سرزمین [یروشلم] میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے مختص کی "ہے اور) اللہ کی راہ میں لڑنے سے (پیچھے نہ ہٹو اور نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ۔

انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ اس کے اندر ایک ظالم قوم ہے اور ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اسے نہ چھوڑیں اور اگر وہ اسے چھوڑ دیں تو ہم داخل ہوں گے۔

ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جو ڈرتے تھے جن پر اللہ نے احسان کیا تھا کہ ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ کیونکہ جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے تو تم غالب ہو جاؤ گے اور اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو۔

انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ اس میں ہیں پس تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو ہم یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

موسیٰ نے کہا اے میرے رب میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کوئی اختیار نہیں رکھتا تو ہمیں نافرمان لوگوں سے الگ کر دے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر ان پر چالیس سال تک حرام ہے جس میں وہ سرزمین میں سرگرداں رہیں گے پس تم نافرمان لوگوں پر غم نہ کرو۔

مسلمانوں کو خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دینے کے بعد، پچھلی آیات میں، اللہ تعالیٰ نے انہیں خبردار کیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے نقش قدم پر نہ چلیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 12

اور اللہ نے بنی اسرائیل سے پہلے ہی عہد لے رکھا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے ”تھے۔“

چونکہ بنی اسرائیل قبائلیت اور ذاتوں میں غرق قوم تھے، اس لیے وہ ایک رہنما کے ماتحت متحد نہیں ہوں گے اور اسی وجہ سے ان کے قبیلوں سے بارہ سرداروں کا انتخاب کیا گیا۔ مسلمانوں کو ایسی ذہنیت کو اپنانے سے گریز کرنا چاہیے جس کی جڑیں قبائلیت اور ذات پات میں ہیں کیونکہ یہ صرف ان کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور انہیں اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ وہ اپنے قبیلے کی وفاداری کو باقی تمام چیزوں پر ترجیح دیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی وفاداری۔ اس سے ایک قوم پرستی کا رویہ پیدا ہوتا ہے جس کے تحت انسان صرف اپنے قبیلے یا ملک میں ان لوگوں کی پرواہ کرتا ہے، حالانکہ صحیح مسلم نمبر 6586 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک جسم کے طور پر بیان کیا ہے، قطع نظر اس کے کہ دنیاوی چیزیں جو ان میں امتیاز کرتی ہیں، جیسے کہ نسلی یا سماجی طبقہ۔ قوم پرستی لوگوں کے حقوق کو پورا کرنے سے روکتی ہے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ان چیزوں میں تعاون کرنے سے روکتی ہے جو فائدہ مند اور اچھی ہوں۔ اس کے بجائے، قوم پرستی اپنے لوگوں کے ساتھ اندھی وفاداری کو ہوا دیتی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بھی، اور تفرقے کو فروغ دیتی ہے، تاکہ لوگ دوسروں کے ساتھ امتیازی سلوک کریں جو ان کے قبیلے یا قوم سے نہیں ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قبائلی رویہ اختیار کرنے سے گریز کریں اور اس کے بجائے اپنی وفاداری کو سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اپنے پس منظر سے قطع نظر اللہ، عالی اور لوگوں کے حقوق کو پورا کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی رویہ تھا اور دوسرے قبیلوں اور قوموں کے مقابلے تعداد میں کم ہونے کے باوجود ان کی طاقت کا ایک بڑا سبب تھا۔ اور دوسروں کے ساتھ امتیازی سلوک سے بچنے کے لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ برتری دنیاوی چیزوں میں نہیں ہے، جیسے کہ نسل، جنس، سماجی طبقہ، بلکہ اس میں مضمر ہے کہ کتنا خلوص دل سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

اے لوگو، بیشک ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ”
تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں
سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

جنس، نسل اور سماجی طبقے سمیت افراد کی تشخیص کے لیے دیگر تمام معیارات کی کوئی اہمیت
نہیں ہے اور مسلمانوں کو نظر انداز کیا جانا چاہیے۔ دوسری صورت میں، وہ مسلم کمیونٹی کے اندر
نسل پرستی اور تقسیم کو فروغ دے سکتے ہیں۔ یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ چونکہ کسی کے
ارادے دوسروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں، اس لیے افراد صرف بیرونی طرز عمل کی بنیاد پر دوسروں
کو برتر نہیں سمجھ سکتے۔ نتیجتاً، انہیں اپنی یا دوسروں کی حیثیت کا دعویٰ کرنے سے گریز کرنا
چاہیے، کیونکہ تمام افراد کی نیتوں، قولوں اور افعال کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ باب 53 عن
نجم، آیت 32

“پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ٹرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی حمایت اور مسلسل مدد کی ضمانت دی ہے جب تک کہ وہ اس پر
ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرتے رہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 12

اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو گے اور میرے
رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو میں تم سے تمہاری
برائیاں ضرور دور کر دوں گا۔

یہی ضمانت امت مسلمہ کو دی گئی ہے، جس طرح ان سے پہلے تمام امتوں کو دی گئی تھی۔ لیکن جس طرح پچھلی امتوں میں سے بہت سی بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل نہیں کی تھی جس طرح وہ اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام رہے، نہ مسلمانوں کو۔ باب 3 علی عمران، آیت 139

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

:اور باب 5 المائدہ، آیت 12

...اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو

فرض نمازوں کے قیام کے لیے ان کی مکمل شرائط و آداب بشمول بروقت ادا کرنا ضروری ہے۔ قرآن پاک میں اس عمل پر کثرت سے زور دیا گیا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر کسی کے ایمان کے سب سے نمایاں عملی مظاہرے کے طور پر کام کرتا ہے۔ مزید برآں، فرض نمازیں، جو پورے دن میں تقسیم کی جاتی ہیں، قیامت کے دن کی مسلسل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں اور اس کے لیے عملی تیاری میں سہولت فراہم کرتی ہیں، فرض نماز کا ہر مرحلہ یوم آخرت سے باطنی طور پر جڑا ہوا ہے۔ نماز کے دوران سیدھے کھڑے ہونے کی کرنسی اس بات کی علامت ہے کہ کس طرح کوئی شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرے گا۔ باب 83 المطفین، آیات 4-6

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جھکنے کا عمل ان بے شمار افراد کی ایک پُرجوش یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جنہیں قیامت کے دن اپنے زمینی وجود کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ناکامی پر تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 77 المرسلات، آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

یہ تنقید زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پوری طرح عمل کرنے میں ناکامی کو گھیرے ہوئے ہے۔ نماز کے دوران سجدہ کا عمل قیامت کے دن تمام افراد کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کے لیے آخری پکار کی یاد دہانی کا کام کرتا ہے۔ تاہم، وہ لوگ جنہوں نے اپنے زمینی وجود میں اس کے لیے مناسب طریقے سے سجدہ کرنے سے غافل رہے — ایک ایسا عمل جو زندگی کے تمام شعبوں میں اس کی مرضی کی اطاعت کا تقاضا کرتا ہے — وہ قیامت کے دن اپنے آپ کو ایسا کرنے سے قاصر پائیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز کے دوران گھٹنے ٹیکنے کی پوزیشن سنبھالنا اس کرنسی کی ایک پُرجوش یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن اپنی حتمی قسمت کے بارے میں گھبراہٹ سے بھرا ہوگا۔ باب 45 الجاثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹتے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو شخص ان باتوں کے ساتھ نماز کے قریب آئے گا وہ اپنی نماز صحیح ادا کرے گا۔ نتیجتاً، اس سے نمازوں کے درمیان وقفوں کے دوران اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت میں آسانی ہوگی۔ باب 29 العنکبوت: آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

یہ اطاعت ایک فرد کو عطا کی گئی نعمتوں کو اس طریقے سے استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2618 میں درج ایک حدیث میں متنبہ فرمایا ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان فرق فرض نمازوں سے غفلت میں ہے۔ جو لوگ ان دعاؤں سے غفلت برتتے ہیں انہیں اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہونے کا اندیشہ ہونا چاہیے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے کی مانند ہے جو پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے اعمال کے ذریعے رزق کی ضرورت پیش کرتا ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسی ضروری غذائیت سے محروم ایک پودا مرجھا جاتا ہے اور فنا ہو جاتا ہے اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی زوال پذیر ہو سکتا ہے اور بالآخر اس کی موت ہو سکتی ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے بڑے نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

”اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

مطلوبہ خیراتی تعاون کسی شخص کی مجموعی آمدنی کے صرف ایک چھوٹے سے حصے کی نمائندگی کرتا ہے اور صرف اس وقت دیا جاتا ہے جب ایک خاص حد تک پہنچ جائے۔ اس واجب صدقہ کا ایک اہم مقصد مسلمانوں کو یاد دلانا ہے کہ ان کا مال ان کا ہے۔ دوسری صورت میں، وہ اسے استعمال کرنے کے لیے آزاد ہوں گے جیسا کہ وہ چاہیں گے۔ یہ دولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تخلیق اور تحفہ ہے اور اس کا استعمال اس کے حکم کے مطابق ہونا چاہیے۔ بنیادی طور پر حاصل ہونے والی ہر نعمت ایک عارضی قرض ہے جو اس کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کو واپس کرنا ضروری ہے۔ یہ ادائیگی اس وقت ہوتی ہے جب لوگ ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہیں جو اللہ کو خوش کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اس ضروری حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور ان نعمتوں پر عمل کرتے ہیں، بشمول ان کے مال، مکمل طور پر ان کے ہیں۔ اس طرح ان کے واجب صدقہ کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ ان کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ زمینی قرضوں پر نابدندہ ہیں۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ اپنے واجب صدقات کو صدقہ نہیں کرتے ان کو ایک خوفناک زہریلے سانپ کا سامنا کرنا پڑے گا جو انہیں قیامت کے دن مسلسل ڈستا رہے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس سے باز رہنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے، قیامت کے دن ان کی گردنوں میں وہ چیز گھیرے گی جس سے انہوں نے روک رکھا تھا۔“

اس دنیا میں جو مال لوگ واجب صدقہ دینے میں ناکام رہتے ہیں وہ آخرکار ان کی اپنی پریشانیوں اور تکلیفوں کا باعث بنتے ہیں کیونکہ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کا حقدار دعویٰ رکھتا ہے جو انہیں حاصل ہوئی ہیں۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:باب 5 المائدة، آیت 12

اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی حمایت کرو۔

بنی اسرائیل بعض انبیاء علیہم السلام کو قبول کریں گے اور بعض کا انکار اپنی خواہشات کی بنا پر کریں گے۔ باب 2 البقرہ، آیت 87

لیکن کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس آیا وہ لے کر جس کی تمہاری خواہش "نہ تھی، تم نے تکبر کیا اور ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم نے قتل کیا۔

مسلمان اپنی خواہشات کے مطابق یہ چن کر اور منتخب کر کے اسی طرح کا برتاؤ کر سکتے ہیں کہ کب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اور کب ان کو نظر یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اسلام طرز عمل کے لیے ایک جامع فریم ورک تشکیل انداز کرنا ہے۔ دیتا ہے جس کا اطلاق زندگی کے تمام پہلوؤں اور ہر صورت حال میں مستقل طور پر ہونا چاہیے۔ نتیجتاً، اسے ایک ایسا سامان نہیں سمجھا جانا چاہیے جسے ذاتی خواہشات کی بنیاد پر عطیہ یا ضائع کیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ اس طریقے سے کام کرتے ہیں وہ محض اپنی خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں، خواہ وہ کوئی بھی مخالفانہ دعویٰ کیوں نہ کریں۔ باب 25 الفرقان، آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

اس لیے اس طرح کے برتاؤ سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ صرف ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا باعث بنتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، لوگ اپنے آپ کو ایک انتشار کی ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے اور وہ اپنی زندگی کے اندر اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں کو غلط طریقے سے سنبھال لیں گے، جو بالآخر قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری کو نقصان پہنچائے گا۔ یہ ہنگامہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی دولت سے لطف اندوز ہوں۔

:باب 5 المائدة، آیت 12

اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی حمایت کرو۔

انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ان کے طرز زندگی، افعال اور تعلیمات کو فعال طور پر نقل کرے جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مثالی طرز عمل کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم نمونے سے نمایاں اور بلند کیا گیا ہے۔ لہذا، افراد کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ ان کی زندگی، تعلیمات اور اخلاقی کردار کا تندہی سے مطالعہ اور ان پر عمل کر کے اس پر ایمان کے اپنے زبانی اثبات کو مضبوط کریں۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

اور باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اور باب 59 الحشر، آیت 7

اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔

لہذا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور احترام کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی تعلیمات اور کردار کے مطابق زندگی گزارنا ان زبانی دعووں کے منافی ہے۔ جس طرح لوگ قیامت کے دن اس کی شفاعت چاہتے ہیں اسی طرح انہیں اس موقع سے بھی ہوشیار رہنا چاہئے کہ اگر وہ اس کی روایات اور قرآن کریم میں موجود رہنمائی کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش نہ کریں تو اس دن وہ ان کے خلاف گواہی دے سکتا ہے۔ باب 25 الفرقان، آیت 30

"اور رسول نے کہا ہے کہ اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

مسلمان واحد گروہ ہے جس نے قرآن پاک کو قبول کیا اور اسے قبول کیا، جب کہ غیر مسلموں نے اسے ترک نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اسے شروع میں کبھی قبول نہیں کیا۔ علمی تشریح کی ضرورت کے بغیر یہ بات واضح ہے کہ اس مسلمان کا کیا انجام ہو گا جس کے خلاف قیامت کے دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت حاصل کرنے کے لیے، قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی کا سامنا کرنے کے بجائے، لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیمات اور اس کی روایات کا دل سے مطالعہ اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ عزم انہیں عطا کردہ نعمتوں کو اس طرح استعمال کرنے کی اجازت دے گا جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، جس سے دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ہو۔ مزید برآں، صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور احترام کا اظہار، آپ کے کردار اور طرز عمل کی عکاسی کیے بغیر، اسلام میں بے معنی ہے۔ پوری تاریخ میں قوموں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا دعویٰ کیا ہے لیکن ان کی تعلیمات پر عمل نہ کرنا انہیں آخرت میں ان کے ساتھ متحد ہونے سے روکے گا۔ لہذا جو لوگ آخرت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملنا چاہتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ آپ کی تعلیمات اور سیرت پر صدق دل سے عمل کریں۔

باب 5 المائدة، آیت 12

اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی حمایت کرو۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن کی حمایت کے لیے آپ کی زندگی اور تعلیمات کو مجسم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ عزم اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی شخص دوسروں کے سامنے اس کی صحیح نمائندگی کرے۔ ایسا کرنے میں ناکامی سے غلط بیانی کا خطرہ ہے، جو غیر مسلموں اور ساتھی مسلمانوں دونوں کو اسلامی اصولوں کے ساتھ مشغول ہونے سے روک سکتا ہے۔ اس طرح، کی غلط بیانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیرونی تنقید کا باعث بھی بن سکتی ہے، خاص طور پر جب مسلمانوں میں منفی رویے پائے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان اس کے لیے جوابدہ ہے کیونکہ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وسیع تر کمیونٹی کے لیے وفاداری کے ساتھ نمائندگی کریں۔

باب 5 المائدة، آیت 12

اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی حمایت کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو۔

یہ آیت اس عقیدہ کی تائید کرتی ہے کہ عام واجب صدقہ سے بڑھ کر مالی خیرات اسلام میں ایک فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے اثاثوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دی ہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، اسے اپنے لیے قرض قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ عام طور پر قبول کیا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے وعدوں کو پورا کرتا ہے۔

انسانی بخل کو پہچانتے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آیت کو ایک منافع بخش تجارتی سودے سے تشبیہ دی ہے۔ جو لوگ اس تصور کو سمجھتے ہیں انہیں شرم کا احساس ہونا چاہیے، یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کا اپنا لالچ اللہ تعالیٰ کو مجبور کرتا ہے، جو سب کا خالق اور حاکم ہے، اس کی خاطر خرچ کیے گئے وسائل کی واپسی کا یقین دلانے کے لیے۔ یہ الہی وعدہ انہیں اپنی نعمتوں کو مناسب طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دے، جو بالآخر انہیں فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس طرح کی آگاہی سے انہیں اسلامی اصولوں کے مطابق اپنے وسائل کو مستعدی سے استعمال کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔

عام طور پر دیکھا جائے تو مسلمانوں کے لیے اپنے مالی ذرائع کے مطابق سماجی طور پر کمزور افراد، جیسے یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرنا بہت ضروری ہے۔ آج کی دنیا میں، یتیموں اور بیواؤں کو امداد فراہم کرنا ناقابل یقین حد تک آسان ہو گیا ہے، کیونکہ لوگ صرف چند منٹوں میں آن لائن اسپانسر شپ شروع کر سکتے ہیں، اکثر ان کے ماہانہ موبائل فون کے بلوں سے بھی کم۔ لہذا مسلمانوں کو اپنے ایمان کے اس اہم پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل غیبی مدد کی دعوت دیتا ہے۔ اس اصول کی تائید صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یتیموں کی دیکھ بھال کرنے والے جنت میں ان کے قریب ہوں گے، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6005 کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔ مزید برآں وہ لوگ جو ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں، جن میں بیوہ اور روزے رکھنے والے بھی شامل ہیں۔ روزانہ، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6006 میں موجود ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ پس جن لوگوں کو نیکی کے کاموں میں مشغول ہونا مشکل لگتا ہے، جیسے اختیاری رات کی نماز اور روزہ، انہیں اس حدیث کی طرف توجہ کرنی چاہیے تاکہ کم سے کم محنت کے ساتھ نمایاں اجر حاصل کیا جا سکے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ افراد کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے پاس جو بھی وسائل ہیں، بشمول دولت، اللہ تعالیٰ نے انہیں تحفہ کے بجائے قرض کے طور پر عطا کیا ہے۔ قرض کے لیے قرض دہندہ کو ادائیگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرض کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ ان وسائل کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جن سے وہ خوش ہو۔ لہذا جو لوگ ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنے کا اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ اس سچائی کو پہچاننا افراد کو اپنے اعمال کو اللہ، برگزیدہ، یا ضرورت مندوں کے لیے احسان کے طور پر دیکھنے سے روکے گا۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ضرورت مندوں کی مدد کر کے انہیں دنیاوی نعمتیں اور اجر عظیم حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ مزید یہ کہ عطیہ دہندگان کی طرف سے امداد قبول کرنا، اپنے آپ میں، عطیہ دہندہ کے لیے ایک احسان ہے۔ اگر ہر ضرورت مند مدد سے انکار کر دے تو خدائی تعلیمات میں بیان کردہ انعامات کیسے حاصل ہوں گے؟ ان خیالات کو ذہن میں رکھنے سے کسی کو غلط ذہنیت کے ذریعے اپنے انعامات کو کم کرنے سے روکنے میں مدد ملے گی۔ آخر کار، ضرورت مندوں کی مدد کرنے میں کسی بھی شخص کی جائز ضروریات کو پورا کرنا شامل ہے بشمول جذباتی، جسمانی اور مالی ضروریات۔ لہذا کوئی بھی مسلمان خواہ وہ مال و دولت سے تعلق رکھتا ہو، اس نیک عمل سے باز رہنے کا جواز پیش نہیں کر سکتا۔

اسلام لوگوں سے کمال کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ لوگوں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ حقیقی اور مخلصانہ طور پر ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کریں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ جو شخص اس طرح کا برتاؤ کرے گا اس سے جو بھی غلطی ہو جائے اسے معاف کر دیا جائے گا، جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ کرے اور اسی یا اس جیسے گناہوں پر قائم رہنے سے بچ جائے۔ باب 5 المائدہ، آیت 12

اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو گے اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو میں تم سے تمہاری برائیاں ضرور دور کر دوں گا۔

مستند توبہ کے لیے ضروری ہے کہ کسی کی غلطی کو تسلیم کیا جائے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جائے، نیز ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، اس بات کو یقینی بنانا کہ یہ عمل مزید پیچیدگیوں کا باعث

نہ بنے۔ اسی یا اس سے ملتے جلتے جرائم کو دہرانے سے بچنے اور اللہ تعالیٰ اور دیگر افراد سے متعلق حقوق کی خلاف ورزیوں میں ترمیم کرنے کا خلوص دل سے عہد کرنا بہت ضروری ہے۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر پوری تندی سے عمل کرتے رہنا چاہیے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کردہ نعمتوں کو دانشمندی کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیتے ہیں اور وہ روز قیامت اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو درست طریقے سے ڈھال لیتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، یہ طرز عمل اس زندگی اور آخرت دونوں میں امن:

کو فروغ دے گا۔ باب 5 المائدة، آیت 12

اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو گے اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی حمایت کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو میں ضرور تم سے تمہاری برائیاں دور کروں گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔“

لیکن جو لوگ اسلام کا انکار کرتے ہیں یا اسلام پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل سے ناکام رہتے ہیں وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، یہ لوگ ذہنی اور جسمانی طور پر بگاڑ کا شکار ہوں گے اور اپنی زندگی میں اپنے رشتوں اور ذمہ داریوں کو غلط جگہ دیں گے، اور آخر کار قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ بنیں گے۔ اس بے ترتیبی کا نتیجہ دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی مادی آسائش کے مالک ہوں۔ باب 5 المائدة، آیت 12

لیکن تم میں سے جو اس کے بعد کفر کرے وہ یقیناً راہ کی درستگی سے بھٹک گیا۔“

لہذا، افراد کو اپنی فطری اہمیت کے لیے اسلامی اصولوں کو اپنانا اور لاگو کرنا چاہیے، چاہے یہ اصول ذاتی ترجیحات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح کام کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ تجویز کردہ علاج اور غذائی حدود کی تکلیف کے باوجود اس طرح کی رہنمائی بالآخر فائدہ مند ہے۔ جس طرح اس عقلمند مریض کی ذہنی اور جسمانی صحت میں بہتری آتی ہے، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ یہ عقیدہ اس فہم پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ مکمل علم ہے جو انسان کو متوازن ذہنی اور جسمانی زندگی کے حصول کے لیے درکار ہے اور ہر چیز اور ہر چیز کو اس کی زندگی میں مناسب طریقے سے جگہ دینا ہے۔ وسیع تحقیق کے باوجود، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انسانی ذہنی اور جسمانی حالات کے بارے میں معاشرے کی اجتماعی تفہیم ناکافی ہے، کیونکہ یہ علم، تجربے، دور اندیشی، اور تعصبات کی موروثی حدود کی وجہ سے کسی فرد کو درپیش ہر چیلنج سے نمٹ نہیں سکتا یا ذہنی اور جسمانی تناؤ کی تمام اقسام کو دور نہیں کر سکتا۔ یہ گہرا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے انسانیت کے ساتھ شیئر کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کے نتائج کا مشاہدہ کرتا ہے جو ان نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں ان کے مقابلے میں جو نہیں کرتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنی تجویز کردہ دوائیوں کی سائنسی بنیاد کو پوری طرح سمجھ نہیں پاتے ہیں اور اس طرح اپنے ڈاکٹروں پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر غور کریں تاکہ وہ اپنی زندگیوں پر اس کے مثبت اثرات کو سمجھ سکیں۔ وہ اسلامی تعلیمات پر اندھا اعتماد کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس کے بجائے، وہ چاہتا ہے کہ لوگ واضح ثبوت کے ذریعے اپنی سچائی کو پہچانیں۔ تاہم، اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کے لیے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

مزید برآں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ، لوگوں کے روحانی دلوں، ذہنی سکون کا گھر، پر خصوصی اختیار رکھتا ہے، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ یہ سکون کسے ملتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ہی سکون عطا کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 12

اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر اور ایمان لاؤ اور ان کی حمایت کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو تو میں ضرور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دوں گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ لیکن تم میں سے جس نے اس کے بعد کفر کیا وہ یقیناً راہ کی درستگی سے بھٹک گیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلنے سے خبردار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد کو پورا کرنے میں ناکام رہے اور اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کریں۔ باب 5 المائدة، آیت 13

”...پس ان کے عہد شکنی پر ہم نے ان پر لعنت بھیجی“

الہی لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خاتمے کا باعث بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر انسان اس دنیا میں کبھی بھی ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا، خواہ اس کے پاس دنیاوی چیزیں کچھ بھی ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر۔ باب 53
:عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اعمال کے ساتھ اسلام میں ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکامی ہی اس کی سب سے بڑی وجہ ہے کہ مسلمان اس دنیا میں ذہنی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو چکے ہیں۔

اس کے علاوہ، جب کوئی اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے پر اصرار کرتا ہے، تو وہ اس میں بیان کی گئی اچھی خصوصیات کو اپنانے میں ناکام ہو جائے گا، جیسے صبر، شکر اور سخاوت، اور اس کے بجائے اس میں مذکور منفی خصوصیات کو اپنا لیں گے، جیسے بے صبری، ناشکری اور غرور۔ اس کے نتیجے میں ان کے روحانی دل فاسد ہو جائیں گے جس کے نتیجے میں ان کے قول و فعل میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ باب 5 المائدة، آیت 13

"پس ہم نے ان کے عہد شکنی کے سبب ان پر لعنت بھیجی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔"

خراب تقریر اور اعمال ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنیں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، لوگ اپنے آپ کو ایک انتشار کی ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے اور وہ اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں کو غلط طریقے سے سنبھال لیں گے، جو بالآخر قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری کو متاثر کرے گا۔ یہ ہنگامہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے ان کے پاس کوئی بھی مادی دولت کیوں نہ ہو۔

باب 5 اللہ تبارک و تعالیٰ نے کچھ فاسد قول و فعل کا تذکرہ کیا جو فاسد روحانی دل سے پیدا ہوتے ہیں۔
:المائدة، آیت 13

پس ہم نے ان کے عہد شکنی پر ان پر لعنت بھیجی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا، وہ الفاظ کو "اپنے استعمال سے توڑ دیتے ہیں۔"

ایک فاسد روحانی دل ایک شخص کو اس دینی اور دنیاوی علم کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو اسے دنیاوی فائدے کے لیے دیا گیا ہے، جیسے کہ دولت اور قیادت۔ دینی علم کے حوالے سے سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 253 میں اس طرح کا برتاؤ کرنے والے کو جہنم سے خبردار کیا گیا ہے۔ اس رویے سے بچنا چاہیے کیونکہ اس طرز عمل سے جو دنیاوی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں وہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں پریشانی اور پریشانی کا باعث بن جاتی ہیں، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔

ایک فاسد روحانی دل بھی انسان کو اپنے ایمان کے ساتھ ایک کوٹ کی طرح برتاؤ کرتا ہے جسے وہ :باب 5 المائدة، آیت 13 اپنی خواہشات کے مطابق پہنتے اور اتار دیتے ہیں۔

پس ہم نے ان کے عہد شکنی کے سبب ان پر لعنت بھیجی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا، انہوں نے اپنے استعمال سے الفاظ کو توڑ مروڑ کر رکھ دیا اور اس کا ایک حصہ بھول گئے جس کی انہیں "نصیحت کی گئی تھی۔"

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اسلام ایک جامع نظام سلوک کی نمائندگی کرتا ہے جسے زندگی کے تمام شعبوں اور درپیش ہر صورت حال میں مستقل طور پر نافذ کیا جانا چاہیے۔ اس لیے اسے ایک اختیاری اضافے کے طور پر نہیں دیکھا جانا چاہیے جسے انفرادی ترجیحات کے مطابق اپنایا یا مسترد کیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ اس انداز میں برتاؤ کرتے ہیں وہ مخالف کے کسی بھی دعوے کے باوجود محض اپنے جھکاؤ کو پورا کرتے ہیں۔ باب 25 الفرقان، آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

ایک فاسد روحانی دل بھی اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق جیسے مالی معاہدوں کو پورا کرنے سے بچنے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 13

پس ہم نے ان کے عہد شکنی پر ان پر لعنت بھیجی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا، انہوں نے اپنے الفاظ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور اس کا ایک حصہ بھول گئے جس کی انہیں یاد دلائی گئی تھی۔

بغیر کسی جائز وجہ کے وعدوں کی پاسداری نہ کرنا منافقت کی ایک قسم ہے جیسا کہ صحیح بخاری، نمبر 2749 کی حدیث میں واضح ہے۔ لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے تمام وعدوں کو پورا کریں جس میں سب سے اہم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا خلوص نیت سے وعدہ کیا جائے، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو اپنا رب ماننے پر۔ اس فرمانبرداری میں ان کو عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال

کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا محض زبانی اثبات نہیں ہے بلکہ عمل کا تقاضا ہے۔ مزید برآں، دوسروں سے کیے گئے وعدوں کی پاسداری باب 17 الاسراء، آیت بہت ضروری ہے، کیونکہ قیامت کے دن افراد بھی ان کے لیے جوابدہ ہوں گے۔
34:

”اور [ہر] عہد کو پورا کرو، بیشک عہد ہمیشہ [جس کے بارے میں] سوال کیا جائے گا۔“

ان وعدوں میں واضح اور مضمر دونوں ذمہ داریاں شامل ہیں، جیسے کہ وہ جو والدینیت کے ساتھ آتی ہیں۔ والدین بننے میں فطری طور پر بچے کے حقوق کی تکمیل کی ذمہ داری شامل ہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، یہ وعدے سیکولر معاملات جیسے کاروباری معاملات اور مالی معاہدوں پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان کو اپنی سیکولر سرگرمیوں کو اپنے روحانی فرائض سے الگ کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی یہ سوچنا چاہئے کہ اس کی زندگی کے سیکولر پہلو اللہ تعالیٰ سے غیر متعلق ہیں۔ دنیاوی معاملات میں دوسروں پر ظلم کرنے والوں کو قیامت کے دن انصاف ملے گا۔ ظالم پر لازم ہو گا کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کے حوالے کرے اور اگر ضروری ہو تو وہ اپنے شکار کے گناہ لے گا۔ اس کے نتیجے میں بالآخر ظالم کو جہنم کی سزا دی جا سکتی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 6579 میں ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے۔ لہذا، کسی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اسلام زندگی گزارنے کے لیے ایک جامع ڈھانچہ پیش کرتا ہے جو ہر عمل اور صورت حال پر اثر انداز ہوتا ہے، چاہے وہ سیکولر ہو یا روحانی۔ لہذا ضروری ہے کہ کسی بھی ذمہ داری کو قبول کرنے سے پہلے احتیاط سے غور کیا جائے کیونکہ اس زندگی میں تمام ذمہ داریاں ان وعدوں سے جڑی ہوئی ہیں جن کا قیامت کے دن جائزہ لیا جائے گا۔

پس ہم نے ان کے عہد شکنی پر ان پر لعنت بھیجی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا، انہوں نے اپنے " الفاظ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور اس کا ایک حصہ بھول گئے جس کی انہیں یاد دلائی گئی تھی۔

ایک فرد جو اخلاقی طور پر بگڑے ہوئے روحانی مزاج کو اپناتا ہے اور اس کے نتیجے میں ان پر دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے اسے یہ سوچنے کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے کہ فوری سزا کا نہ ہونا یا اس طرح کی سزا کو تسلیم نہ کرنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ احتساب سے مکمل طور پر بچ جائیں گے۔ اس زندگی میں، ان کی ذہنیت انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی توازن حاصل کرنے سے روکے گی اور انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گی۔ اس کے نتیجے میں، ان کی زندگی کے پہلو، بشمول خاندان، دوست، کیریئر، اور دولت، تناؤ کے ذرائع میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں، تو وہ ناحق اپنی پریشانی کو بیرونی عوامل، جیسے کہ اپنے شریک حیات سے منسوب کر سکتے ہیں۔ ان مثبت اثرات کے ساتھ، تعلقات منقطع کرنے سے، وہ اپنی ذہنی صحت کے مسائل کو اور بڑھا دیں گے، ممکنہ طور پر ڈپریشن مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کی سوچ میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ یہ نتیجہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے جو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، ظاہری دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔

لیکن ہمیشہ کی طرح، اللہ تعالیٰ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تمام بنی اسرائیل اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 13

“...اور تم اب بھی ان کے درمیان فریب کو دیکھو گے، سوائے ان میں سے چند کے ”

یہ کچھ افراد کے اعمال کی بنیاد پر پورے گروپ کا فیصلہ نہ کرنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے کیونکہ اس طرح کے جائزے اکثر امتیازی سلوک کا باعث بنتے ہیں، بشمول نسل پرستی۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی نافرمانی کو ان کی اولاد یعنی مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب کی نافرمانی میں بدل دیا۔ باب 5 المائدہ، آیت 13

پس ہم نے ان کے عہد شکنی کی وجہ سے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا، انہوں نے اپنے استعمال سے کلمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور جس چیز کی انہیں یاد دہانی کی گئی تھی، اس کا ایک حصہ بھول گئے، اور تم ان میں سے چند ایک کے علاوہ ان میں دھوکہ دہی دیکھو گے لیکن ان کو معاف کر دو اور نظر انداز کر دو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی شخص اس گروہ سے جڑا ہوا ہے جس کی وہ نقل کرتے ہیں، قطع نظر نسلی فرق کے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات میں مذکور ان ناپسندیدہ خصوصیات کو اپنانے سے گریز کریں، جیسے اہل کتاب یا منافق، کیونکہ اس کے نتیجے میں ان گروہوں کے ساتھ ان کی دنیا اور آخرت دونوں میں تعلق ہو سکتا ہے۔

اسلام ہمیشہ متوازن رویہ اپناتا ہے۔ اس صورت میں، مسلمانوں کو اسلام کے دشمنوں کی طرف سے پیدا ہونے والی معمولی پریشانیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ یہ مسلمانوں کو دشمنان اسلام کی طرف سے ہر معمولی تنقید یا عمل پر زیادہ رد عمل ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل ہونے سے روکے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 13

”لیکن ان سے درگزر کرو اور درگزر کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

صرف شدید صورتوں میں ردعمل کی ضرورت ہوتی ہے، جیسے کہ اپنی زندگی اور دوسروں کی جانوں کا دفاع۔

اللہ تعالیٰ پھر اہل کتاب یعنی عیسائیوں کی ایک مخصوص شاخ کا ذکر کرتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 14

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں، ہم نے ان سے عہد لیا لیکن وہ اس کا ایک حصہ بھول گئے ”
”جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ وہ ان کے زبانی اعلان ایمان کی حمایت عمل سے کریں گے لیکن ان میں سے بہت سے ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ درحقیقت، بہت سے عیسائی عقائد نے اس کے برعکس رویہ اپنایا جس کے تحت وہ یقین رکھتے تھے کہ جب تک وہ عیسائیت پر یقین رکھتے ہیں، ان کے اعمال سے قطع نظر، انہیں نجات کی ضمانت دی گئی ہے۔ نتیجے کے طور پر، انہوں نے ان نعمتوں کا غلط استعمال کیا جو انہیں دنیاوی فائدے کے لیے عطا کی گئی تھیں، جیسے کہ قیادت اور دولت۔ تاریخ صاف بتاتی ہے کہ جن لوگوں نے یہ سلوک کیا وہ صرف اپنے ہی لوگوں میں تفرقہ اور نفرت پھیلاتے ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 14

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے عہد لیا، لیکن وہ اس کا ایک حصہ بھول گئے ”
جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی، تو ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت اور بغض پیدا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس نتیجہ کو اپنی طرف منسوب کیا کیونکہ کائنات میں اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کوئی چیز رونما نہیں ہوتی۔ لیکن جیسا کہ آیت 14 سے اشارہ کیا گیا ہے، عیسائیوں کے درمیان اس عداوت اور نفرت کا ماخذ ان کا اپنا طرز عمل اور رویہ تھا، جب وہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل سے ناکام ہوئے، کیونکہ اس نے انہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق اور خاص طور پر اپنے معاشرے میں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روک دیا۔ یہ معاشرے میں ہمیشہ ناانصافی اور انتشار کا باعث بنتا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جان بوجھ کر ان نعمتوں کا غلط استعمال کیا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جیسے کہ اسلامی علم، دولت اور قیادت جیسی دنیاوی فائدے کی خاطر۔ اس سے امت مسلمہ کے درمیان انتشار اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ مال و دولت کی جستجو کسی کے ایمان کے لیے اس تباہی سے زیادہ نقصان دہ ہو سکتی ہے جو بکریوں کے ریوڑ پر دو بھوکے بھیڑیوں کے حملے سے ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ مادی دولت کی خواہش رکھتے ہیں وہ اسے حاصل کرنے کے لیے اپنے عقائد سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ دولت اور طاقت کے حصول میں، وہ ان اثاثوں کو حاصل کرنے اور برقرار رکھتے ہوئے، خاص طور پر جدید دور میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے۔ اس طرح کے مال کی خواہش جتنی زیادہ ہوگی اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کا خطرہ اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ طاقت اور دولت کے حصول کے لیے کس حد تک گئے ہیں بشمول بے گناہوں کا غلط قتل۔ اس کے بجائے، ایک مسلمان کو ایک حلال آمدنی حاصل کرنے پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے جو ان کی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرتی ہے۔ اگر وہ قائدانہ کردار حاصل کرتے ہیں تو انہیں اس طریقے سے انجام دینا چاہیے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ یہ دنیا اور آخرت میں اپنے اور دوسروں کے لیے سکون کا باعث ہو۔ اس کے برعکس، تاریخی شواہد اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ دولت اور طاقت کا بے دریغ استعمال لازماً فرد کے لیے تناؤ، مشکلات اور رکاوٹوں کا باعث بنتا ہے، خواہ یہ اثرات فوری طور پر ان پر یا ان کے آس پاس کے لوگوں پر نظر نہ آئیں۔ اس زندگی میں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال ان کی ذہنی اور جسمانی حالتوں میں خلل ڈالے گا اور انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائے گا، جو آخر کار قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری کو متاثر کر دے گا۔ اس لیے یہ طرز عمل اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی فوائد سے لطف اندوز ہوں۔ مزید برآں، قیامت کے دن انصاف کا بول بالا ہوگا۔ چنانچہ ظالم پر لازم ہو گا کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے شکار کو منتقل کرے اور اگر ضروری ہو تو وہ اپنے مظلوم کے گناہوں کو اس وقت تک برداشت کرے گا جب تک کہ انصاف نہ ہو جائے۔ اس

کا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن جہنم میں سزا دی جائے گی، خواہ وہ حقوق العباد پر عمل پیرا ہوں۔ یہ احتیاطی پیغام صحیح مسلم نمبر 6579 میں درج ایک حدیث میں موجود ہے۔

لہذا دولت اور قیادت کی حد سے زیادہ محبت سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ ان کی نیت، تقریر اور عمل کو بگاڑ دے گا۔ ان تمام چیزوں کا دونوں جہانوں میں احتساب ہوگا۔ باب 5 المائدة، آیت 14

اور اللہ انہیں بتانے والا ہے جو کچھ وہ کرتے تھے۔“

بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو اور مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے سے سچے دل سے توبہ کریں اور اس کے بجائے اسلامی تعلیمات کو قبول کریں اور ان پر عمل کریں جنہیں وہ واضح طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 15

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو تم پر بہت سی باتیں کھول کر بیان کر رہا ہے جو ”تم کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے چشم پوشی کرتے تھے۔“

اہل کتاب کو الہی حکمت کے علمبردار کے طور پر دیکھا جاتا تھا، جس نے انہیں معاشرے میں بت پرستوں کے درمیان بھی ایک منفرد مقام عطا کیا تھا۔ تاہم، اس مراعات یافتہ عہدے کو اسلام کی آمد کے ساتھ خاصی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان فرقوں کے علماء کے قرآن پاک کو پہچاننے کے باوجود اس کے خدائے بزرگ و برتر سے بخوبی آشنا ہونے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچاننے کے باوجود، جیسا کہ ان دونوں کا ذکر ان کے آسمانی صحیفوں میں بھی کیا گیا ہے، ان کے حسد نے انہیں اسلام سے دور کر دیا۔ باب 6 الانعام، آیت 20

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک] جیسا کہ وہ اپنے [اپنے] بیٹوں کو ”...پہچانتے ہیں

:اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو ”جانتے ہیں۔“

مزید برآں اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلم دونوں اس بات سے واقف تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کی آسمانی نصوص سے سبق نہیں سیکھا تھا، جس کی وجہ سے ان کے :لیے قرآن مجید کی ایجاد کرنا ناممکن تھا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر ”(یعنی دوسری صورت میں) جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

اہل کتاب اس بات پر رشک کرتے تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نکلے ہیں جیسا کہ انہوں نے کیا۔ ان کا پورا عقیدہ حسب و نسب کی اہمیت کے گرد گھومتا تھا، جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ انہیں

دوسروں پر برتری کا احساس ملتا ہے۔ نتیجتاً، ان کے لیے مختلف نسب سے تعلق رکھنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنا مشکل ہو گیا، کیونکہ اس سے ان کے تعمیر کردہ اعلیٰ مقام کو نقصان پہنچے گا۔

مزید برآں اہل کتاب میں سے علماء نے اس بات کو تسلیم کیا کہ اسلام قبول کرنا انہیں ان نعمتوں سے استفادہ کرنے پر مجبور کرے گا جو انہیں خدائی ہدایت کے مطابق عطا کی گئی ہیں۔ انہیں یہ بھی خدشہ تھا کہ اسلام قبول کرنے سے وہ قیادت، عزت، اور سماجی اثر و رسوخ جو انہوں نے اپنی برادری میں قائم کیا تھا، ختم ہو جائے گا، جس نے ان کے اسلام سے انکار کو مزید تحریک دی۔

باب 5 المائدة، آیت 15

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو تم پر بہت سی باتیں کھول کر بیان کر رہا ہے جو ”تم کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے چشم پوشی کرتے تھے۔“

قرآن پاک قدیم آسمانی صحیفوں میں پائی جانے والی حقیقی تعلیمات کی توثیق کرتا ہے جبکہ پوری تاریخ میں انسانوں کی طرف سے کی گئی تبدیلیوں کو درست کرتا ہے۔ ان پچھلی تحریروں میں ذاتی فائدے کے لیے ترمیم کی گئی تھی، جس سے علماء کو طاقت اور دولت کے حصول کی اجازت دی گئی تھی۔ اس کے برعکس، قرآن پاک غیر تبدیل شدہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا عہد کیا ہے، اور اس کی معجزانہ نوعیت کو مزید ظاہر کیا ہے۔ باب 15 الحجر، آیت 9

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

اگرچہ یہ ترمیم کے تابع نہیں ہے، پھر بھی طاقت اور دولت جیسے دنیاوی فوائد کی خاطر اس کی غلط تشریح کی جا سکتی ہے۔ اہل کتاب سے علماء کی تقلید سے دور رہنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ راستہ دنیا اور آخرت دونوں میں مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ اس طرح کے ذرائع سے حاصل ہونے والی مادی چیزیں بالآخر دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور غم لے کر آئیں گی۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 253 میں جہنم سے خبردار کیا ہے۔ مزید برآں جو لوگ قرآن مجید کی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں وہ اپنے گناہوں کو ہر ایک پیروکار کے ساتھ بڑھتے ہوئے دیکھیں گے۔ 2674

باب 5 المائدة، آیت 15

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو تم پر بہت سی باتیں کھول کر بیان کر رہا ہے جو ”تم کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے چشم پوشی کرتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو بے شمار مواقع فراہم کیے جو اسلام کی حقانیت کو پہچاننے کے باوجود اس کا انکار کرتے رہے۔ مسلمانوں کو ان کی مثال سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور حقیقی توبہ اور اپنے طرز عمل میں بہتری کے لیے جو مواقع پیش کیے گئے ہیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں سکون حاصل کریں۔ سچی توبہ کے لیے پچھتاوے کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ان لوگوں سے جن کو نقصان پہنچا ہے، جب تک کہ اس سے اضافی مسائل پیدا نہ ہوں۔ مستقبل میں اسی یا اسی طرح کی زیادتیوں سے بچنے کے لیے دلجمعی کے ساتھ عہد کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے ساتھ ہونے والی غلطیوں کی اصلاح کرنا چاہیے۔

کسی کو یہ سوچنے میں کبھی گمراہ نہیں ہونا چاہئے کہ دوسرا موقع غیر معینہ مدت تک رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مہلت دی ہے وہ عارضی ہے۔ یہ ماننا غلطی ہے کہ سزا ابھی نہیں آئی، کبھی نہیں آئے گی۔ ملتوی سزا سزا کی عدم موجودگی کے مترادف نہیں ہے۔ ان کا رویہ انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روکے گا اور ان کی ترجیحات اور تعلقات کو غلط جگہ پر لے جانے کا سبب بنے گا۔ نتیجے کے طور پر، زندگی کے اہم شعبے جیسے خاندان، دوستی، کیریئر، اور مالی استحکام تناؤ کے ذرائع میں بدل جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت پر اڑے رہیں تو وہ اپنے ساتھی کی طرح دوسروں پر بھی اپنے تناؤ کا غلط الزام لگائیں گے۔ اپنے آپ کو مثبت اثرات سے دور رکھنے سے، وہ اپنی ذہنی صحت کو خراب کرنے کا خطرہ مول لیتے ہیں، جو ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، یا یہاں تک کہ خودکشی کے خیال کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ رجحان ان لوگوں میں نمایاں ہے جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ امیر اور مشہور، مادی دنیا میں اپنی ظاہری کامیابی کے باوجود۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی مہلت کو ختم ہونے سے پہلے سمجھداری سے استعمال کرنا بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ آیت 15 کے اختتام میں تاکید کی گئی ہے، اس میں اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 15

”تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔“

روشنی قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات دونوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں روشنی کو ایک روشن چراغ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ باب 33 الاحزاب، آیات 45-46:

اے نبیؐ، ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور ”اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔“

روشنی کا مقصد اپنے اردگرد کو روشن کرنا ہے تاکہ وہ فائدہ مند چیزوں کو نقصان دہ چیزوں سے الگ کر سکے۔ اندھیرے میں رہنے والا ان دونوں میں فرق نہیں کر سکتا اور اس لیے اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کے بڑے خطرے میں ہے۔ اسلامی تعلیمات اس اہم فرق کو روشن کرتی ہیں تاکہ کوئی فائدہ مند چیزوں کا استعمال کر سکے اور نقصان دہ چیزوں سے بچ سکے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے پوزیشن میں رکھیں گے جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے خود کو مؤثر طریقے سے تیار کریں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ اس کے علاوہ روشنی کسی کے سامنے مختلف راستوں کو روشن کرتی ہے تاکہ وہ صحیح اور محفوظ راستے کا انتخاب کر سکے۔ اسی طرح اسلامی تعلیمات اس واحد صحیح راستے کو روشن کرتی ہیں اور ان میں فرق کرتی ہیں جو انسان کو ہر طرح کے غلط راستوں سے نکل کر ذہنی سکون کی طرف لے جاتی ہے جو اس دنیا میں صرف ذہنی تناؤ، مشکلات اور پریشانیوں کو بڑھاتی ہے۔ لہذا جو شخص اسلامی تعلیمات کو سیکھے گا اور اس پر عمل کرے گا وہ فائدہ مند اور نقصان دہ چیزوں میں فرق کرے گا اور زندگی میں صحیح راستے اور غلط راستوں میں فرق کرے گا تاکہ وہ اس دنیا میں سکون قلب حاصل کر سکے جس کے نتیجے میں آخرت میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس الہی روشنی کے بغیر کوئی اس دنیا میں بے مقصد حیرت زدہ رہ جائے گا۔ وہ نقصان دہ اور فائدہ مند چیزوں میں فرق کرنے میں ناکام رہیں گے اور ہمیشہ نیچے جانے کے لیے غلط راستے کا انتخاب کریں گے۔ نتیجتاً، وہ ایک بے ترتیب ذہنی اور جسمانی حالت کا تجربہ کریں گے اور اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں کو غلط جگہ دیں گے، آخر کار وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ اور چیلنجز پیدا ہوں گے، خواہ وہ کسی باب 5 المائدۃ، آیات 15-16 بھی دنیاوی لذت سے لطف اندوز ہو سکیں۔

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آچکی ہے، جس کے ذریعے اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلتے ہیں سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے ان کو ”تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔“

قرآن پاک میں جو الفاظ پائے جاتے ہیں وہ بے مثال ہیں اور اس کے معانی عام طور پر دیکھا جائے تو واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی آیات بہت زیادہ فصیح و بلیغ ہیں، جو کسی بھی دوسرے متن سے زیادہ ہیں۔ دوسرے صحیفوں کے برعکس یہ تضادات سے خالی ہے۔ قرآن پاک ماضی کی

قوموں کی تاریخیں بیان کرتا ہے، باوجود اس کے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ میں رسمی تعلیم سے محروم تھے۔ یہ ہر چیز کی وکالت کرتا ہے جو اچھا ہے اور ہر برائی سے منع کرتا ہے، جو ہر گھر اور کمیونٹی میں انصاف، سلامتی اور امن کو فروغ دینے کے لیے افراد اور معاشرے دونوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ قرآن مبالغہ آرائی، جھوٹ یا فریب سے پرہیز کرتا ہے، اسے شاعری اور افسانوں سے الگ رکھتا ہے۔ ہر آیت روزمرہ کی زندگی کے لیے عملی فوائد پیش کرتی ہے، اور یہاں تک کہ دہرائی جانے والی کہانیاں نئے، اہم اسباق کو ظاہر کرتی ہیں۔ دیگر نصوص کے برعکس، قرآن پاک متعدد پڑھنے پر مشغول رہتا ہے۔ یہ وعدے اور تنبیہات پیش کرتا ہے، جن کی تائید واضح اور ناقابل تردید ثبوتوں سے ہوتی ہے۔ صبر جیسے تجریدی تصورات کو حل کرتے وقت، یہ عمل درآمد کے لیے سیدھی، عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ افراد کو تاکید کرتا ہے کہ وہ خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے جو اس کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں، ذہنی سکون اور دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کو یقینی بناتے ہوئے اپنے مقصد تخلیق کو پورا کریں۔ قرآن پاک حقیقی امن اور کامیابی کے متلاشیوں کے لیے صراط مستقیم کی وضاحت اور اپیل کرتا ہے۔ اس کی لازوال حکمت ہر شخص، جگہ اور نسل کے ساتھ گونجتی ہے، جب اسے صحیح طریقے سے سمجھا اور لاگو کیا جائے تو جذباتی، معاشی اور جسمانی چیلنجوں کے علاج کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ افراد یا معاشروں کو درپیش ہر مسئلے کا حل پیش کرتا ہے۔ تاریخ کا بغور جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ جن معاشروں نے قرآن پاک کی تعلیمات پر ایمانداری سے عمل کیا ہے انہوں نے اس کی گہری اور پائیدار حکمت سے نمایاں فائدے حاصل کیے ہیں۔ صدیاں گزرنے کے باوجود قرآن پاک میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔ اس منفرد خصوصیت کی مثال تاریخ کی کسی اور کتاب میں نہیں ملتی۔

باب 15 الحجر، آیت 9

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ایک کمیونٹی کے اندر بنیادی مسائل کی نشاندہی کی اور ہر ایک کے لیے ایک جامع حل فراہم کیا۔ ان بنیادی مسائل کو حل کرنے سے، تمام متعلقہ مسائل فطری نتیجے کے طور پر حل ہو جائیں گے۔ یہ وہ نقطہ نظر ہے جو قرآن پاک افراد اور معاشروں کی دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 89

”اور ہم نے آپ پر ہر چیز کی وضاحت کے لیے کتاب نازل کی ہے۔“

:اور باب 5 المائدہ، آیات 15-16

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور روشن کتاب آچکی ہے، جس کے ذریعے اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلتے ہیں سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

اہل کتاب کو متنبہ کرنے کے بعد کہ وہ اسلام کی حقانیت کو نظر انداز نہ کریں، جسے ان کے علماء نے واضح طور پر تسلیم کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر عیسائیوں کے اس گروہ کو متنبہ کیا ہے جس کا دعویٰ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 17

”بلاشبہ وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہے۔“

جب رومی شہنشاہ نے عیسائیت قبول کی تو ان کے بہت سے سابقہ کافرانہ عقائد عیسائیت میں داخل کر دیے گئے تاکہ وہ قیادت اور دولت کے حصول کی خاطر عام عوام کو کنٹرول کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ اس ذہنیت کو ختم کر کے انہیں یہ یاد دلاتا ہے کہ اقتدار اور اختیار صرف اسی کا ہے کیونکہ وہ واحد خدا ہے اور اس کے اقتدار میں کسی دوسرے کا حصہ نہیں ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 17

کہہ دو کہ پھر اللہ کو کون روک سکتا ہے اگر وہ مسیح ابن مریم کو یا اس کی ماں کو یا زمین پر رہنے والے تمام لوگوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہو؟

اس کے علاوہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، وہ الہی نہیں ہو سکتے۔ ایک الہی مخلوق تخلیق نہیں کی گئی ہے، بلکہ وہ دوسرے مخلوقات کو تخلیق اور برقرار رکھتی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 17

”وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

عام طور پر دیکھا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط فہمیوں کے پھیلاؤ کو ان کی معجزانہ ولادت، ان کے معجزات اور زندہ رہتے ہوئے آسمان پر اٹھائے جانے کی وجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ قرآن پاک ان کی معجزانہ پیدائش کی تصدیق کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی لامحدود طاقت کے ثبوت کے طور پر ان کی یتیم آمد کو نمایاں کرتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 47

اس نے کہا: اے میرے رب، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی آدمی نے چھوا تک نہیں؟ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے اسی طرح وجود میں لایا جس طرح اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر باپ اور ماں کے پیدا کیا۔ یہ حقیقت ان کی الوہیت پر دلالت نہیں کرتی۔
باب 3 علی عمران، آیت 59

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے ”
”کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا۔

یہ بات حیران کن ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں، اس لیے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ اس کے مقابلے میں وہ حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے اپنی معجزانہ پیدائش کے باوجود اللہ تعالیٰ کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے۔ منطقی طور پر کوئی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اس لقب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مضبوط دعویٰ رکھتے ہیں، لیکن عیسائیوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ حیرت کی بات ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے معاملے میں استدلال کا اطلاق کیسے کرتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں اس کی نفی کرتے ہیں۔

مزید برآں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب معجزات کی تصدیق قرآن پاک سے ہوتی ہے، جو واضح کرتا ہے کہ یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی مرضی، اجازت اور حکم سے ظہور پذیر ہوئے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی الہی ہوتے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی یا اجازت کی ضرورت نہ ہوتی۔ باب 3 علی عمران، آیت 49

اور بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنو [جو کہے گا [کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے "نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے بناتا ہوں] جو کہ پرندے کی طرح ہے، پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے

جنم دیتا ہوں [مردوں کو زندہ کرنا - اللہ کے حکم سے اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زندہ ہوتے ہوئے آسمانوں پر جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی مثال ہے جس نے ان کے لیے یہ سفر آسان کیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام الوہیت کے مالک ہوتے تو وہ اپنی فطری قوت سے اس سفر پر روانہ ہوتے۔ باب 3 علی عمران، آیت 55

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ، بیشک میں تمہیں لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور”
”تمہیں کافروں سے پاک کروں گا۔

قرآن کریم عیسائیوں کو آگاہ کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے عقیدے کے خلاف مصلوب نہیں کیا گیا تھا۔ صلیب پر نظر آنے والی شخصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں تھی بلکہ ان سے مشابہت رکھنے والے کی تھی۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں تک پہنچا دیا تھا۔ باب 4 النساء، آیات 156-158

اور ان کے کفر اور مریم پر بہتان تراشی کی وجہ سے، اور ان کے یہ کہنے کے لیے کہ ”بے شک“ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے۔ ”اور انہوں نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ اس کو ان کے مشابہ بنایا گیا تھا، بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا۔

عیسائیوں کا یہ غلط عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا تھا، جس سے ان کی موت مراد ہے، فطری طور پر متضاد ہے، کیونکہ ایک حقیقی الہی ہستی موت کا تجربہ نہیں کر سکتی۔ اگر

کوئی ہستی مرنے کے قابل ہو تو اسے الہی نہیں سمجھا جا سکتا۔ لہذا، اس کی مصلوبیت پر ان کا غلط عقیدہ فطری طور پر ان کی الوہیت کے دعوے کو کمزور کرتا ہے۔

ایک الہی ہستی، اپنی فطرت کے اعتبار سے، خود کو برقرار رکھنے والا ہے، یعنی وہ وجود کے لیے دوسروں پر انحصار نہیں کرتا ہے۔ اگر کوئی وجود رزق کے لیے دوسرے پر منحصر ہے، تو اسے الہی کے طور پر درجہ بندی نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام دونوں ہی الہی نہیں تھے، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ سے رزق کی ضرورت تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود کفیل نہیں ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 75

مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، اور اس کی "ماں حق کی حمایتی تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم ان کے لیے کیسے نشانیاں بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو کہ وہ کس طرح دھوکے میں پڑتے ہیں۔"

مزید برآں، یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ فرشتے، خوراک کی کمی کی وجہ سے، الہی مخلوق کے طور پر اہل ہیں۔ درحقیقت وہ اپنے وجود کے لیے بھی اللہ تعالیٰ پر منحصر ہیں، اس لیے وہ خود کفیل نہیں ہیں۔ ان کی تخلیق اور ان کی موت کی ناگزیریت، تمام مخلوقات کی طرح، الوہیت کے کسی بھی تصور کو کافی حد تک غلط ثابت کرتی ہے۔

ایک حیاتیاتی بچہ فطری طور پر اپنے والدین کی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ تاہم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی صفات میں شریک نہیں ہیں۔ اس کی خصلتیں مکمل طور پر انسانی ہیں۔ وہ پیدا کیا گیا، خوراک اور پانی سے پرورش پاتا ہے، اور ہر دوسرے انسان کی طرح موت اور قیامت کا تجربہ کرے گا۔ الوہیت کے کسی بھی دعوے کی تردید کے لیے صرف یہ خصوصیات کافی ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، رومیوں نے عیسائیت قبول کرنے کے بعد، اپنے عقائد کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الہی ہونے کے تصور سے ملایا، یہ تصور ان کے سابقہ کافرانہ عقائد سے مستعار تھا۔ انہوں نے ایک قابل احترام اور مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا، اور آپ کو خرافات اور افسانوں سے جوڑ دیا، جیسے زیوس، ہرکولیس اور اوڈن۔ اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے صرف ایک معمولی عقل کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک وجود جو تخلیق کیا گیا ہے، رزق کے لیے دوسرے پر انحصار کرتا ہے، اور موت کے تابع ہو سکتا ہے وہ الہی نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ صفات بنیادی طور پر الہی وجود کے جوہر سے متصادم ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید کرنے والے بے تحاشا ثبوتوں کے باوجود، بحیثیت رسول اللہ، بہت سے عیسائی آپ کے بارے میں گمراہ کن عقائد پر قائم ہیں۔ یہ رویہ بڑی حد تک اپنے بزرگوں کی اندھی پیروی کرنے کے رجحان سے ہوتا ہے۔ اس طرح کی تقلید افراد کو علم اور شواہد کا تنقیدی جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ان عقائد پر سوال اٹھانے سے روکتی ہے جن کے ساتھ وہ اٹھائے گئے تھے۔ یہ نقطہ نظر اسلامی تعلیمات اور عقل دونوں سے متصادم ہے، کیونکہ انسانوں کا مقصد اندھی تقلید کرنے کے بجائے اپنے لیے سوچنا ہے۔ تقلید کی اس شکل سے بچنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ گمراہی کا ایک اہم سبب ہے۔ اس کے بجائے، افراد کو چاہیے کہ وہ اپنے استدلال کا اطلاق کریں اور علم اور شواہد کو ہر حال میں، چاہے وہ سیکولر ہو یا مذہبی، باخبر انتخاب کرنے کے لیے۔ اسلام کے اندر بھی، اندھی تقلید کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگ محض دوسروں کی تقلید کے بجائے فہم کی بنیاد پر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں، سمجھیں اور ان پر عمل: باب 12 یوسف، آیت 108 کریں۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

...میری پیروی کرتے ہیں

ایک اور اہم وجہ عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے عقیدے پر قائم رہنے کی وجہ، اللہ کے رسول کی حیثیت سے ان کے حقیقی کردار کے واضح ثبوت کے باوجود، ان کی

دنیاوی خواہشات کی تسکین ہے۔ متعدد مسیحی تعلیمات اس زندگی اور اگلے دونوں میں نجات کا وعدہ کرتی ہیں جو عیسائیت قبول کرتے ہیں، چاہے ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ یہ اعتقادی نظام انہیں دونوں جہانوں میں نجات کا یقین دلاتے ہوئے اپنی دنیاوی خواہشات کی پیروی کرنے کے قابل بناتا ہے۔ نتیجتاً وہ اپنے مسیحی عقیدے سے چمٹے رہتے ہیں، کیونکہ اس زندگی میں ان کی بنیادی توجہ ایک اعلیٰ اخلاقی معیار پر قائم رہنے کی بجائے اپنی دنیاوی خواہشات میں شامل ہونا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کے ذمہ دارانہ استعمال کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اہل کتاب کی طرف سے اختیار کردہ ایک مخصوص خواہش مندانہ سوچ کو مخاطب کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 18

لیکن یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے فرزند اور اس کے پیارے ہیں۔“

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بہت سی نعمتوں سے نوازا، جیسے کہ ان کو وحی الہی اور لاتعداد انبیاء علیہم السلام عطا کرنا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے اعمال کی جوابدہی سے آزاد تھے۔ بلکہ وہ اپنے اعمال کے لیے اسی طرح جوابدہ ہوں گے جیسے دوسرے تمام لوگ کریں گے۔ برتری صرف اس بات میں ہے کہ انسان کتنے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

افراد کی تشخیص کے لیے دیگر تمام معیارات، جیسے جنس، نسل، اور سماجی طبقے کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور مسلمانوں کو معاشرے میں نسل پرستی اور تقسیم کو روکنے کے لیے نظر انداز کرنا چاہیے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ چونکہ کسی کے ارادے دوسروں کو نظر نہیں آتے، اس لیے وہ اس بات کا تعین نہیں کر سکتے کہ بیرونی طرز عمل کی بنیاد پر کون برتر ہے۔ لہذا انہیں اپنی یا دوسروں کی حیثیت کا دعویٰ کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر ایک کی نیت، قول اور عمل سے واقف ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32

”پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ٹرتا ہے۔“

اور باب 5 المائدہ، آیت 18

لیکن یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے فرزند اور اس کے پیارے ہیں ”کہو“ ”پھر وہ تمہیں“ تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟“ بلکہ تم ان لوگوں میں سے ہو جن کو اس نے پیدا کیا ہے، وہ ”جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔“

افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے خواہش مندانہ سوچ کی اسی طرح کی شکل اختیار کر لی ہے۔ یہ بے خبر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ محض اس لیے کہ ان کا تعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے ہے، اس لیے ان کے اعمال کی پرواہ کیے بغیر انہیں معافی ملے گی۔ ایک ان پڑھ شخص جو اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتا ہے وہ غلطی سے یہ مان سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ روایات کو ان کے فائدے کے لیے بدل دیا جائے گا، جیسا کہ پچھلے صحیفوں کے پیروکاروں نے سوچا تھا۔ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہیں کہ ماضی کی قوموں کو ان کی مسلسل نافرمانی کی سزا کے باوجود، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خدائی روایت ان پر

لاگو نہیں ہوگی۔ تاہم وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روایات تمام لوگوں اور اقوام کے لیے مستقل اور غیر متغیر ہیں۔ باب 35 فاطر، آیت 43

پھر کیا وہ پہلے لوگوں کے راستے [یعنی تقدیر] کے سوا انتظار کرتے ہیں؟ لیکن تم اللہ کے راستے ”
“میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور اللہ کی راہ میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

خواہش مندانہ سوچ کو اپنانا کسی کے ایمان کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ اہل کتاب جو خواہش مندانہ سوچ میں لگے ہوئے تھے یقین رکھتے تھے کہ وہ اپنے کفر کے باوجود ایمان پر قائم ہیں، یقین کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، چاہے اس کا مطلب ابتدا میں کچھ عذاب ہی کیوں نہ ہو۔
باب 2 البقرہ، آیت 80

اور وہ کہتے ہیں کہ آگ ہمیں کبھی نہیں چھوئے گی سوائے چند دنوں کے، کہو، کیا تم نے اللہ سے ”
کوئی عہد لیا ہے؟ کیونکہ اللہ اپنے عہد کو کبھی نہیں توڑے گا۔ یا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے
”ہو جو تم نہیں جانتے؟

افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ مسلمانوں نے بھی ایسی ہی ذہنیت کو اپنا لیا ہے جس میں وہ یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے ایمان کے ساتھ اس زندگی سے رخصت ہونے کا یقین دلایا گیا ہے، جس سے وہ خود کو پاک اور محفوظ تصور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر زور دیتا ہے کہ سچی پاکیزگی کا مظاہرہ کسی کے اعمال کو ان کے ایمان کے زبانی اعلان سے ہم آہنگ کرنے سے ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے حقیقی طور پر اس کی اطاعت کی جائے۔ اس طرح کا طرز عمل اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اس کی نیت، قول اور عمل خالص ہیں، جو آخر کار اسے دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کی راہنمائی کرتے ہیں۔ یہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دیتا ہے، اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ان کی زندگی میں ہر چیز

اور ہر شخص مناسب پوزیشن میں ہے اور ساتھ ہی انہیں قیامت کے دن ان کے احتساب کے لیے بھی تیار کرتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 49

بلکہ اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔“

درحقیقت، جو اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکام رہتا ہے، اس کا ایمان ختم ہونے کا بڑا خطرہ ہے، جیسا کہ اہل کتاب نے کیا تھا۔ ایمان کے تصور کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ ایک ایسے پودے کے مشابہ ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے فرمانبرداری کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ جس طرح ایک پودا بغیر پرورش کے مرجھا جاتا ہے اور مر جاتا ہے، جیسے سورج کی روشنی ایک شخص کا ایمان بھی کمزور ہو سکتا ہے اور اطاعت کے جسمانی اعمال کی حمایت کے بغیر مر سکتا ہے۔ یہ سب سے بڑے نقصان کی نشاندہی کرتا ہے۔

مزید برآں، وہ لوگ جو یہ یقین کر کے خواہش مندانه سوچ میں مشغول ہوتے ہیں کہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک منفرد رشتہ ہے، اور ان کی مسلسل نافرمانی کے باوجود نجات کا یقین دلایا جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ پر بے انصافی کا الزام لگاتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ظالموں کے ساتھ: باب 45 الجثیہ، آیت 21 وہی سلوک کرے گا جو صالحین کے ساتھ ہوتا ہے۔

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ گمراہ کن اور شدید بے عزتی کرنے والا تصور انسان کے زوال کا باعث بن سکتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 50

”دیکھو وہ اللہ کے بارے میں کیسا جھوٹ گھڑتے ہیں اور صریح گناہ کے لیے یہی کافی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمراہ کن عقیدہ پیدا کرنے سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی الوہی صفات اور ناموں کا مطالعہ کیا جائے جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ یہ تفہیم اللہ تعالیٰ پر درست یقین کو فروغ دیتا ہے، اور اسلامی اصولوں کے مطابق اس کی عطا کردہ نعمتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مخلصانہ اطاعت کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کے برعکس، اللہ تعالیٰ کی صفات اور ناموں سے ناواقفیت غلط عقائد کا باعث بن سکتی ہے جس کے نتیجے میں نافرمانی ہوتی ہے، جیسے خواہش مندانہ سوچ۔ مثال کے طور پر، جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے، وہ اپنے گناہوں کی معافی کی امید رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کی پوری کوشش کرے گا۔ اس کے برعکس، جو شخص اللہ تعالیٰ کی بخشش کی نوعیت کو صحیح طور پر نہیں سمجھتا، وہ نافرمانی جاری رکھ سکتا ہے، غلط طور پر یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ معاف کر دیا جائے گا، چاہے ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔

لہذا کسی کو یہ فرض کر کے خواہش مندانہ سوچ سے گریز کرنا چاہیے کہ ان کے لیے نجات کی ضمانت ہے اور اس کے بجائے عمل سے اسلام پر ایمان کے ان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنی چاہیے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور اختیار سے نہیں بچ سکتے اور نہ ہی دونوں جہانوں میں اپنے ارادوں، قول و فعل کے لیے جوابدہ ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 18

اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے اور اسی کی ”طرف جانا ہے۔“

آخر میں، چونکہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس پر حکومت کرتی ہے، اس لیے افراد کو اس کے احکام پر عمل کرنا چاہیے۔ جس طرح کسی کو کسی قوم میں حکومت کرنے والے ادارے کے قوانین کو نظر انداز کرنے پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح اگر وہ خالق کائنات کی ہدایات کو نظر انداز کرے گا تو اسے دونوں جہانوں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ کوئی شخص کسی ملک کو اس کے ضوابط سے عدم اطمینان کی وجہ سے چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے اختیار سے کوئی فرار نہیں ہے۔ اگرچہ معاشرتی قوانین کو بدلا جا سکتا ہے، لیکن اللہ کے الہی قوانین ناقابل تغیر رہتے ہیں۔ مزید برآں، ایک گھر کے مالک کی طرح جو اپنی رہائش کے لیے قوانین قائم کرتا ہے، بیرونی اعتراضات سے قطع نظر، کائنات اللہ تعالیٰ کے زیر تسلط ہے، جو اکیلا ہی اپنے قوانین کا تعین کرتا ہے، چاہے انسان کی رضامندی سے قطع نظر۔ اس طرح، ان الہی احکام کی تعمیل اپنے فائدے کے لیے ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کریں گے اور ان کی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے جو اس کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممنوعات کے پیچھے حکمت کو سمجھنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، اپنے اور معاشرے کے لیے ان کے فوائد کو پہچانتے ہوئے، دونوں جہانوں میں سکون کا باعث بن سکتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک کر اسلامی تعلیمات کو مسترد کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی قوانین کو نظر انداز کرتے ہیں، انہیں اپنے فیصلوں کے دونوں شعبوں میں ہونے والے اثرات کے لیے خود کو تیار کرنا چاہیے، کیونکہ کوئی بھی اعتراض، احتجاج، یا شکایات انہیں نتائج سے بچا نہیں سکتیں۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل کتاب کو متنبہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کو یہ یاد دلاتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عذر ان کی مدد نہیں کرے گا، اگر وہ ان اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہے جن کو انہوں نے واضح طور پر سچا تسلیم کیا ہے۔ باب المائدہ، آیت 19 5

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے تاکہ تم کو پیغمبروں کی مدت [معطلی] کے بعد واضح" کر دے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا "نہیں آیا، لیکن تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آیا ہے۔

جیسا کہ آخری الہامی وحی میں بشارتیں اور تنبیہات کی گئی ہیں، اس لیے لوگوں کے لیے کوئی بہانہ نہیں چھوڑتا اگر وہ ان پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ خوشخبری اور تنبیہات صرف اسی کو فائدہ پہنچاتی ہیں جو ان کا جواب اعمال کے ساتھ دیتا ہے۔ زبانی طور پر ان کو تسلیم کرنا جبکہ عمل کے ساتھ ان کا جواب دینے میں ناکام رہنے کی کوئی قیمت نہیں ہے اور اس وجہ سے کسی شخص کو اس دنیا یا آخرت میں فائدہ نہیں ہوگا۔ درحقیقت یہ شخص لامحالہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اڑے رہے گا جب کہ ان کے زبانی اعلان ایمان کو جھوٹا ماننا دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔ نتیجتاً، وہ ایک بے ترتیب ذہنی اور جسمانی حالت کا تجربہ کریں گے اور اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، آخر کار قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، باوجود اس کے کہ وہ دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ یہ ان کا ناگزیر انجام ہوگا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت: باب 53 عن نجم، آیت 43 اور اختیار سے بچ نہیں سکتے۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

:اور باب 5 المائدۃ، آیت 19

”اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک واقعہ بیان کرتا ہے تاکہ واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی کے نتائج میں فرق کیا جا سکے۔ باب 5 المائدہ، آیت 20

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب” اس نے تم میں سے انبیاء مبعوث کیے اور تمہیں اپنا مالک بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا جو تمام جہانوں میں کسی کو نہیں دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ انوکھے عنایات کی یاد دلائی تاکہ انہیں اس کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دی جائے۔ ان کو جو نعمتیں عطا ہوئیں ان میں وحی الہی، انبیاء علیہم السلام اور ان کا زمین پر اللہ تعالیٰ کا سفیر مقرر ہونا شامل تھا۔ ان کو چاہیے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے، اس کی سچی اطاعت کرتے ہوئے ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی ہیں جیسا کہ ان کی آسمانی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا کہ وہ باہر کی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی صحیح نمائندگی کرتے ہیں، جیسا کہ وہ اللہ، برگزیدہ اور لوگوں کے حقوق کو پورا کرتے۔ یہ طرز عمل انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے ذہنی سکون کی طرف لے جاتا اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے جگہ دیتا۔ اور ان کے معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کو یقینی بناتا۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کا یہ شکر ادا کرنے میں ناکام رہے اور بجائے اس کے کہ ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی کی۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے نمائندے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں سے غفلت برتنے سے گریز کرتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ باب 3 علی عمران، آیت 110

تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے ”روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

یہ ذمہ داری قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے سے پوری ہوتی ہے۔ ایسا کرنے سے، وہ اپنی نعمتوں کا مناسب استعمال کریں گے، جس میں دوسروں کے حقوق کا احترام بھی شامل ہے۔ یہ نقطہ نظر معاشرے میں انصاف اور امن کو فروغ دے گا اور اسلام کے حقیقی جوہر کو دنیا کے سامنے پیش کرے گا۔ اس کے برعکس، اس فرض کو نظر انداز کرنا معاشرتی فساد کا باعث بنتا ہے، کیونکہ افراد اپنی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں اور دوسروں کے حقوق کو برقرار رکھنے میں ناکام رہتے ہیں۔ یہ غلط بیانی غیر مسلموں اور ساتھی مسلمانوں دونوں کو اسلام قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حوصلہ شکنی کر سکتی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک خاص واقعہ کا ذکر فرمایا جس نے بنی اسرائیل کی ناشکری کو نمایاں کیا۔ باب 5 المائدہ، آیات 21-22:

اے میری قوم، اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے مختص کی ہے اور (اللہ کی راہ میں لڑنے سے) پیچھے نہ ہٹو اور نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ۔ "انہوں نے کہا اے موسیٰ اس میں ظالم قوم ہے اور ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اسے نہ چھوڑیں اور اگر وہ اسے چھوڑ دیں تو ہم داخل ہوں گے۔

اگرچہ بنی اسرائیل کو فتح کی ضمانت دی گئی تھی، جس طرح انہوں نے فرعون اور اس کی فوج کے خلاف فتح کا مشاہدہ کیا، اس سے کم نہیں، انہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ عملی جامہ پہنانے سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر انسان کے ایمان کا اصل امتحان اس وقت ہوتا ہے جب اس کی خوشنودی کے لیے ان سے قربانی کی توقع کی جاتی ہے۔ عام طور پر، ان قربانیوں میں صبر کے ساتھ مشکلات کا سامنا کرنا اور آسانی کے وقتوں کا شکریہ ادا

کرنا شامل ہے۔ نیت کے ذریعے شکر ادا کرنے کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ جب بات تقریر کی ہو تو شکر گزاری مثبت انداز میں بولنے یا خاموشی کا انتخاب کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اعمال کے لحاظ سے، اس میں ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، صبر کا مظاہرہ قول و فعل دونوں میں شکایات سے پرہیز کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہنے سے، اس بات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہ وہ ہمیشہ لوگوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے، چاہے یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اس طرح جو شخص تمام حالات میں اپنے آپ کو صحیح طریقے سے چلاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی اور رحمت عطا ہوتی ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کا باعث بنتی ہے۔ اس حقیقت کی تائید صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔

جیسا کہ اگلی آیت میں ذکر کیا گیا ہے کہ یہی صبر اور شکر تھا جو بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگوں کے پاس تھا اور انہوں نے دوسروں کو بھی اسی طرز عمل کی ترغیب دی۔ باب 5 المائدہ، آیت 23:

ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جو ڈرتے تھے جن پر اللہ نے احسان کیا تھا، ”ان پر دروازے“ سے داخل ہو جاؤ، کیونکہ جب تم اس میں داخل ہو گے تو تم غالب ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم مومن ہو تو ”اللہ پر بھروسہ کرو۔“

ان دونوں افراد نے اپنے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور انتخاب پر بھروسہ کرنے کی اہمیت یاد دلائی یہاں تک کہ جب ان کے پیچھے حکمتیں ظاہر نہ ہوں۔ درحقیقت یہی وہ لمحات ہیں جو ان لوگوں کے درمیان فرق کرتے ہیں جو واقعی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو نہیں مانتے۔ جو لوگ محض زبانی طور پر اس پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہ آسانی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے، جب بھی ان کی خواہشات کے خلاف ہوں گے یا جب وہ مخصوص حالات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے پیچھے فائدے کا مشاہدہ کرنے میں ناکام ہوں گے۔ جب کہ جو اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتا ہے وہ اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہے گا، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں آسمانی تعلیمات میں بیان کیا ہے، خواہ اس کی خواہشات کے خلاف ہوں اور وہ اس کی اطاعت جاری رکھیں گے جب کہ وہ مخصوص حالات میں اس کی اطاعت کے پیچھے موجود حکمتوں کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ جیسا کہ آیت 23 میں مذکور دو آدمیوں کی طرف سے اشارہ کیا گیا ہے مضبوط ایمان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ مضبوط ایمان پیدا کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ افراد کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہنے میں مدد کرتا ہے، خواہ وہ کسی بھی حالات کا سامنا کر رہے ہوں، خواہ وہ راحت یا مشکل کے وقت ہوں۔ یہ پختہ ایمان قرآن پاک میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے پیدا ہوتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں پایا جاتا ہے۔ یہ تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ملتا ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں وہ کمزور ایمان رکھتے ہیں، اور جب بھی ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے متصادم ہوتی ہیں تو وہ نافرمانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ اس حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کے سپرد کرنا ہی دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کا حقیقی راستہ ہے۔ لہذا، اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان میں یقین پیدا کرنا بہت ضروری ہے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنانا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق ان پر دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں، بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی مناسب ترجیح کا باعث بنیں۔ جیسا کہ آیت 23 میں اشارہ کیا گیا ہے، جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ پر حقیقی بھروسہ اختیار کرے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 23

”اور اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو۔“

عام طور پر، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے کا مطلب ہے اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کے عطا کردہ وسائل کو بروئے کار لانا، اور یہ بھی تسلیم کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد کے لیے بہترین نتائج کا تعین کرے گا، چاہے اس کے فیصلوں کے پیچھے استدلال فوری طور پر واضح نہ ہو۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو بیمار ہو اسے جائز علاج تلاش کرنا چاہئے اور پھر اپنے صحت یاب ہونے کے نتائج کے بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ پر سچا بھروسہ کسی کے اختیار میں موجود ذرائع کو نظر انداز کرنے کے مترادف نہیں ہے۔

لیکن چونکہ بنی اسرائیل کی اکثریت کمزور ایمان کی حامل تھی، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بہت سے معجزات دیکھنے کے باوجود انہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی تائید نہیں کی، جیسا کہ ان کی خواہشات کے خلاف تھا۔ باب 5 المائدہ، آیت 24

انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ اس میں موجود ہیں۔ پس تم "اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو۔ درحقیقت، ہم یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ کمزور ایمان کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی دنیاوی خواہشات کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کرنے کی خواہش نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ ان کی طرف سے بغیر کسی کوشش کے دونوں جہانوں میں فتح و کامرانی اور اطمینان قلب سے نوازے گا۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ جس طرح کوئی شخص دنیاوی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا، جیسا کہ ڈاکٹر بننا، اور نہ ہی کوئی شخص جدوجہد اور قربانیوں کے بغیر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے بھی ایسا ہی رویہ اختیار کیا ہے جس کے تحت وہ غلط طور پر یہ مانتے ہیں کہ اسلام پر ان کا زبانی طور پر ایمان کا اعلان ہی ان کے لیے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کے لیے کافی ہے اور اس کے نتیجے میں انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے جدوجہد یا قربانی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کا ایک سادہ اور ہمہ گیر فلسفہ ہے: انسان کو اپنی کوشش کے مطابق دونوں جہانوں میں بھلائی ملے گی۔ اگر کوئی مسلمان اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح

طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ رب العزت کو راضی کرنے میں زیادہ محنت نہیں کرتا تو اسے اللہ تعالیٰ سے زیادہ امیدیں نہیں رکھنی چاہئیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 39

”اور یہ کہ کسی شخص کے لیے اس کے سوا کچھ نہیں ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔“

باب 5 المائدة، آیت 24

انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے جب تک وہ اس میں موجود ہیں۔ پس تم ”اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو۔ درحقیقت، ہم یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں۔“

یہ آیت صرف اللہ تعالیٰ سے راضی ہونے کے برے رویے سے بھی خبردار کرتی ہے اور جب ان کی خواہشات پوری ہو جاتی ہیں تو ان کے دین سے۔ لیکن جب بھی ان کی خواہشات کے خلاف ہوتا ہے تو یہ شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑ لیتا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 11

اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی عبادت کنارے پر کرتا ہے، اگر اسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو اسے تسلی ملتی ہے، اور اگر اسے کوئی آزمائش پہنچتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے، اس نے ”دنیا اور آخرت کو کھو دیا، یہی صریح نقصان ہے۔“

یہ شخص دونوں جہانوں میں ہار جائے گا کیونکہ وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو اسے دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں خلل کا تجربہ کریں گے، اور ان کے رویے کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ پر لے جائیں گے اور آخر کار قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ بنیں گے۔ اس لیے ان کا طرز عمل اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

جب بنی اسرائیل کی نافرمانی انتہا کو پہنچی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے علیحدگی کی خواہش ظاہر کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ان کی اطاعت نہیں کریں گے جیسا کہ انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ باب 5 المائدہ، آیت 25:

(موسیٰ نے) کہا اے میرے رب، میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کوئی مالک نہیں، پس ہمیں نافرمان لوگوں سے الگ کر دے۔

عام طور پر، دوسروں کے بارے میں اپنے فرائض کو نبھانے کی کوشش کرنی چاہیے، جیسے کہ نرمی سے اچھائی کا حکم دینا اور بری باتوں سے خبردار کرنا، لیکن ضدی لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت اسے حد کو بھی سمجھنا چاہیے۔ جب دوسرے لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی فرمانبرداری کے خلاف ضد کا مظاہرہ کرتے رہیں اور اچھی نصیحتوں کو سننے سے انکار کر دیں تو انسان کو چاہیے کہ مستقبل میں ان کی صحبت سے بچیں اور ان کے ساتھ ادب و احترام کا برتاؤ رکھیں۔ اگر کوئی ایسے لوگوں کا ساتھ دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں تو اندیشہ ہے کہ وہ ان کی منفی خصوصیات کو اپنا لیں گے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق انہیں اپنے حقوق کی ادائیگی جاری رکھنی چاہئے، کیونکہ یہ انہیں اپنے غلط طریقوں سے توبہ کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے لیکن مستقبل میں ان کا ساتھ دینے سے گریز کرتا ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ ان کی منفی خصوصیات سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن اسے معاف کر دیا جائے گا جیسا کہ اس نے دوسروں کے لیے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ باب: الاعراف، آیت 164 7

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ "تو انہوں نے کہا: تمہارے رب کے سامنے بری ہو جاؤ اور شاید کہ وہ اس سے ڈریں۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کریں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت نہ کر سکیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 26

[اللہ نے فرمایا: "پھر یہ ان پر چالیس سال تک حرام ہے جس میں وہ زمین میں گھومتے پھریں گے۔" پس نافرمان لوگوں پر غم نہ کرو۔]

جس طرح بنی اسرائیل کو ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دیا گیا تھا جب وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہے تھے، اسی طرح جو بھی ان جیسا سلوک کرے گا۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ شخص لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو اسے دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، انہیں اپنی ذہنی اور جسمانی صحت میں خلل کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، جو آخر کار قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ بنے گا۔ ان کے رویے کے نتیجے میں اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش کے حامل ہوں۔ لہذا دونوں جہانوں میں قلبی سکون اور کامیابی صرف اسی کو ملے گی جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے ہوئے ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ نقطہ نظر اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ افراد ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی توازن حاصل کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ زندگی میں اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں کو مناسب طور پر ترجیح دیتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے بھی تیاری کرتے ہیں۔ نتیجتاً، یہ ذہنیت دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دیتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

﴿ وَآتَىٰ عَلَيْهِم نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴾ (٢٧)

لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴾ (٢٨)

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبْشُرَ آبَائِي وَإِثْمَكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴾ (٢٩)

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ، فَاصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ (٣٠)

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ، كَيْفَ يُورِي سَوَاءَ أَخِيهِ قَالَ يُوَيَّلَتِي أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُورِيَ سَوَاءَ أَخِي فَاصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴾ (٣١)

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ، مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ
أَوْ فْسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا
فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ
إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿٣٢﴾

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن
يُقْتَلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خَلْفٍ أَوْ
يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ
عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا
فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ،

لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾

يُرِيدُونَ أَن يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ

مُقِيمٌ ﴿٣٧﴾

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءُ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾

فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

رَحِيمٌ ﴿٣٩﴾

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَغْفِرُ

لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٠﴾

اور ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ سناؤ، جب دونوں نے (اللہ کے لیے) نذرانہ پیش کیا تو ان میں سے ایک کی طرف سے قبول ہوئی لیکن دوسرے سے قبول نہ کی گئی، اس نے کہا، میں تمہیں ضرور مار ڈالوں گا۔

اگر آپ مجھے قتل کرنے کے لیے میری طرف ہاتھ اٹھائیں گے تو میں آپ کو مارنے کے لیے آپ کی طرف ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

درحقیقت میں چاہتا ہوں کہ تم میرے گناہ اور اپنے گناہوں کو حاصل کرلو تاکہ تم دوزخیوں میں سے ہو جاؤ۔ اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔

اور اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل کی اجازت دی تو اس نے اسے قتل کر دیا اور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوئے کو زمین میں تلاش کرنے کے لیے بھیجا تاکہ اسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی بے عزتی کیسے چھپا سکتا ہے۔ اس نے کہا ہائے ہائے کیا میں اس کوئے جیسا ہو کر اپنے بھائی کی رسوائی کو چھپانے میں ناکام رہا؟ اور وہ پشیمانوں میں سے ہو گیا۔

اسی بنا پر ہم نے بنی اسرائیل پر حکم دیا کہ جس نے کسی جان کو قتل کیا سوائے اس کے کہ کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے کسی کو بچایا گویا اس نے پوری انسانیت کو بچایا۔ اور یقیناً ہمارے رسول ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تھے۔ پھر یقیناً ان میں سے بہت سے، اس کے بعد بھی، پورے ملک میں، فاسق تھے۔

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں ملک سے جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے۔ اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

سوائے ان لوگوں کے جو تم پر قابو پانے سے پہلے [توبہ کرتے ہوئے] [لوٹ جائیں] یعنی پکڑنے]۔ اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اگر ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اس کے برابر اور اس کے ذریعے قیامت کے عذاب سے چھٹکارا حاصل کریں تو ان سے یہ قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وہ آگ سے نکلنا چاہیں گے لیکن وہ اس سے نکلنے والے نہیں ہیں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔

(جہاں تک (چور، مرد اور عورت، اپنے ہاتھ کاٹ ڈالیں اس کے بدلے میں جو انہوں نے کمایا [عذاب] اللہ کی طرف سے روک [عذاب]۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

لیکن جو شخص اپنے گناہوں اور اصلاح کے بعد توبہ کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے
“اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تاریخ کے ایک واقعہ کا تذکرہ کیا ہے تاکہ اس کی نافرمانی کے نتائج کو واضح طور پر ظاہر کیا جا سکے کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کیا جائے۔ باب 5 المائدة، آیت 27

”اور ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ سمجھ کر سناؤ۔“

دیگر تمام کتابوں جیسے کہ تاریخ کی کتابوں کے برعکس، قرآن پاک تاریخ کے واقعات کا تذکرہ کرتا ہے جس کا مقصد فائدہ مند اسباق فراہم کرنا ہے تاکہ انسان زندگی میں صحیح طرز عمل اختیار کرے تاکہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، قرآن پاک صرف مخصوص تفصیلات کا ذکر کرتا ہے جو متعلقہ ہیں اور اسباق سکھانے کے لیے ضروری ہیں جن کو سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ اپنے طرز عمل کو بہتر بنایا جا سکے۔ نتیجے کے طور پر، یہ معلومات کے بہت سے غیر ضروری ٹکڑوں کو چھوڑ دیتا ہے، جیسے حقائق، اعداد و شمار، تاریخوں اور ناموں کو کیونکہ انہیں مطلوبہ اسباق کو پہنچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قرآن کریم کا ایک انتہائی منفرد اور معجزانہ پہلو ہے کیونکہ اس میں ضرورت سے زیادہ معلومات کا ذکر ہی نہیں ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان قرآن کریم کے اس پہلو کی قدر کرنے میں ناکام رہتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ ان چیزوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا ہے اور جن کا ذکر کیا گیا ہے ان پر کم توجہ دیتے ہیں۔ اس سے قرآن پاک کے مقصد کی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ کوئی شخص قرآن پاک کے سکھائے گئے اسباق کو نہ سمجھے گا اور نہ ہی اس پر عمل کرے گا۔ اس لیے قرآن کریم کے طالب علم کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک میں زیر بحث چیزوں پر توجہ مرکوز کرے اور صرف ان چیزوں کی تحقیق کرے جو مذکورہ چیزوں سے براہ راست جڑی ہوں اور ان چیزوں کی تحقیق کرنے سے گریز کریں جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، کیونکہ وہ غیر متعلق ہیں۔

باب 5 المائدة، آیت 27

اور ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ سناؤ، جب دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی لیکن دوسرے کی قبول نہ ہوئی، اس نے کہا، میں ضرور تجھے قتل کر دوں گا۔" پہلے) "نے کہا،" بے شک اللہ صرف نیک لوگوں سے ہی قبول کرتا ہے۔

جس طرح آسمانوں میں پہلا گناہ شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے کیا گیا حسد تھا، اسی طرح حسد زمین پر پہلا قتل ہوا۔

حسد ایک بہت بڑا گناہ ہے جس سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب کے لیے براہ راست چیلنج کی نمائندگی کرتا ہے، کیونکہ حسد کرنے والا ایسا کام کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بجائے کسی اور کو نعمت عطا کرنے میں غلطی کی ہے۔ جو لوگ حسد کرنے والوں کے خلاف اپنی حسد کو قول و فعل سے ظاہر کرتے ہیں وہ بالآخر اپنے ہی اچھے اعمال کو نقصان اور تباہ کر دیتے ہیں جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 4210 میں ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے۔ جائز حسد اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص دوسرے کے لیے اسی طرح کی نعمت کی خواہش کرتا ہے بغیر اس کے کہ وہ اپنے پاس موجود چیزوں کو کھو دے۔ حسد کی یہ شکل مذہبی حوالے سے قابل قبول ہے، لیکن دنیاوی معاملات میں اسے قابل ملامت سمجھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 1896 کی ایک حدیث میں قابل ستائش حسد کی دو مثالیں بیان کی ہیں۔ ایک تو اس شخص سے حسد کر سکتا ہے جو اپنے علم کو مؤثر طریقے سے دوسروں کی تعلیم کے لیے استعمال کرتا ہے، اور دوسرا وہ شخص ہے جو حلال مال حاصل کرتا ہے اور اسے اللہ کی رضا کے مطابق خرچ کرتا ہے۔

حسد پر قابو پانے کے لیے اسے ایک بڑے گناہ کے طور پر پہچاننا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور انتخاب پر سوال اٹھاتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد کو وہی عطا کرتا ہے جو اس کے لیے واقعی بہترین ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”
”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

لوگوں کو دوسروں سے حسد کرنے کے بجائے ان نعمتوں سے استفادہ کرنے پر توجہ مرکوز کرنی
چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہو، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرز عمل کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں اضافی
برکات، سکون اور کامیابی ملے گی۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

”... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی
”بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

جبکہ، جیسا کہ زیر بحث آیات سے اشارہ کیا گیا ہے، دوسروں سے حسد کرنا انسان کو اللہ تعالیٰ کی
اطاعت سے غافل کرتا ہے، جس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ باب 5
المائدہ، آیت 27

[آخر الذکر] نے کہا، "میں تمہیں ضرور مار ڈالوں گا۔" پہلے [نے کہا، "بے شک، اللہ صرف نیک ..."]
"لوگوں سے ہی قبول کرتا ہے [جو اس سے ڈرتے ہیں]۔

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

جیسا کہ زیر بحث اہم آیات سے اشارہ کیا گیا ہے، حسد کا سامنا کرنے والے مسلمان کو حسد کرنے والے کے زبانی اور جسمانی حملوں کے جواب میں صبر سے کام لینا چاہیے، صرف اسلامی اصولوں کے مطابق اپنا دفاع کرنا چاہیے۔ باب 5 المائدہ، آیت 28

اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر ہاتھ اٹھاؤ گے تو میں تمہیں قتل کرنے کے لیے تم پر ہاتھ ”
”نہیں اٹھاؤں گا، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

صبر کا مطلب ہے کہ قول و فعل میں شکوے شکایات سے پرہیز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی سچی فرماں برداری۔ اس فرمانبرداری میں ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے حاسد مخالفوں سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہے۔ باب 113 الفلق، آیات 1 اور 5

کہہ دو میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں... اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرتا”
”ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو حسد کرنے والوں کے نقصان دہ اثرات سے محفوظ رکھے گا، خواہ وہ اس سے بے خبر ہوں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ، اپنی بے پناہ حکمت اور علم میں، انسانیت کے تنگ نظری سے بالاتر ہو کر کام کرتا ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 28

اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر ہاتھ اٹھاؤ گے تو میں تمہیں قتل کرنے کے لیے تم پر ہاتھ ”
”نہیں اٹھاؤں گا، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

عام خیال ہے کہ جس پر حملہ ہوا اس نے اپنا دفاع بھی نہیں کیا۔ لیکن اس آیت میں صرف اس کی نیت کا ذکر ہے کہ وہ اپنے بھائی کو اپنے دفاع میں قتل نہ کرے، اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اگر اس کے بھائی نے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ اپنا دفاع نہیں کرے گا۔ لہذا کسی کو یہ خیال کرتے ہوئے غیر فعال ذہنیت اختیار نہیں کرنی چاہیے کہ یہ صحیح راہنمائی والے بھائی کا رویہ تھا۔ درحقیقت اسلام ان حالات میں متوازن طرز عمل کی تعلیم دیتا ہے۔ جس کو دوسروں کی طرف سے نقصان پہنچا ہے اسے اپنا دفاع کرنے کا حق ہے، خاص طور پر، جسمانی نقصان کی صورت میں، اور اسے مستقبل صبر اور معافی کو نقصان کی غیر فعال میں دوبارہ نقصان سے بچنے کے لیے اقدامات کرنے چاہییں۔ قبولیت کے طور پر نہیں جانا چاہئے؛ بلکہ، انہیں حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے فعال اقدامات کی ضرورت ہے۔ یہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ مثال کے طور پر، گھریلو تشدد کا سامنا کرنے والی

خاتون کو اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے فیصلہ کن اقدامات کرنے چاہئیں، جس میں قانون نافذ کرنے والے اداروں تک پہنچنا اور بدسلوکی والے تعلقات کو چھوڑنا شامل ہے۔ جیسا کہ آیت 29 میں اشارہ کیا گیا ہے، اپنی اور اس کے بچوں کی حفاظت کے بعد، وہ قانونی ذرائع سے انصاف حاصل کر سکتی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے انصاف حاصل کر سکتی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 29

بے شک میں چاہتا ہوں کہ تم میرے گناہ اور اپنے گناہوں کو حاصل کرلو تاکہ تم دوزخیوں میں سے "ہو جاؤ اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔"

لیکن اگر وہ اپنے اندر یہ پاتی ہے کہ وہ اپنے سابقہ شوہر کو اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کی سابقہ غلطیوں: باب 24 النور، آیت 22 کو معاف کر دے تو یہ بالآخر اس کی اپنی معافی کا باعث بنے گی۔

”اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا آپ پسند نہیں کریں گے کہ اللہ آپ کو معاف کر دے؟“

:باب 5 المائدة، آیات 28-29

اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر ہاتھ اٹھاؤ گے تو میں تمہیں قتل کرنے کے لیے تم پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم میرے گناہ اور تمہارے گناہوں کو حاصل کرلو تاکہ تم جہنمی لوگوں میں شامل ہو جاؤ، اور یہ ظالموں کی "سزا ہے۔"

ان آیات میں ایک عالمگیر اسلامی اصول بیان کیا گیا ہے۔ دوسروں پر ظلم کرنے والے کو قیامت کے دن انصاف ملے گا۔ نتیجتاً، ظالم مجبور ہو گا کہ وہ اپنے نیک اعمال اپنے شکار کو دے دے، اور اگر ضرورت پڑے تو وہ اپنے مظلوم کے گناہوں کو اس وقت تک برداشت کرے گا جب تک کہ انصاف نہ ہو جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن جہنم کی سزا دی جائے، خواہ وہ حقوق العباد کی پابندی کرے۔ یہ احتیاط صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں درج ہے۔ لہذا کسی کو دوسروں پر ظلم کرنے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کے بجائے یہ سمجھنا چاہیے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔ ایک کے بغیر دوسرا نہ دنیا میں کامیابی کا باعث بنے گا اور نہ آخرت میں۔ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ یا لوگوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرنے والا لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو ایک انتشار کی ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، اور وہ اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں کو غلط طریقے سے سنبھال لیں گے جو بالآخر قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری کو متاثر کرے گا۔ لہذا یہ رویہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی دولت سے لطف اندوز ہوں۔ اور جیسا کہ پہلے بحث کی گئی ہے، جب یوم حشر میں انصاف قائم ہو جائے گا، تو ظالم کو جہنم میں سزا دی جا سکتی ہے۔

جہنم کی وارننگ سن کر گمراہ بھائی اپنے بھائی کو قتل کرنے سے باز نہ آیا۔ باب 5 المائدة، آیت 30

اور اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل کی اجازت دی تو اس نے اسے قتل کر دیا اور نقصان "اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔"

مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات میں دی گئی انتباہات سے متاثر ہونے سے بچنا چاہیے۔ اس رویہ کی جڑ کمزور ایمان ہے۔ جب کوئی کمزور ایمان کا مالک ہوتا ہے تو وہ تنبیہات پر یقین رکھتا ہے پھر بھی اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کے لیے عملی اقدامات کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور نتیجتاً وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں۔ لہذا، ایک مضبوط ایمان کو اپنانا چاہیے تاکہ

انہیں اسلامی تعلیمات میں دی گئی تنبیہات کا عملی طور پر جواب دینے کی ترغیب دی جائے تاکہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے رہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ آیت 30 میں اشارہ کیا گیا ہے، مضبوط ایمان ان بری خواہشات اور خواہشات پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے جن کا لوگوں کو تجربہ ہوتا ہے۔ کمزور ایمان ان بری خواہشات پر قابو پانے کے لیے کافی نہیں ہے اس لیے ان پر عمل کرنے سے روک نہیں سکتا۔ دوسری طرف مضبوط ایمان بری خواہشات اور، خواہشات پر قابو پاتا ہے جس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کا موقع ملتا ہے جب بھی وہ ایسی خواہشات کا تجربہ کرتے ہیں۔ لہذا، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر قائم رہنے کے لیے مضبوط ایمان بہت ضروری ہے، خواہ حالات چاہے اچھے ہوں یا برے ہوں۔ یہ گہرا ایمان قرآن پاک میں پائے جانے والے واضح شواہد اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ نصوص واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ دوسری طرف، اسلامی اصولوں کا علم نہ رکھنے والا شخص کمزور ایمان کا حامل ہو گا، جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایات سے تصادم ہوں تو وہ نافرمانی کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ سمجھ کی کمی انہیں یہ سمجھنے سے روکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی، اطاعت کو اپنی خواہشات پر ترجیح دینا دونوں جہانوں میں باطنی سکون حاصل کرنے کی کلید ہے۔ لہذا افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مستقل اطاعت کو یقینی بنائیں۔ اس اطاعت میں ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا دانشمندانہ استعمال شامل ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات نے بیان کیا ہے، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینا اور زندگی کے تمام پہلوؤں کی مناسب ترجیح دینا شامل ہے۔

اس کے علاوہ، مسلمانوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اسلامی معلومات کو صحیح طریقے سے سنیں تاکہ انہیں اپنے طرز عمل کو مثبت انداز میں تبدیل کرنے کی ترغیب دی جائے۔ اس کے لیے اسلامی تعلیمات کو توجہ سے سننے، انہیں ذاتی تجربات سے منسلک کرنے، مستقبل میں ان اسباق کو کس طرح لاگو کرنے کا اندازہ لگانے، اور اس اطلاق کے لیے حقیقی طور پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس عمل میں شامل ہونے سے افراد کو صحیح معنوں میں اسلامی علم سے استفادہ کرنے کا موقع ملے گا جسے وہ سنتے ہیں۔ جیسا کہ آیت 29 میں اشارہ کیا گیا ہے، ان اقدامات پر عمل کیے بغیر صرف اسلامی تعلیمات کو سننا مثبت طرز عمل میں تبدیلی کا باعث نہیں بنے گا۔ یہ ایک اہم وجہ ہے جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان پہلے سے کہیں زیادہ اسلامی معلومات تک رسائی کے باوجود بامعنی تبدیلی کا تجربہ نہیں کر پاتے ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیات 29-30

بے شک میں چاہتا ہوں کہ تم میرے گناہ اور اپنے گناہ کو حاصل کرلو تاکہ تم جہنمی لوگوں میں شامل ہو جاؤ اور یہ ظالموں کا بدلہ ہے اور اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل کی اجازت دی تو اس نے اسے قتل کر دیا اور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

اس کے علاوہ، تمام انسانوں کو تجربہ کرنے والی بری خواہشات پر عمل کرنے سے بچنے کے لیے روحانی دل کی تطہیر کی ضرورت ہے۔ اس تزکیہ میں اسلامی تعلیمات کے اندر زیر بحث اچھی خصوصیات کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا شامل ہے، جیسے صبر، شکر اور عاجزی اور اسلامی تعلیمات میں زیر بحث منفی خصوصیات، جیسے حسد، غرور اور لالچ سے بچنا۔ ایک پاکیزہ روحانی، دل انسان کو بری خواہشات پر عمل کرنے سے بچاتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے جس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 30

اور اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل کی اجازت دی تو اس نے اسے قتل کر دیا اور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

ایک شخص کا اندرونی شیطان ہمیشہ اسے نتائج پر غور کیے بغیر اپنی خواہشات پر عمل کرنے کی تاکید کرتا ہے، کیونکہ اس سے ان کے بری خواہشات پر عمل کرنے کا امکان کم ہو جائے گا۔ اگر قاتل واقعی اپنے اعمال کے نتائج کے بارے میں صحیح سوچتا تو شاید وہ اپنے شیطانی منصوبے سے نہ گزرتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2012 کی ایک حدیث میں نصیحت فرمائی ہے کہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے، جبکہ عمل کرنے سے پہلے اپنے اعمال کے نتائج پر غور کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

یہ تعلیم انتہائی اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ یہ مسلمانوں کے اس رجحان کو نمایاں کرتی ہے جو بے شمار نیک کاموں میں مشغول رہتے ہیں تاکہ وہ نادانستہ طور پر انہیں زبردستی کے اعمال کے ذریعے کمزور کر دیں۔ مثال کے طور پر، غصے کے لمحات میں، وہ ایسے ضرر رساں الفاظ کا اظہار کر سکتے ہیں جو قیامت کے دن سنگین نتائج کا باعث بن سکتے ہیں، جیسا کہ جامع ترمذی، نمبر 2314 کی ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے۔ زیادہ تر تنازعات اور زیادتیاں کسی کے اعمال پر احتیاط سے غور نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں، جو لوگوں کو عجلت میں کام کرنے پر اکساتے ہیں۔ حقیقی دانشمندی کا مظاہرہ وہ لوگ کرتے ہیں جو بولنے یا عمل کرنے سے پہلے سوچنے کے لیے رک جاتے ہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ ان کے قول اور فعل دنیاوی اور مذہبی دونوں حوالوں سے تعمیری اور فائدہ مند ہوں۔ جہاں مسلمانوں کے لیے نیک کاموں میں فوری طور پر مشغول ہونا ضروری ہے، وہیں ان کو انجام دینے سے پہلے سوچ سمجھ کر کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ یہ بہت اہم ہے، کیونکہ اگر کوئی نیک عمل جلد بازی کی وجہ سے اس کی ضروری شرائط اور آداب کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس کا اجر نہیں ملتا۔ اس لیے تمام معاملات میں احتیاط اور مکمل سوچ سمجھ کر آگے بڑھنا چاہیے۔ اس نقطہ نظر کو اپنانے سے، افراد نہ صرف اپنے گناہوں کو کم کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کریں گے، بلکہ وہ اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں تنازعات اور مشکلات سمیت درپیش چیلنجوں کو بھی دور کر دیں گے۔ لیکن جیسا کہ اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جو شخص عمل کرنے سے پہلے اپنی خواہش پر غور کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کے بجائے جلد بازی سے کام لیتا ہے وہ اکثر پشیمان ہو کر رہ جائے گا کیونکہ وہ یا تو کوئی نیک کام غلط طریقے سے کرے گا یا وہ گناہ کا ارتکاب کرے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 31

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوئے کو زمین میں تلاش کرنے کے لیے بھیجا تاکہ اسے دکھائے کہ اپنے "بھائی کی رسوائی کو کیسے چھپائے، اس نے کہا: ہائے ہائے میری! کیا میں اس کوئے جیسا بن کر اپنے بھائی کی لاش کو چھپانے میں ناکام رہا؟" اور وہ پشیمانوں میں سے ہو گیا۔

چونکہ یہ دنیا کا پہلا قتل تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے قاتل کو اپنے مردہ بھائی کی لاش کو ٹھکانے لگانے کا طریقہ دکھایا۔

اس قتل کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو خبردار کیا کہ وہ بلا جواز قتل کے کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کریں اور ایک بے گناہ کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا۔ کسی اور مذہب یا طرز زندگی نے انسانی زندگی کو اتنی اہمیت نہیں دی جتنی اسلام نے رکھی ہے۔ اسی طرح ایک جان بچانے کا اجر بھی ایسا ملے گا جیسے پوری انسانیت کو بچایا گیا۔ باب 5 المائدہ، آیت 32

اس وقت سے ہم نے بنی اسرائیل پر حکم دیا کہ جس نے کسی جان کو قتل کیا سوائے اس کے کہ ”کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو بچایا گویا اس نے پوری انسانیت کو بچا لیا۔“

جیسا کہ اسلام بالکل متوازن ہے، یہ قتل کرنے والوں کو سزا دینے سے گریز نہیں کرتا، کیونکہ یہ صرف مجرموں کو قتل کرنے کی ترغیب دے گا کیونکہ اس کے نتائج یا تو غیر موجود ہیں یا کم ہیں۔ اسلام نے مجرموں کو قتل کے ارتکاب سے روکنے کے لیے ایک منصفانہ اور کافی سخت سزا کا انتخاب کیا ہے، اس طرح بہت سے ممکنہ متاثرین کی حفاظت کی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیات 178-179

اے ایمان والو، تم پر قتل کرنے والوں کے لیے قانونی سزا مقرر کی گئی ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے، لیکن جو شخص اپنے بھائی [قاتل] کی طرف سے کسی چیز کو نظر انداز کرے، تو اس کی [مقتول کے وارث یا قانونی نمائندے] کے لیے مناسب تعاقب اور ادائیگی ہونی چاہیے۔ جس کا دردناک عذاب ہے اور تمہارے لیے قانونی سزا ہے، اے اہل عقل، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اللہ، بلند، لوگوں کے درمیان ہمدردی اور رحم کرنے والے تعامل کو مسلسل فروغ دیتا ہے، یہ تجویز کرتا ہے کہ صرف انتہائی حالات یا اپنے دفاع میں سخت اقدامات پر غور کیا جائے۔ ایسی صورتوں میں، اللہ تعالیٰ مقتول کے ورثا کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ مرتکب کو معاف کر دے، مؤخر الذکر کو ایمان یا رشتہ داری میں بھائی کہہ کر کہتا ہے، کیونکہ تمام انسانیت حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ

حوا رضی اللہ عنہا سے جڑی ہوئی ہے۔ ایک مسلمان کا بنیادی رویہ دوسروں کے ساتھ رحم اور مہربانی کا ہونا چاہیے، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کو فروغ دیتا ہے، جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4941 میں ایک حدیث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ معافی کے جذبے کے تحت مجرم سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ شکار کے لیے بغیر کسی معاوضے کا انتخاب کرے گا۔ صدقہ کے ایک عمل کے طور پر، جس کے نتیجے میں انہیں دونوں جہانوں میں اضافی انعامات اور برکتیں ملتی ہیں۔ اس سیاق و سباق میں جس نیک سلوک کا حوالہ دیا گیا ہے اس کا تعلق فریقین کے ساتھ فوری طور پر قائم کردہ قانونی معاہدے کا احترام کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ برتاؤ کرنے یا کم از کم، اس کے بعد کسی بھی قسم کے ناروا سلوک سے پرہیز کرنے سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مقتول کے وارث کو قانونی انتقام لینے کے درمیان انتخاب عطا کیا ہے، جسے اسلامی حکومت کی طرف سے طے شدہ رہنما اصولوں کے مطابق عمل میں لانا چاہیے، یا معافی کا انتخاب، ممکنہ طور پر مجرم سے معاوضہ کے ساتھ یہ فراہمی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی عکاسی کرتی ہے کیونکہ انفرادی انتخاب کو مسلط کرنے سے افراد کی متنوع نوعیت کے پیش نظر مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ وہ لوگ جو قدرتی طور پر ہمدردانہ مزاج رکھتے ہیں وہ معافی کی طرف جھک سکتے ہیں، اگر اس طرح کے انتخاب کو اسلام نے لازمی قرار دیا ہو تو مجرم کو پھانسی دینے کا مطالبہ کرنا مشکل ہو گا۔ اس کے برعکس، دوسرے اپنے پیارے کے کھونے کے ذمہ دار فرد کو معاف کرنے کے لیے جدوجہد کر سکتے ہیں، خاص طور پر جب متاثرہ شخص پر انحصار کرتے تھے۔ ان افراد کے لیے معاشرے میں آزادانہ طور پر رہنے والے قاتل کی سوچ ناقابل برداشت ہو سکتی ہے، جس کی وجہ سے معافی کو قبول کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی لامحدود رحمت میں وارث کو یہ گہرا فیصلہ کرنے کی خود مختاری عطا فرمائی ہے۔ بہت سے عصری قانونی نظاموں کے برعکس جو قاتل کی قسمت کا فیصلہ جج یا ناواقف افراد کی جیوری کے ہاتھ میں دیتے ہیں، یہ ناقص طریقہ اکثر متاثرین کے اہل خانہ کو بغیر کسی بندش کے چھوڑ دیتا ہے۔ مجرم کے لیے نتائج کا تعین کرنے میں ناکامی ان کی امن تلاش کرنے اور اپنی زندگی کے ساتھ آگے بڑھنے کی صلاحیت میں رکاوٹ ہے۔ اس ناپختگی کا اکثر قتل کے متاثرین کے خاندانوں کے ساتھ عصمت دری جیسے دیگر سنگین جرائم میں زندہ بچ جانے والوں کی طرف سے بھی حوالہ دیا جاتا ہے، جو انصاف کی فراہمی پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب مجرموں کو جیل کی سزائیں ملیں۔ ایسی سزائیں اکثر کیے گئے جرائم کے لیے غیر متناسب معلوم ہوتی ہیں، جس سے مجرموں کو نسبتاً مختصر وقت کے بعد معاشرے میں دوبارہ ضم ہونے کا موقع ملتا ہے، جب کہ متاثرین اور ان کے اہل خانہ کو دیرپا نفسیاتی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ خاندانوں کو مجرم کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا اختیار دینے سے اس صدمے سے نجات مل سکتی ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں پہلے ذکر کردہ 'سرکشی' کی اصطلاح کا تعلق مقتول کے رشتہ داروں کے اعمال سے ہے جو براہ راست بدلہ لینا چاہتے ہیں، کیونکہ صرف ریاست کو قانونی سزائیں نافذ کرنے کا اختیار ہے، یا معاوضے یا معافی کا کوئی تصفیہ ہو جانے کے بعد انتقام لینے کا اختیار ہے۔ اس میں ایسی مثالیں بھی شامل ہیں جہاں ایک قاتل ابتدائی طور پر معافی حاصل کرنے کے بعد دوسرا جرم کرتا ہے۔ ایسے حالات میں، صدارتی جج ان کی پھانسی کا حکم دے گا، قطع نظر اس کے کہ دوسرے مقتول کا وارث معافی پر رضامند ہو۔ یہ مؤثر طریقے سے کسی بھی ممکنہ خامیوں کو ختم کرتا ہے جس کا ایک مجرم انصاف سے بچنے کے لیے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

باب 2 البقرہ، آیت 179

”اور تمہارے لیے قانونی انتقام میں زندگی ہے، اے اہل عقل، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔“

قانونی نتائج کے دائرے میں، زندگی کا تصور اہم ہے، کیونکہ بہت سے قاتل پھانسی کے بغیر کسی بھی سزا سے بے خوف رہتے ہیں۔ ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں جہاں قتل کے مرتکب فرد نے چند سال جیل میں گزارے ہیں، صرف رہائی پر دوبارہ جرم کرنے کے لیے۔ اس طرح، ایک فرد کی پھانسی ممکنہ طور پر دوسروں کی زندگیوں کی حفاظت کر سکتی ہے۔ مزید برآں، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے قانونی انتقام کی یہ شکل مقتول کے لواحقین کو بھی تسلی دے سکتی ہے، کیونکہ یہ جاننا کہ قاتل کو اپنے اعمال کے حتمی نتائج کا سامنا کرنا پڑا ہے، آگے بڑھنے میں ان کی مدد کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس، جب ایک قاتل کو محض قید کیا جاتا ہے اور اکثر رہا کیا جاتا ہے، تو اپنے پیارے کی تکلیف کی دردناک یادیں مقتول کے خاندان کو امن اور بندش کے حصول میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ اس جذباتی بوجھ کو کم کرنا انہیں زندگی پر ایک نئی لیز دینے کے مترادف ہے۔ مزید برآں، جب حکومت کسی مجرم سے متعلق معاملات میں مداخلت کرتی ہے، تو متاثرہ کے خاندان کو یہ محسوس ہو سکتا ہے کہ حقیقی انصاف نہیں ملا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جان بوجھ کر قتل کے واقعات میں، مقتول کے رشتہ داروں کو بعض اوقات یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ مجرم کو پھانسی دے دیں یا معافی دے دیں، ممکنہ طور پر مالی معاوضہ کے ساتھ متاثرہ خاندان کو یہ فیصلہ کرنے کی اجازت دینے سے اس ذہنی اذیت کو کم

کیا جا سکتا ہے جو حکومت کی طرف سے نتائج کا حکم دینے کی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ باختیاریت متاثرہ کے رشتہ داروں کو ناراضگی کے چکر میں پھنسنے رہنے کے بجائے اپنی زندگی میں ترقی کرنے کے قابل بناتی ہے، جو کہ اصل میں، عدم وجود کی ایک شکل ہے۔ اس طرح کی ناراضگی اتنی شدید ہو سکتی ہے کہ یہ متاثرہ کے خاندان کے اندر بھی دراڑیں پیدا کر سکتی ہے، جس سے ان کے نقصان کا مقابلہ کرنے کے طریقہ پر اختلاف پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ اکثر ٹوٹے ہوئے خاندانوں میں ہوتا ہے، جس کی مثال متوفی کے والدین کی طلاق ہے۔ لہذا، خاندان کو قاتل کی قسمت کا تعین کرنے کا اختیار دینے سے مقتول کے خاندان کی سالمیت کو برقرار رکھنے میں مدد مل سکتی ہے، اس امکان میں اضافہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ساتھ آگے بڑھ سکیں گے۔

قانونی پھانسی انتقامی قتل کے خلاف ایک رکاوٹ کا کام کرتی ہے، اس طرح نسل در نسل زندگیوں کو محفوظ رکھتی ہے۔ ایک قاتل کو پھانسی دے کر متعدد ممکنہ ہلاکتوں سے بچا جا سکتا ہے۔ مزید برآں انحصار کرنے والے کسی فرد کی موت انتقام کا ایک چکر شروع کر سکتی ہے جو ان کے پیاروں خصوصاً بچوں کی زندگیوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ اس چکر میں خلل ڈالا جا سکتا ہے اگر مقتول کے خاندان کو قاتل کی قسمت کے بارے میں رائے دی جائے، انتقامی قتل کو مؤثر طریقے سے روکا جائے اور تمام متاثرہ افراد کے زیر کفالت افراد کی حفاظت کی جائے۔ اس طرح، قانونی انتقام زندگیوں کے تحفظ میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ یہ اصول اس وقت درست ہوتے ہیں جب قانونی معاملات میں اسلامی قانون کو صحیح طریقے سے نافذ کیا جاتا ہے۔ قتل کی سزا کے لیے مضبوط اور قابل اعتماد شواہد کی ضرورت ہوتی ہے، جو کسی بھی معقول شک سے بالاتر ہو۔ اسلامی فقہ میں، کسی معاملے میں کسی بھی غیر یقینی صورتحال کے نتیجے میں پھانسی جیسی سخت سزائیں معطل ہو جاتی ہیں۔ مزید برآں، ٹیکنالوجی میں ترقی، بشمول سی سی ٹی وی، ڈی این اے تجزیہ، اور دیگر سائنسی طریقوں نے ناقابل تردید شواہد کو محفوظ کرنا تیزی سے ممکن بنا دیا ہے جو مجرموں کی درست شناخت کر سکیں۔ یہ پیشرفت بے گناہ افراد کو غلط طریقے سے سزا دینے کے خطرے کو نمایاں طور پر کم کرتی ہے۔ یہاں تک کہ غیر اسلامی دائرہ اختیار میں، مخصوص معاملات میں قانونی انتقام کا مناسب اطلاق جرائم کی شرح میں قابل ذکر کمی کا باعث بن سکتا ہے۔ ایسی صورتوں میں، ایک بے گناہ شخص کو پھانسی دینے کی تشویش کم ہو جاتی ہے، کیونکہ سزائے موت پانے والے کی شناخت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہو گا۔

”اور تمہارے لیے قانونی بدلہ [بچائی] جان ہے، اے عقل والو، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔“

جیسا کہ اس آیت میں روشنی ڈالی گئی ہے، صرف وہی لوگ جو سوچ سمجھ کر استدلال میں مشغول ہوں گے قانونی انتقام کے وسیع فوائد کو سمجھیں گے۔ مثال کے طور پر، بصیرت کا فقدان فرد اپنی زندگی کو بچانے کے لیے اعضاء کو کاٹنے کے خیال کے خلاف مزاحمت کر سکتا ہے، صرف کٹوتی کے عمل پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ وہ اپنی جان بچانے کے وسیع تر مضمرات پر غور کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ ضروری طریقہ کار کو مسترد کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس، ایک شخص جو تنقیدی طور پر سوچتا ہے وہ تسلیم کرتا ہے کہ اگرچہ کٹوتی ایک سنگین فیصلہ ہے، لیکن ایسا کرنے میں ناکامی کے نتیجے میں موت جیسے بدتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ وہ بڑے سیاق و سباق کو مدنظر رکھتے ہیں اور اپنی بقا کو یقینی بنانے کے لیے کٹوتی کے ساتھ آگے بڑھنے کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس استدلال کو زیر بحث آیات پر بھی لاگو کیا جا سکتا ہے۔ قاتل کو پھانسی دینا بظاہر سخت لگتا ہے، لیکن اگر اس سے متاثرین کے اہل خانہ سمیت معاشرے کے لیے اہم فوائد حاصل ہوتے ہیں تو یہ ایک جائز اقدام ہے۔ ایک حکومت کو ایک سزا یافتہ قاتل کی زندگی پر کمیونٹی کی مجموعی بہبود، کو ترجیح دینی چاہیے، جس نے اپنے اعمال سے اپنے حقوق سلب کیے، یا غیر معمولی واقعات میں کسی بے گناہ کی زندگی غلط طریقے سے سزا یافتہ ہے۔ کسی ناحق کی سزا پانے والے کی صورت یہ اجر ان تمام انعامات سے زیادہ میں ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جب تک وہ صبر سے کام لیں۔ ہو گا جو انہیں حاصل ہوتا اگر وہ صبر کے ساتھ اس مشکل کا سامنا نہ کرتے

باب 2 البقرہ، آیات 179:

”اور تمہارے لیے قانونی بدلہ [بچائی] جان ہے، اے عقل والو، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔“

مزید برآں، جیسا کہ اس آیت کے آخری حصے میں اشارہ کیا گیا ہے، سزائے موت کے ذریعے قانونی انتقام عوام کے لیے ایک طاقتور رکاوٹ کا کام کرتا ہے۔ قاتلوں کی پھانسی کا مشاہدہ ان لوگوں کو نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچنے والے کو اپنے جذبات پر عمل کرنے سے روک دے گا، کیونکہ وہ اپنی جان کا خوف رکھتے ہیں، بالآخر اپنی اور دوسروں کی زندگی کو محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ اصول مختلف جرائم تک پھیلا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر، اگر عصمت دری جیسے جرائم کے لیے سزائیں زیادہ سخت ہوں، تو یہ بہت سے ممکنہ مجرموں کو روکے گا۔ قوانین کی نرمی معاشروں میں جرائم کی مسلسل شرح میں حصہ ڈالنے والا ایک اہم عنصر ہے۔

قانونی انتقام کے ایک پہلو میں مجرم کو معاف کرنے کا عمل شامل ہے۔ ہمدردی کا یہ اشارہ مجرم کو اپنے مجرمانہ اقدامات پر حقیقی طور پر پچھتاوا کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے، جس کے نتیجے میں بالآخر اس کی اپنی جان چھڑائی جا سکتی ہے اور ممکنہ طور پر دوسروں کو پہنچنے والے نقصان کو روکنے میں مدد ملتی ہے اگر وہ اپنے غلط رویے پر قائم رہتے۔ مزید برآں، یہ نقطہ نظر دوسرے ممکنہ متاثرین اور ان کے خاندانوں کو اپنے جارحیت کرنے والوں کو معافی دینے کی ترغیب دے سکتا ہے، امن اور رحم کی ثقافت کو فروغ دے سکتا ہے جو بے شمار جانوں کو بچا سکتا ہے۔

باب 5 المائدۃ، آیت 32

اس وقت سے ہم نے بنی اسرائیل پر حکم دیا کہ جس نے کسی جان کو قتل کیا سوائے اس کے کہ کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد برپا کیا جائے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو بچایا گویا اس نے پوری انسانیت کو بچا لیا۔ نافرمان۔

جیسا کہ اس آیت کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، ایک معاشرہ مؤثر طریقے سے جرائم کو کم کر سکتا ہے جب اس کے شہری دو اہم اصولوں کو اپنا لیں۔ پہلا اصول قانونی انتقام ہے، جس میں ایسے سخت قوانین کا نفاذ شامل ہے جو مجرمانہ رویے کے لیے مناسب سزائیں عائد کرتے ہیں، اس طرح ممکنہ

مجرموں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ یہ واضح ہے کہ افراد، یہاں تک کہ بچے بھی، اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب سنگین نتائج برآمد ہوتے ہیں تو جرم کرنے کا امکان کم ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس نرم قوانین ممکنہ مجرموں کے درمیان مجرمانہ سرگرمیوں کے خطرے کو بڑھا دیں گے۔

دوسرا کلیدی اصول اللہ تعالیٰ کے خوف کی آبیاری ہے، جس میں دونوں جہانوں میں کسی کے اعمال کے نتائج کو تسلیم کرنا شامل ہے۔ افراد اکثر غلط کاموں میں ملوث ہوتے ہیں جب انہیں یقین ہوتا ہے کہ وہ دنیاوی نتائج سے بچ سکتے ہیں، چاہے قانونی خامیوں کے ذریعے ہو یا بھاگ کر۔ تاہم، ایک شخص جو حقیقی طور پر یہ سمجھتا ہے کہ ہر عمل، خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ، اہم یا معمولی، نتائج کا باعث بنے گا، غلط کام کرنے سے پہلے ہچکچاتا ہے۔ یہ یقین، جب اسلامی علم کو حاصل کرنے اور اس کا اطلاق کرنے سے تقویت ملتی ہے، تو غیر اخلاقی رویے کے خلاف ایک رکاوٹ کا کام کرتی ہے۔ اگر کسی کمیونٹی کے افراد اس ذہنیت کو اپناتے ہیں، تو یہ امن اور انصاف کے ماحول کو فروغ دے گا، جس کے نتیجے میں جرائم کی شرح میں کمی واقع ہو گی جو ان ادوار کی یاد دلاتا ہے جب اسلامی قانون کو مؤثر طریقے سے برقرار رکھا گیا تھا۔ یہ ایمان کے اہم کردار اور معاشرے کے اندر: باب 16 النحل، آیت 90 علم کے ذریعے اسے بڑھانے کی ضرورت کو واضح کرتا ہے۔

بے شک اللہ عدل اور حسن سلوک اور رشتہ داروں کی مدد کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برے "کاموں اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ شاید تم نصیحت حاصل کرو۔

:اور باب 5 المائدہ، آیت 32

اور یقیناً ان کے پاس ہمارے رسول کھلے دلائل لے کر آئے تھے، پھر یقیناً ان میں سے بہت سے اس "کے بعد بھی زمین میں فاسق تھے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، بدعنوانی اور فسق ہمیشہ اس معاشرے کا نتیجہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو عطا کردہ الہی ضابطہ اخلاق کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے انکار کرتا ہے۔ جب کوئی اس الہی ضابطہ اخلاق پر عمل کرتا ہے تو یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کر رہا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ یہ طریقہ افراد کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد فراہم کرے گا اور انہیں اس قابل بنائے گا کہ وہ اپنے رشتوں اور ذمہ داریوں کو مؤثر طریقے سے ترجیح دیں جبکہ قیامت کے دن اپنے آپ کو جوابدہی کے لیے تیار کریں۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ اس کے علاوہ، یہ طرز عمل اس بات کو یقینی بنائے گا کہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو پورا کیا جائے۔ اس سے معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کو یقینی بنایا جائے گا۔ جبکہ جو لوگ اسلامی تعلیمات کو رد کرنے یا نظر انداز کرنے کا انتخاب کرتے ہیں وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں، افراد کو ان کی ذہنی اور جسمانی صحت میں خلل کا سامنا کرنا پڑے گا، اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے تیار نہیں رہیں گے۔ لہذا ان کا رویہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور پریشانیوں کا باعث بنے گا، چاہے ان کے پاس کوئی بھی مادی آسودگی کیوں نہ ہو۔ اس کے علاوہ ان کا یہ طرز عمل انہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق اور حقوق العباد کی ادائیگی سے روک دے گا۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں ناانصافی اور کرپشن پھیلے گی۔ جب کوئی تاریخ میں ان معاشروں کا مشاہدہ کرتا ہے جنہوں نے اسلامی ضابطہ اخلاق کو صحیح طور پر نافذ کیا تو ان دونوں نتائج کے درمیان فرق بہت واضح ہو جاتا ہے۔

باب 5 المائدہ، آیات 32-33

اور یقیناً ان کے پاس ہمارے رسول کھلے دلائل لے کر آئے تھے، پھر یقیناً ان میں سے بہت سے ”لوگ، اس کے بعد بھی، پورے ملک میں فاسق تھے، بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، ان کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہیں قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے، یا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا زمین کے مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں۔ دنیا میں رسوائی اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔“

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کو عطا کردہ ضابطہ اخلاق کے خلاف کوشش کرتا ہے تو وہ اپنی دنیاوی خواہشات مثلاً دولت اور قیادت کے حصول کے لیے لامحالہ بے گناہ لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ عام لوگوں کی حفاظت کے لیے ان

سزاؤں کا حکم دیا گیا ہے اور صرف اسلامی حکمران حکومت ہی ان کو ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں پر لاگو کر سکتی ہے جس سے عام لوگوں کو بڑے پیمانے پر نقصان پہنچے، جیسے کہ منظم جرائم کے گروہ۔ جیسا کہ پہلے اس حصے میں بڑے پیمانے پر بحث کی گئی ہے، یہ سزائیں ایک مضبوط رکاوٹ کے طور پر کام کرتی ہیں جس کا مقصد معصوم جانوں کی حفاظت کرنا ہے۔ جب سنگین جرائم کی سزا جن کے بہت دور رس نتائج ہوتے ہیں، تو وہ مجرموں کو ان جرائم کے ارتکاب سے نہیں روکیں گے، جو معاشرے میں بدعنوانی، تشدد اور نقصان کو پھیلانے میں سہولت فراہم کرتے ہیں۔ یہ بات اس وقت بالکل واضح ہوتی ہے جب کوئی ان ممالک کا مشاہدہ کرتا ہے جنہوں نے غلط طریقے سے انتہائی نرم قانونی نظام کو اپنایا ہے حالانکہ جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے کسی بے گناہ کو مجرم ٹھہرانے کے امکانات ڈرامائی طور پر کم ہو گئے ہیں۔

لیکن ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ سب کے لیے کھلا چھوڑ دیا ہے، یہاں تک کہ ان لوگوں کے لیے جو معاشرے میں فساد پھیلاتے ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 34

"...سوائے ان لوگوں کے جو تم ان کو پکڑنے سے پہلے [توبہ کرتے ہوئے] لوٹ آتے ہیں "

اگرچہ بڑے پیمانے پر بدعنوانی اور نقصان پہنچانا بہت سنگین جرم ہے، لیکن جو شخص اپنے طریقے سے سچے دل سے توبہ کرتا ہے اور حکومت کی طرف سے پکڑے جانے اور سزا پانے سے پہلے ہی معاشرے میں جو غلطیاں کی ہیں اسے درست کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو غالب بخشنے والا اور مہربان پائے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 34

“اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔”

اس آیت میں حکومت کی طرف سے پکڑے جانے اور سزا دینے سے پہلے توبہ کرنے کی شرط رکھی گئی ہے، جیسا کہ حکومت کی گرفت میں آنے والا جانتا ہے کہ اسے سزائے موت دی جائے گی اور جب کسی کو یقین ہو جائے کہ اس کی موت قریب ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی کو یقین ہو جائے کہ ان کی موت قریب آ رہی ہے، سچی توبہ ضرور کرنی چاہیے۔ باب: النساء، آیات 17-18 4

اللہ کی طرف سے توبہ قبول ہوتی ہے صرف ان لوگوں کی جو نادانی میں برے کام کر بیٹھتے ہیں " اور پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے، اور اللہ ہمیشہ سے جاننے والا اور حکمت والا ہے، لیکن ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برے کام کرتے رہتے ہیں، جب تک کہ میں موت کے آنے تک کہتا ہوں۔" اب توبہ کر لو "یا جو لوگ کفر کی حالت میں مرتے ہیں، ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

سچی توبہ میں پچھتاوا محسوس کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور متاثرہ افراد سے، جب تک کہ یہ مزید پیچیدگیوں کا باعث نہ بنے۔ ایک ہی یا اس سے ملتے جلتے گناہوں سے بچنے کا خلوص دل سے عہد کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے متعلق کسی بھی حقوق کی پامالی کے لیے اصلاح کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے مستقبل میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مسلسل عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 35

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو " تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

قرآن پاک میں، اللہ تعالیٰ اکثر مومنوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے کو ٹھوس اعمال میں بدل دیں۔ اسلامی روایت میں، ایمان کا سادہ زبانی اثبات اعمال کے بغیر ناکافی ہے۔ اس طرح کے اعمال

ضروری ہیں کیونکہ وہ اس زندگی اور آخرت میں انعامات اور رحمت حاصل کرنے کے لیے ضروری ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ اسی طرح جس طرح ایک پھل دار درخت صرف اس وقت قیمتی سمجھا جاتا ہے جب وہ پھل دیتا ہے، ایمان کی اہمیت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس کا اظہار مثبت اعمال کے ذریعے کیا جائے۔ اس معاملے میں، مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے اس کی عملی اطاعت کے ذریعے، جس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی یہی تعریف ہے۔ یہ طریقہ لوگوں کو دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کرنے میں مدد دے گا، جس سے وہ اپنی زندگیوں کو صحیح طریقے سے ترتیب دے سکیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار ہوں گے۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ چونکہ اس کی عملی اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے، اس لیے لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کی کوششوں سے بچنے کے لیے کوئی بہانہ باقی نہیں بچا ہے۔ ہر شخص کو دنیاوی نعمتیں عطا کی گئی ہیں، خواہ چند ہوں یا بہت۔ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے انہیں صرف اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ ان کا صحیح استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اس بات کو یقینی بنائے گا کہ انہیں خدائی تحفظ اور مدد فراہم کی جائے تاکہ وہ ذہنی سکون کے ساتھ ہر حال میں کامیابی کے ساتھ سفر کریں۔ لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ خدائی حفاظت اور مدد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو اس دنیا میں مشکلات اور چیلنجوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا: کیونکہ یہ اس دنیا میں زندگی کے مقصد سے انکار کر دے گا۔ باب 67 الملک، آیت 2

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“

اس کے بجائے، انہیں ذہنی طاقت دی جائے گی کہ وہ زندگی کے تمام امتحانات اور چیلنجوں کا کامیابی سے مقابلہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ یہ غیبی مدد اور تحفظ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کے مطابق عطا کیا جاتا ہے نہ کہ لوگوں کی خواہشات کے مطابق۔ لہذا، یہ اس وقت ہوتا ہے جب یہ کسی شخص کے لیے بہترین ہو اور اس طریقے سے جو اس کے لیے بہترین ہو، چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

جبکہ روحانی طور پر اللہ تعالیٰ سے دوری اختیار کرنا، جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کے غلط استعمال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، اس الہی مدد اور تحفظ کو حاصل کرنے سے روک دے گا۔ نتیجے کے طور پر، یہ شخص ذہنی طور پر اس دنیا میں درپیش ہر چیلنج پر قابو پا لے گا اور اس لیے وہ تناؤ اور پریشانی کے ساتھ ایک حالت سے دوسری حالت میں چلے جائیں گے، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسودگی سے لطف اندوز ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

یہ نتیجہ ناگزیر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ان کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، جیسے کہ ان کے روحانی دل، سکون قلب، اور اس لیے وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو ذہنی سکون ملے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

لہذا، اپنی ذات کے لیے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، خواہ ان کی خواہشات کے خلاف ہوں۔ لوگوں کو اپنے آپ کو ایک عقلمند مریض کے مطابق بنانا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کی طبی رہنمائی کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتا ہے، یہاں تک کہ مشکل علاج اور سخت غذائی منصوبہ بندی کے باوجود۔ جس طرح یہ

عقلمند مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کر سکتا ہے، اسلامی اصولوں کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے والے بھی ایسا ہی کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ حتمی علم ہے جو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول اور زندگی کے تمام شعبوں کو صحیح طور پر ترجیح دینے کے لیے درکار ہے۔ وسیع تحقیق کے باوجود ذہنی اور جسمانی صحت کے بارے میں معاشرے کی سمجھ ہمیشہ محدود رہے گی، کیونکہ یہ علم، تجربے، دور اندیشی، اور تعصبات کی ایک حد کی وجہ سے کسی فرد کو درپیش ہر مسئلے کو حل نہیں کر سکتا یا ہر قسم کے تناؤ کو روک نہیں سکتا۔ یہ مکمل علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کے ساتھ شیئر کیا ہے۔ یہ سچائی اس وقت عیاں ہوتی ہے جب ان لوگوں کا موازنہ کیا جائے جو اپنی نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں جو نہیں کرتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنی دوائیوں کی سائنسی بنیاد کو پوری طرح سے نہیں سمجھتے اور اس طرح اپنے ڈاکٹروں پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر غور کریں تاکہ وہ اپنی زندگیوں پر اس کے مثبت اثرات کو دیکھیں۔ وہ اسلامی تعلیمات پر اندھا اعتماد کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس کے بجائے، وہ چاہتا ہے کہ لوگ واضح ثبوت کے ذریعے اپنی سچائی کو پہچانیں۔ تاہم، اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کے لیے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

اور باب 5 المائدہ، آیت 35

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو "

"تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

اس تناظر میں کوشش کرنے سے مراد مقصد کے حصول کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا ہے۔ یہ جنگ سے مختلف ہے، جسے عربی اصطلاح قتال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کوشش اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کوششوں کی ایک وسیع رینج پر محیط ہے۔ ایک شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے جدوجہد کرتا ہے، حقیقی طور پر اپنے مشن کے لیے مصروف عمل ہوتا ہے، اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے بہترین طریقوں کا تعین کرتا ہے۔ وہ تقریر اور تحریر کے ذریعے اسلام کو پھیلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی خدمت کے لیے اپنی جسمانی قوت کو بروئے کار لاتے ہیں، اور اسلام کو آگے بڑھانے کے لیے تمام دستیاب وسائل کو بروئے کار لاتے ہیں۔ وہ عزم کے ساتھ کسی بھی مخالف قوت کا مقابلہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جانیں خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اس ساری کاوش کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا، اس کے دین کی بالادستی قائم کرنا اور اس کے پیغام کو یقینی بنانا ہے۔

مسلمانوں کو ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دینے کے بعد جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان لوگوں کے انجام سے متنبہ کرتا ہے جو انہیں دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے پوری دنیا کو قربان کرنے کے لیے رضامندی سے پیش کریں گے، جب وہ زمین پر اپنی زندگی کے دوران عطا کی گئی چند نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکامی کی سزا کا انتظار کریں گے۔ باب 5 المائدة: 36

یقیناً جو لوگ کافر ہیں، اگر ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اس کے ”برابر اور اس کے ذریعے قیامت کے عذاب سے نجات حاصل کریں تو وہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

لہذا اس دن اور دور میں ایک مقبول قسم کی خواہش مندانہ سوچ کو اپنانے سے گریز کرنا چاہیے، جس کے ذریعے کوئی شخص یہ جھوٹا عقیدہ رکھتا ہو کہ اسے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا دوسرا موقع دیا جائے گا، بالکل اسی طرح جیسے کسی شخص کو اس دنیا میں دوسرا موقع دیا جاتا ہے۔ اور نہ ہی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے صلح کر سکے گا، کیونکہ اس کے ساتھ صلح صرف اسی دنیا میں ہو سکتی ہے

جب وہ اس کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اس کی اطاعت کریں جیسا کہ باب 30 اروم، آیت 57 اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

پس اس دن ظالموں کو ان کا عذر کچھ فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی ان سے اللہ کو راضی کرنے کا کہا جائے گا۔

باب 5 المائدہ، آیت 37:

”وہ آگ سے نکلنا چاہیں گے لیکن اس سے نکلنے والے نہیں ہیں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔“

لہذا، اس قسم کی خواہش مندانہ سوچ سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہنے کی ترغیب دے گا اور جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا غلط استعمال کریں۔ اس کے بجائے انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حقیقی امید کو اپنائیں، اس کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرنے کی مخلصانہ کوشش کریں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے اور پھر یقین کریں کہ وہ قیامت کے دن انہیں معاف کر دے گا۔ خواہش مند سوچ اور اللہ عزوجل سے حقیقی امید کے درمیان فرق کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میں موجود حدیث میں اس طرح بیان کیا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2459

باب 5 المائدہ، آیات 35-37:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، بے شک کافر اگر ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اس کے برابر بھی ہو جس سے قیامت کے عذاب سے جان چھڑائی جائے تو یہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، لیکن ان کے لیے عذاب عذاب ہے۔ کیا وہ اس سے نکلیں گے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ یہ آیات فرمانبرداری کے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکامی کے خلاف تنبیہ کرتی ہیں، جس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ جو مسلمان اس کے بجائے ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اصرار کرتا ہے جو ان کو دی گئی ہیں اس لیے اس کے اس دنیا سے بغیر ایمان کے جانے کا خطرہ ہے کیونکہ اس نے اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت عمل سے نہیں کی۔ ایمان کا ادراک ضروری ہے۔ یہ ایک ایسے پودے کے مشابہ ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جس طرح ایک پودا جس میں سورج کی روشنی کی طرح غذائیت کی کمی ہوتی ہے وہ کیسے مرجھا جاتا ہے اور مر جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی اطاعت کے اہم سہارے کے بغیر کم ہو سکتا ہے اور مر سکتا ہے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نشاندہی کرتا ہے۔

بڑے پیمانے پر فساد اور نقصان پہنچانے والے مجرموں کے لیے دنیاوی سزا کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے چوری کی دنیاوی سزا کا ذکر کیا ہے، جو معاشرے میں فساد پھیلانے کی ایک اور شکل ہے، کیونکہ یہ تشدد اور قتل جیسے بہت سے دوسرے جرائم کو جنم دیتی ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 38

چور، مرد اور عورت، اپنے ہاتھ کاٹ ڈالیں اس کے بدلے میں جو انہوں نے کیا ہے اللہ کی طرف سے ”روکنا۔“

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ قانونی انتقام کی یہ شکل خصوصی طور پر ریاست کے زیر انتظام ہے۔ یہ ایک مخصوص مالیاتی حد سے زیادہ اشیاء کی چوری سے متعلق ہے۔ چوری کا عمل کسی معقول شک سے بالاتر ہونا چاہیے، کیونکہ کوئی بھی غیر یقینی صورتحال ملزم پر قانونی سزاؤں کے نفاذ کی نفی کرتی ہے۔ مزید برآں، اگر چوری شدہ چیز کو عام طور پر پہچانے جانے والے محفوظ مقام پر نہیں رکھا گیا تو سزا کی یہ شکل نافذ نہیں کی جاتی۔ مزید برآں، کھانے یا معمولی چیزوں کی چوری پر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، جیسا کہ سنن نسائی نمبر 4971 میں درج ایک حدیث سے ثابت ہے۔

ایک سخت قانونی نظام کی اہمیت جس کے تحت سنگین جرائم کو اس کے مطابق سزا دی جاتی ہے، اس حصے میں پہلے بڑے پیمانے پر بات کی جا چکی ہے۔ لیکن خلاصہ کرنے کے لیے، گورننگ باڈی کی طرف سے نافذ کردہ قانونی پابندیوں کا بنیادی مقصد موجودہ مجرموں اور مجرمانہ کارروائیوں پر غور کرنے والے دونوں کو روکنا ہے۔ ایسی تعزیری کارروائیوں کے بغیر، افراد نرم ضابطوں کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں، جو آج کل بہت سے ممالک میں جرائم کی بڑھتی ہوئی شرح میں حصہ ڈال سکتے ہیں۔ جب قانونی نتائج کافی سخت نہیں ہوتے ہیں، تو وہ مؤثر طریقے سے مجرمانہ طرز عمل کی حوصلہ شکنی نہیں کرتے ہیں۔ یہ ستم ظریفی ہے کہ نرم قوانین کے حامی اکثر مجرموں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں جبکہ معاشرے کے بے گناہ افراد کو نظر انداز کرتے ہیں جو اس کے نتائج بھگتتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، چوری کی سزا کے حصول کے لیے معتبر اور زبردست ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے جو معقول شک سے زیادہ ہو۔ مزید برآں، جدید معاشرے میں، ٹیکنالوجی میں ترقی جیسے سی سی ٹی وی، ڈی این اے ٹیسٹنگ، اور دیگر سائنسی تکنیک مجرموں کی شناخت اور سزا دینے کی درستگی کو بہتر بناتی ہیں، اس طرح ایک بے گناہ شخص کو غلط طریقے سے سزا سننے کے امکانات کو نمایاں طور پر کم کرتے ہیں۔ غیر اسلامی قانونی نظاموں میں بھی بعض معاملات میں قانونی سزاؤں کا مناسب اطلاق جرائم میں نمایاں کمی کا باعث بن سکتا ہے۔ ان حالات میں، کسی بے گناہ فرد کو غلط سزا دینے کے خطرے کی وجہ سے چور پر سخت سزائیں عائد کرنے کے خلاف دلیل نہیں ملتی، کیونکہ ثبوت واضح طور پر مجرم فریق کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ تاہم، صرف وہی لوگ جو تنقیدی سوچ میں مشغول ہوں گے اس اصول کو سمجھیں گے۔ مثال کے طور پر، بصیرت سے محروم فرد اپنی جان بچانے کے لیے کٹوتی کے خیال کی مخالفت کر سکتا ہے، اپنی زندگی کو محفوظ رکھنے کے وسیع تر مضمرات پر غور کرنے کے بجائے صرف کٹوتی کے عمل کو طے کرتا ہے جو بالآخر ان کے انکار کا باعث بنتا ہے۔ اس کے برعکس، ایک عقلی مفکر اس بات کو تسلیم کرے گا کہ اگرچہ کٹوتی ایک سنجیدہ انتخاب ہے، لیکن اس پر عمل کرنے میں ناکامی کے نتیجے میں موت جیسے بدتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ لہذا، وہ بڑے سیاق و سباق پر غور کرتے ہیں اور کٹوتی کے ساتھ آگے بڑھنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اس تشبیہ کا اطلاق زیر بحث آیت پر بھی کیا جا سکتا ہے۔

مخصوص جرائم کے لیے سخت قوانین کا نفاذ سخت معلوم ہو سکتا ہے۔ تاہم، اگر اس کے نتیجے میں پورے معاشرے کے لیے اہم فوائد حاصل ہوتے ہیں، تو یہ جائز ہے۔ حکومت کو معاشرے کی مجموعی فلاح و بہبود کو انفرادی مجرم کے مفادات پر ترجیح دینی چاہیے یا غیر معمولی حالات میں، غلط طریقے سے سزا پانے والے بے گناہ کی زندگی۔ کسی ناحق کی سزا پانے والے کی صورت میں ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جب تک وہ صبر سے کام لیں۔ یہ اجر ان تمام انعامات سے زیادہ ہو گا جو انہیں حاصل ہوتا اگر وہ صبر کے ساتھ اس مشکل کا سامنا نہ کرتے۔

جیسا کہ آیت 38 کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی چور دنیوی عذاب سے بچ جائے، تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار، کنٹرول اور عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ باب 5 المائدة، آیت 38:

“...اور اللہ غالب ہے”

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرائم کی روک تھام اور معاشرے میں امن و انصاف کے پھیلاؤ کو یقینی بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا خوف اور ایک اچھے اور منصفانہ قانونی نظام کی ضرورت ہے۔ قانون لوگوں کی اکثریت کو جرم کرنے سے روکے گا کیونکہ وہ دنیاوی عذاب سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا خوف کسی کو جرم کرنے سے روکتا ہے یہاں تک کہ جب وہ یقین رکھتے ہوں کہ وہ دنیاوی حکام سے بچ سکتے ہیں، جیسا کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اعمال کے نتائج سے ڈرنے کی ترغیب دیتا ہے اور سنگین جرائم کرنے والوں کے لیے دنیاوی سزا کا حکم دیتا ہے کیونکہ پر امن اور انصاف پسند معاشرے کی تشکیل کے لیے: دونوں کی ضرورت ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 38:

“اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔”

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، ہمیشہ کی طرح، اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ سب کے لیے کھلا رکھا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 39

،لیکن جو شخص اپنے گناہوں اور اصلاح کے بعد توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا" "بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سچی توبہ میں حقیقی ندامت کا احساس، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور متاثرہ افراد سے، جب تک کہ یہ مزید پیچیدگیوں کا باعث نہ بنے۔ ایک ہی یا اس سے ملتے جلتے گناہوں کو دہرانے سے بچنے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کو درست کرنے کا خلوص دل سے عہد کرنا چاہیے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کرنا بہت ضروری ہے۔

:باب 5 المائدة، آیت 40

کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے، وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا" "بے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بالآخر، چونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اختیار میں ہے، اس لیے لوگوں کے لیے اس کے احکام پر عمل کرنا لازم ہے۔ جس طرح کسی کو حکومت کے قوانین کو نظر انداز کرنے کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح ہر چیز کے خالق کی اطاعت کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے اسے دنیا اور

آخرت میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ کوئی شخص اختلافی قوانین کے ساتھ ملک چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے غلبہ سے کوئی فرار نہیں ہے۔ اگرچہ معاشرتی قوانین کو بدلا جا سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ الہی قوانین ناقابل تغیر ہیں۔ ایک گھر کے مالک کی طرح جو مخالفت سے قطع نظر اپنی جائیداد میں قوانین نافذ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ، انسان کی رضامندی کے بغیر کائنات کے قوانین کو قائم کرتا ہے۔ لہذا، ان الہی ضابطوں کی پابندی ذاتی فلاح و بہبود کے لیے بہت ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، اپنے اور معاشرے کے لیے ان کے فوائد کو پہچان سکتے ہیں، جو دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک کر اسلامی تعلیمات کو رد کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی قوانین کو نظر انداز کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ اپنے انتخاب کے نتائج کے لیے دنیا اور آخرت میں تیاری کریں، کیونکہ کوئی بھی شکایت، احتجاج، عذر یا اعتراض انہیں نتائج سے محفوظ نہیں رکھے گا۔ باب: الکہف، آیت 29 18

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

﴿يَتَأْتِيهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسْكِرُونَ فِي الْكَفْرِ مِنَ
الَّذِينَ قَالُوا ءَامَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا
سَمِعُوا لِلْكَذِبِ سَمْعًا وَلَقَوْمٍ آخِرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ
يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ
وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا
خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (٤١)

سَمِعُوا لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلشُّحِّ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ
أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ
فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ (٤٢)

وَكَيْفَ يُحْكِمُوكَ وَعِنْدَهُمُ التَّورَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ
ذَلِكَ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ﴾ (٤٣)

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا
لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ
وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّكَاسَ وَأَخْشَوْنَ وَلَا تَشْتَرُوا
بِعَايَتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ



وَكُنَّا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ
بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ
تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ



وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَرِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَءَاتَيْنَاهُ
الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً
لِّلْمُتَّقِينَ



وَلِيَحْكُمَ أَهْلَ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ



وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ
وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا
جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ
لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لَيَبْلُوَكُمْ فِي مَاءِ اتِّكُمُ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ
إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾

وَأِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ
عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ
ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿٤٩﴾

أَفْحَكُمُ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنْ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٥٠﴾

﴿٥٠﴾ يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَرَىٰ أَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ

يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥١﴾

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسْرِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ
فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ

نَدِيمِينَ ﴿٥٢﴾

وَيَقُولُ الَّذِينَ ءَامَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ
حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ﴿٥٣﴾

يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا مِنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ ۖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۖ
أَذَلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ
لَآئِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ
رَاكِعُونَ ﴿٥٥﴾

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴿٥٦﴾
يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوءًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَافِرَ أَوْلِيَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ كُفْرَكُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوءًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾
قُلْ يَتَاهِلَ الْكِتَابُ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَن ءَامَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلُ
وَأَن أَكْثَرُكُمْ فَاسِقُونَ ﴿٥٩﴾

قُلْ هَلْ أَنْبِئُكُمْ بِشَرِّ مِّنْ ذَلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ
مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ أُولَئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ

٦٠

وَإِذَا جَاءَ وَكُمُ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا

يَكْتُمُونَ ٦١

وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسْرِعُونَ فِي الْأَثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ الشَّحْتِ لَيْسَ مَا كَانُوا

يَعْمَلُونَ ٦٢

لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ الشَّحْتِ لَيْسَ

مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ٦٣

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ

كَيْفَ يَشَاءُ وَلِيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ وَالْقَيْنَا

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ كُلَّمَا أَوقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ

وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ٦٤

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ ءَامَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ
فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ
﴿٦٦﴾

﴿٦٦﴾ يَتَأْتِيهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ
رِسَالَتَهُ، وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾

قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا
أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ
طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾

إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِغُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ ءَامَنَ بِاللَّهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رَسُولًا كُلَّمَا جَاءَهُمْ

رَسُولٌ يَمَّا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾

وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ

عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾

اے رسول، وہ لوگ آپ کو غمگین نہ کریں جو ان لوگوں کے کفر میں جلدی کرتے ہیں جو اپنے "منہ سے کہتے ہیں کہ "ہم ایمان لائے" لیکن ان کے دل نہیں مانتے اور یہودیوں میں سے ہیں جھوٹ سننے کے شوقین ہیں، دوسرے لوگوں کی باتیں سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے، وہ اپنی جگہوں سے ہٹ کر باتوں کو توڑ مروڑ کر کہتے ہیں، یہ آپ کو دیا گیا ہے۔ لیکن اگر تمہیں یہ نہ دیا گیا تو ہوشیار رہو۔ لیکن جس کے لیے اللہ تعالیٰ خود فریبی کا ارادہ فرماتا ہے، تم اس کے لیے اللہ کے خلاف کسی بات کے اختیار نہیں رکھ سکتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو پاک کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

جھوٹ سننے والے، حرام کھانے والے۔ پس اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیں یا ان سے منہ پھیر لیں۔ اور اگر تم ان سے منہ موڑو گے تو وہ تمہیں کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اور اگر فیصلہ کرو تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

لیکن یہ کیسے ہوا کہ وہ تمہارے پاس فیصلے کے لیے آتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا فیصلہ ہے۔ پھر وہ اس کے بعد بھی پھر جاتے ہیں۔ لیکن وہ [حقیقت میں] مومن نہیں ہیں۔

بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ انبیاء جنہوں نے [اللہ کے لیے] فرمانبرداری کی، یہودیوں کے لیے اسی کے مطابق فیصلہ کیا، جیسا کہ علماء اور علماء نے اس کے ساتھ کیا جو اللہ کی کتاب کے ان کے سپرد کی گئی تھی، اور وہ اس کے گواہ تھے۔ پس تم لوگوں سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو، اور میری آیات کو تھوڑی قیمت کے بدلے مت دو۔ اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) کے لیے اس میں جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے شرعی سزا مقرر کی۔ لیکن جو شخص صدقہ کر دے تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے۔ اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اور ہم نے ان کے نقش قدم پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو تورات میں ان سے پہلے کی باتوں کی تصدیق کرتا تھا۔ اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور تورات کی اس سے پہلے کی تصدیق کرنے والی تھی جو پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔

اور اہل انجیل اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے۔ اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب [قرآن] نازل کی ہے جو اس سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس پر ایک معیار ہے۔ تو ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس سے ہٹ کر ان کے میلان کی پیروی نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک قانون اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ تو [وہ سب] اچھے کی طرف دوڑو۔ تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

اور ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور ان کے میلان کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں اللہ کی طرف سے جو کچھ نازل کیا ہے اس سے دور کر دیں۔ اور اگر وہ روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ ان کو ان کے بعض گناہوں سے دوچار کرے۔ اور بے شک لوگوں میں سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

پھر کیا یہ زمانہ جاہلیت کا فیصلہ ہے جو وہ چاہتے ہیں؟ لیکن جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ [حقیقت میں] ایک دوسرے کے اتحادی ہیں۔ اور تم میں سے جو کوئی ان کا ساتھی ہو تو یقیناً وہ ان میں سے ہے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

پس تم ان لوگوں کو دیکھو گے جن کے دلوں میں بیماری [منافقت] ہے اور یہ کہتے ہوئے کہ ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت آجائے۔ لیکن شاید اللہ فتح یا اپنی طرف سے کوئی فیصلہ لے آئے اور وہ اس پر پشیمان ہو جائیں جو وہ اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں۔

اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہیں گے کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی سخت قسمیں کھائی تھیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں؟ ان کے اعمال رائیگاں ہو گئے اور وہ خسارے میں پڑ گئے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ ایک ایسی قوم کو پیدا کرے گا جو اس سے محبت کریں گے اور جو اس سے محبت کریں گے جو مومنوں کے لیے نرم ہوں گے اور کافروں کے مقابلے میں مضبوط ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور تنقید کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور جاننے والا ہے۔

تمہارا دوست کوئی نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کا حلیف ہے، یقیناً اللہ کی جماعت ہے، وہی غالب ہوں گے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جن لوگوں نے تمہارے دین کو تمسخر اور تماشہ بنا رکھا ہے ان کو ان لوگوں میں سے نہ بناؤ جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور نہ کافروں کو اپنا ساتھی بناؤ۔ اور اللہ سے ڈرو اگر تم واقعی مومن ہو۔

اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو تو وہ اسے ہنسی اور تمسخر سے لیتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔

کہو اے اہل کتاب کیا تم ہم سے ناراض ہو مگر اس کے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا اور جو پہلے نازل ہوا اور تم میں سے اکثر نافرمان ہیں؟

کہو، کیا میں تمہیں اللہ کی طرف سے اس سے بھی بدتر سزا بتاؤں، جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جن پر اس نے غضبناک کیا ہے اور ان میں سے بندر اور خنزیر اور طاغوت کے غلام بنا دیے ہیں، یہ لوگ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بدتر ہیں۔

اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ لیکن وہ [اپنے دلوں میں] کفر کے ساتھ داخل ہوئے اور یقیناً اس کے ساتھ نکل گئے۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپا رہے تھے۔

اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کرتے ہیں۔ کتنا برا کام ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

علمائے کرام اور علمائے کرام ان کو گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں منع نہیں کرتے؟ کتنا برا عمل ہے جس پر وہ عمل پیرا ہیں۔

اور یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ جکڑا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور ان پر لعنت ہے جو وہ کہتے ہیں۔ بلکہ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ یقیناً ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا۔ اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے۔ جب بھی انہوں نے [آپ کے خلاف] جنگ کی آگ بھڑکائی، اللہ نے اسے بجھا دیا۔ اور وہ زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور اللہ سے ڈرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں دور کر دیتے اور انہیں نعمتوں کے باغوں میں داخل کر دیتے۔

اور اگر وہ تورات، انجیل اور جو کچھ ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس پر قائم رہتے تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے (رزق) کھا لیتے۔ ان میں ایک معتدل [قابل قبول] طبقہ بھی ہے، لیکن ان میں سے بہت سے ہیں جو وہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔

اے رسول آپ اس بات کی خبر دے دیں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوئی ہے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔ اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

کہہ دو کہ اے اہل کتاب، تم اس وقت تک کسی چیز پر قائم نہیں ہو جب تک کہ تورات، انجیل اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس پر قائم نہ ہو جاؤ۔ اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ یقیناً ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا۔ پس تم کافر لوگوں پر غم نہ کرو۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی یا صابی یا عیسائی تھے وہ لوگ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ہم نے بنی اسرائیل سے پہلے ہی عہد لیا تھا اور ان کی طرف رسول بھیجے تھے۔ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا جس کی خواہش ان کے دل میں نہ تھی تو ایک جماعت کو انہوں نے جھٹلایا اور دوسری جماعت کو قتل کیا۔

اور انہوں نے سوچا کہ کوئی [نتیجہ] سزا نہیں ہوگی، سو وہ اندھے اور بہرے ہو گئے۔ پھر اللہ نے ان کی طرف توبہ قبول کی۔ پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے لیے اپنے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کے انتہائی خواہش مند تھے، اس لیے جب بھی لوگ اسلام کو رد کرتے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ناکام ہوتے تو آپ کو غم ہوتا۔ نتیجتاً، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بار بار اسے تسلی دی اور اسے یاد دلایا کہ اس کا کردار صرف آخری الٰہی ضابطہ اخلاق کو: باب 88 الغاشیہ، آیات 21-22 پہنچانا اور آخری وقت تک بنی نوع انسان کے لیے مثالی نمونہ بننا ہے۔

"تو یاد دلائیں کہ آپ صرف ایک یاد دہانی ہیں۔ آپ ان پر کنٹرولر نہیں ہیں۔"

:اور باب 5 المائدہ، آیت 41

"...اے رسول، وہ آپ کو غمگین نہ کریں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں"

عام طور پر، یہ اس بات کو تسلیم کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے کہ ایک مسلمان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے خیالات یا عقائد کو دوسروں پر مسلط نہ کرے۔ اس کے بجائے، انہیں اسلامی تعلیمات میں پائے جانے والے علم اور واضح شواہد کی بنیاد پر سچائی بیان کرنی چاہیے، جس سے افراد کو اپنی زندگی کے راستے خود چننے کی آزادی مل جائے۔ اسی طرح، سیکولر معاملات میں، کسی کو اپنی رائے دوسروں پر تھوپنے سے گریز کرتے ہوئے علم اور شواہد کی بنیاد پر مشورہ اور وضاحت فراہم کرنی چاہیے۔ نتیجتاً، مذہبی اور سیکولر دونوں حوالوں سے کنٹرول کرنے والا رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ ایک مسلمان کا کردار نہیں ہے اور یہ غیر ضروری تنازعات اور تناؤ کو جنم دے سکتا ہے۔

:باب 5 المائدہ، آیت 41

اے رسولؐ، وہ لوگ آپ کو غمگین نہ کریں جو اُن لوگوں کے کفر میں جلدی کرتے ہیں جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ”ہم ایمان لائے“ لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے۔

اس سے مراد مدینہ میں رہنے والے منافقین ہیں جنہوں نے ایک ہونے کے فائدے حاصل کرنے کے لیے مسلمان ہونے کا ڈھونگ رچایا، جیسا کہ غنیمت جنگ، اور انہوں نے جاسوسی کرنے اور اسلام کو اندر سے روکنے کے لیے مسلمان ہونے کا بہانہ کیا۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ قرآن کریم میں منافقین کے بارے میں بڑے پیمانے پر بحث کی گئی ہے کیونکہ ایک شخص ان کے رویے اور طرز عمل کو اپنا سکتا ہے، چاہے وہ اپنے روحانی دل میں ایمان رکھتا ہو۔ درحقیقت جو شخص اپنے روحانی قلب میں اسلام پر سچا ایمان رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے اپنے قول و فعل سے اس کا ثبوت دے گا۔ اس اطاعت میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا فقدان اس کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے جب کسی کے روحانی دل میں سچا ایمان نہیں ہوتا۔ یہ شخص اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہونے کے شدید خطرے میں ہے اور اسی وجہ سے قرآن پاک میں منافقت کی خصوصیات کو اس قدر وسیع پیمانے پر بیان کرنے کی ایک بڑی وجہ ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جو ضروری رزق حاصل نہیں کرتا، سورج کی روشنی کی طرح فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو کر مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

:باب 5 المائدة، آیت 41

اے رسولؐ، وہ لوگ آپ کو غمگین نہ کریں جو ان لوگوں کے کفر میں جلدی کرتے ہیں جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ”ہم ایمان لائے ہیں“ لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے اور یہود میں سے ہیں۔“

مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب میں سے بعض علماء نے بھی اس طرح کا برتاؤ کیا۔ انہوں نے واضح طور پر اسلام کی حقانیت کو تسلیم کیا لیکن اس کو مسترد کر دیا کیونکہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ اسلام قبول کرنے کا مطلب ہے کہ وہ ان نعمتوں کا مزید غلط استعمال نہیں کر سکتے جو انہیں دی گئی تھیں اور انہیں خدشہ تھا کہ اسلام قبول کرنے سے وہ معاشرے میں اپنا سماجی مقام کھو بیٹھیں گے۔

انہوں نے اس طرح کا برتاؤ کیا حالانکہ قرآن پاک نے پچھلے آسمانی صحیفوں کی غیر ترمیم شدہ اور درست تعلیمات کی تصدیق کی اور ترمیم شدہ تعلیمات کو درست کیا۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقہ آسمانی صحیفوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا، جس چیز کا اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں نے انکار نہیں کیا تھا، وہ آسمانی صحیفوں کی تدوین یا غیر ترمیم شدہ تعلیمات کو نہیں جان سکتے تھے، جو کہ قرآن کریم کی آسمانی ابتدا کا مزید ثبوت ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر”
“(یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

اہل کتاب کے علماء نے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کیا، کیونکہ وہ اس کے الہی ماخذ، اللہ تعالیٰ سے آشنا تھے۔ انہوں نے قرآن پاک کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی پہچانا، کیونکہ دونوں کا حوالہ ان کی مقدس کتابوں میں دیا گیا ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 20

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک] جیسا کہ وہ اپنے [اپنے] بیٹوں کو”
...”پہچانتے ہیں

:اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو” جانتے ہیں۔“

اہل کتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے تھے، ان کا حسب نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے تھا، بجائے اس کے کہ آپ کے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام جیسا وہ تھے۔ ان کا پورا مذہبی ڈھانچہ حسب نسب کی اہمیت کے گرد بنایا گیا تھا، جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ انہیں دوسروں پر برتری کا احساس ملتا ہے۔ نتیجتاً، ان کے لیے ایک ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنا اور ان کی پیروی کرنا مشکل ہو گیا، جو کہ ایک مختلف نسب سے تعلق رکھتے تھے، کیونکہ اس سے ان کی تعمیر کردہ برتری کے احاطے کو نقصان پہنچے گا۔

نتیجتاً لوگوں میں سے علماء نے اسلام کو کمزور کرنے کے لیے اس کے خلاف سازشیں کیں۔ باب 5
:المائدہ، آیت 41

"...[وہ] جھوٹ کو سننے والے ہیں..."

عام طور پر، ایک شخص کو سوشل میڈیا پر اثر انداز ہونے والی جھوٹی، غیر معتبر اور فضول معلومات کو سننے سے گریز کرنا چاہیے، جیسا کہ کوئی ان باتوں کو جتنا زیادہ سنے گا، اتنا ہی زیادہ دل میں قبول کرے گا، چاہے یہ قبولیت لاشعوری ہی کیوں نہ ہو۔ وہ ان جھوٹی باتوں کو جتنا زیادہ قبول کریں گے، اتنا ہی ان کے طرز عمل پر اثر پڑے گا۔ اس لیے یہ رویہ ہمیشہ کسی کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دیتا رہے گا جو اسے عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ ایک بے ترتیب ذہنی اور جسمانی حالت کا تجربہ کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، باوجود اس کے کہ وہ دنیاوی آسائشیں حاصل کر سکتے ہیں۔

اہل کتاب میں سے عام جاہل عوام اپنے بزرگوں اور مذہبی پیشواؤں کی اندھی تقلید کریں گے اور نتیجتاً ان میں سے اکثر نے اسلام سے بھی انکار کر دیا ہے۔ باب 5 المائدۃ، آیت 41

"... [وہ] جھوٹ کو سننے والے ہیں، دوسرے لوگوں کو سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے ہیں..."

لہذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے عقائد پر غیر تنقیدی طور پر عمل پیرا ہونے سے گریز کریں اور اس کے بجائے اسلامی علم کو تلاش کریں اور اس کا اطلاق کریں، تاکہ وہ حقیقی رہنمائی اور گمراہی میں فرق کر سکیں۔ اسلام واضح طور پر بغیر فہم تعلیمات پر عمل کرنے کی مذمت کرتا ہے، مسلمانوں کو اسلامی اصولوں کو سوچ سمجھ کر اور ان پر عمل کرنے کی تاکید کرتا ہے، اس طرح اندھی تقلید کے نقصانات سے خود کو بچاتا ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو..."
...میری پیروی کرتے ہیں

باب 5 المائدة، آیت 41

"... [وہ] جھوٹ کو سننے والے ہیں، دوسرے لوگوں کو سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے ہیں..."

اہل کتاب کے بزرگ علماء نے جان بوجھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے اور بات کرنے سے گریز کیا کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ ان کے جاہل پیروکار اس کو اسلام کی حقانیت کی علامت سمجھیں گے۔ مزید برآں، ان علماء کا یہ جھوٹا عقیدہ ہو سکتا ہے کہ اگر انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سنیں اور نہ سیکھیں تو ان کا اسلام سے انکار قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جائے گا، کیونکہ وہ اسلامی تعلیمات سے ناواقف تھے۔

عام طور پر دیکھا جائے تو ایک مسلمان اس طرح کا برتاؤ اس وقت کر سکتا ہے جب وہ جان بوجھ کر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ یہ تعلیمات ان کی خواہشات کے خلاف ہوں گی اور اس کے نتیجے میں وہ جہالت کا انتخاب کرتے ہیں جبکہ جھوٹا یقین رکھتے ہیں کہ جہالت کے عذر کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قبول کر لے گا۔ سب سے پہلے اسلامی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ بہت سی اسلامی تعلیمات میں اس کی نصیحت کی گئی ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ، نمبر 224 میں موجود حدیث دوسری بات یہ کہ اس دنیا میں جہالت کو عذر کے طور پر قبول نہیں کیا جاتا، پھر یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ اسلام کے احکام سے لاعلمی کو اللہ عذر کے طور پر قبول کر لے گا۔ جس لمحے ایک شخص نے اسلام کو اپنا طرز زندگی کے طور پر قبول کیا، اسلامی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا ان کی ذمہ داری بن گیا، بالکل اسی طرح ڈرائیور پر یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرتے وقت سڑک کے اصول سیکھیں۔ جس طرح ایک دنیاوی جج جہالت کا دعویٰ کرتے ہوئے سڑک کے اصولوں کو توڑنے والے ڈرائیور کا کوئی عذر قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کو عذر قبول کرے گا۔

اہل کتاب میں سے وہ علماء جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے اجتناب کیا، انہوں نے اسلامی تعلیمات کو رد کرنے کے لیے جہالت کو بہانہ بنانا چاہا اور اپنے پیروکاروں میں شک و شبہ پیدا کرنا نہ چاہتے ہوئے جان بوجھ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے اجتناب کیا اور اپنی تعلیمات کی غلط تشریح اور تدوین کرنے کی کوشش کی تاکہ ان کی تعلیمات کو رد کر دیا جائے۔ اسلام، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دونوں کو ان کے آسمانی صحیفوں میں زیر بحث لایا گیا۔ باب 5 المائدة، آیت 41:

[وہ] جھوٹ سننے کے شوقین ہیں، دوسرے لوگوں کو سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے ہیں۔ وہ... "الفاظ کو اپنے [مناسب] استعمال سے ہٹ کر توڑ مروڑ کر کہتے ہیں، "اگر تمہیں یہ دیا جائے تو اسے لے لو۔ لیکن اگر تمہیں نہیں دیا گیا تو خبردار رہو۔"

افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمان علماء جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے مکتبہ فکر کے وفادار ہیں وہ بھی ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ وہ جان بوجھ کر اسلامی تعلیمات کی غلط تشریح کرتے ہیں اور اپنے جاہل پیروکاروں کو اپنے پیروکاروں کو برقرار رکھنے کی کوشش میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے دیگر علماء کو سننے یا ان کی پیروی کرنے سے ڈراتے ہیں، کیونکہ ان کے پیروکار ان کی غیر فطری عزت اور تعریف کرتے ہیں اور انہیں تحائف دیتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، مسلمانوں کو دوسروں کی بے جا تقلید سے باز رہنا چاہیے۔ انہیں اسلامی اصولوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ عزم انہیں قرآن پاک کی حقیقی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر قائم رہنے کے قابل بنائے گا، بجائے اس کے کہ وہ بغیر سوچے سمجھے دوسروں کی پیروی کریں۔ اسلام غیر سوچے سمجھے تقلید کے عمل کی سختی سے مذمت کرتا ہے، اس کی بجائے علم کے حصول اور اسلامی تعلیمات کو سمجھ بوجھ کے ساتھ استعمال کرنے کو فروغ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ عالم جس کا مقصد صرف اپنے پیروکاروں کو بڑھانا اور اپنی دنیوی خواہشات کو پورا کرنا ہے جیسے کہ حمد و ثناء، وہ دیکھیں گے کہ جو دنیاوی چیزیں انہیں حاصل ہوں گی وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے پریشانی اور پریشانی کا باعث بنیں گی، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کنٹرول باب 53 عن نجم، آیت سے نہیں بچ سکتے، خاص طور پر اپنے روحانی دلوں پر، ذہنی سکون کا گھر۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اس کے علاوہ، یہ شخص لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو اسے دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے آپ کو دماغ اور جسم کی انتشار کی حالت میں پائیں گے اور اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں میں خلل پیدا کریں گے، اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں رہیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں پریشانی، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی دنیاوی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔ اس کے علاوہ ایسے علماء کو جہنم سے خبردار کیا گیا ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 253 میں درج ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 41

لیکن جس کے لیے اللہ آزمائش کا ارادہ فرماتا ہے، تم اس کے لیے اللہ کے خلاف کسی بات کے اختیار نہیں رکھ سکتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ ان کے دلوں کو پاک کرنا نہیں چاہتا، ان کے لیے دنیا “میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی علم حاصل کرنے کے امتحان میں کامیاب ہو کر اسے اپنی زندگیوں میں صحیح طریقے سے نافذ کر کے اور دوسروں کو صحیح طریقے سے سکھا کر اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکے۔ یہ یقینی بنائے گا کہ ان کا اسلامی علم دونوں جہانوں میں ان کی تباہی کا ذریعہ بننے کے بجائے دونوں جہانوں میں ان کے لیے امن کا ذریعہ بن جائے۔ جو شخص اسلامی علم کو صحیح طریقے سے نافذ کرنے میں ناکام رہتا ہے اور دوسروں کو صحیح طریقے سے سکھانے میں ناکام رہتا ہے تو اسے یہ سوچنے کی حماقت نہیں کرنی چاہیے کہ کوئی اور انہیں عذاب سے بچائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت 41 میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں، جن کی شفاعت اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قبول کرے گا۔ درحقیقت یہ وہ ہستی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف روز قیامت گواہی دے سکتے ہیں کیونکہ وہ اسلامی تعلیمات پر مخلصانہ عمل: باب 25 الفرقان، آیت 30 کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

"اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

یہ آیت مسلمانوں کی شناخت کرتی ہے، کیونکہ وہ واحد گروہ ہے جس نے قرآن پاک کو قبول کیا ہے جب کہ غیر مسلموں نے اسے شروع سے قبول نہیں کیا۔ قیامت کے دن جس شخص کے خلاف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہی دیں گے اس کا تعین کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 41

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو پاک کرنا نہیں چاہتا، ان کے لیے دنیا میں "رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔"

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے روحانی قلب کو پاک کرنے کی کوشش نہیں کرتا اسے اللہ تعالیٰ پاک نہیں کرے گا۔ جس طرح دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے لیے مثلاً ڈاکٹر بننے کے لیے جدوجہد اور کوشش کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس اطاعت میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی اچھی خصوصیات کو اپناتے ہوئے اپنے روحانی دل کو پاک کرنا چاہیے، جیسے کہ سخاوت، صبر اور شکرگزاری اور اسلامی تعلیمات میں مذکور منفی خصوصیات جیسے غرور، لالچ اور حسد سے بچنا چاہیے۔ جو شخص اپنے روحانی دل کو پاک کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاک نہیں ہوگا۔ اس سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً وہ ایک ہنگامہ خیز ذہنی اور جسمانی حالت کا تجربہ کریں گے اور اپنے تعلقات اور ذمہ داریوں میں خرابی کا سامنا کریں گے، جس سے وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔

،اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں اضطراب، چیلنجوں اور مشکلات کے احساسات پیدا ہوں گے
:خواہ وہ کسی بھی دنیاوی آسائش کے حامل ہوں۔ باب 5 المائدة، آیت 41

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو پاک کرنا نہیں چاہتا، ان کے لیے دنیا میں
”رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

،اللہ عزوجل اپنے آپ کو جھوٹی باتوں اور معلومات سے بے نقاب کرنے کے خطرے کو دہراتا ہے
:جس کی نمائندگی اس دن اور دور میں سوشل میڈیا کر رہا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 42

"...[وہ] جھوٹ کو سننے والے ہیں"

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ اپنانا ایک خطرناک خصوصیت ہے کیونکہ جتنا زیادہ کوئی غلط
،معلومات پر توجہ دے گا، اتنا ہی وہ اس سے متاثر ہوں گے، چاہے یہ ان پر واضح نہ ہو۔ درحقیقت
لاشعوری تشہیر ایک بہت بڑی صنعت ہے جہاں لوگوں کو ایسے اشتہارات کے ذریعے نشانہ بنایا جاتا
ہے جو اتنے لطیف ہوتے ہیں کہ وہ شاید ہی انہیں شعوری طور پر دیکھیں۔ یہ لاشعوری تشہیر لوگوں
کو مختلف طریقوں سے متاثر کرتی ہے، اکثر منفی طریقوں سے، جیسے کہ غیر قانونی چیزوں کا پیچھا
کرنا۔ باب 5 المائدة، آیت 42

"...[وہ] جھوٹ کو سننے والے ہیں، حرام کھانے والے ہیں"

خاص طور پر، اہل کتاب میں سے بعض علماء فیس کی خاطر جان بوجھ کر آسمانی تعلیمات کی غلط تشریح کریں گے۔ وہ اکثر حرام چیزوں جیسے سود کو اپنے اور اپنے پیروکاروں کے لیے دنیاوی چیزوں جیسے مال کے لالچ میں حلال کر لیتے تھے۔ یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ غیر قانونی ذرائع سے حاصل کی گئی کوئی بھی دولت یا مادی اثاثہ بالآخر فرد کے لیے بوجھ کا کام کرے گا۔ اس طرح کے ناجائز طریقے سے حاصل کیے گئے تمام اعمال صالحہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نظر انداز کر دیا جائے گا، جس سے ان کے گناہوں اور عذابوں میں دنیا اور آخرت دونوں میں اضافہ ہو گا بشرطیکہ وہ سچی توبہ نہ کریں۔ یہ اصول اسلام کی ظاہری بنیاد ہے، جس میں حلال چیزوں کو کمانے اور استعمال کرنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیتوں پر مرکوز ہے۔ اگر بنیاد ہی داغدار ہے تو اس سے حاصل ہونے والی ہر چیز بھی داغدار ہو جائے گی اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا، چاہے عمل کی ظاہری خوبی ہی کیوں نہ ہو۔ قیامت کے دن ان لوگوں کے انجام کا اندازہ لگانے کے لیے علمی بصیرت کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ دولت اور قیادت کی حد سے زیادہ محبت سے بچیں ورنہ وہ اہل کتاب میں سے ان علماء کے نقش قدم پر چلیں گے جنہوں نے دولت اور قیادت کی خاطر اپنا ایمان بیچ ڈالا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ مال و دولت کی تلاش انسان کے ایمان کے لیے اس تباہی سے زیادہ نقصان دہ ہوسکتی ہے جو بکریوں کے ریوڑ میں دو بھوکے بھیڑیوں کی طرف سے پھیلائی گئی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح کے مادی املاک کی خواہش رکھتے ہیں وہ ان کے حصول کے لیے اپنے عقائد کو قربان کر سکتے ہیں۔ دولت اور طاقت کے حصول میں، وہ ان اثاثوں کو حاصل کرنے اور برقرار رکھتے ہوئے، خاص طور پر جدید دور میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے۔ ان چیزوں کی خواہش جس قدر شدید ہو گی، اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی اور دوسروں پر ظلم کرنے کا خطرہ اتنا ہی زیادہ ہو گا۔ تاریخی بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ افراد نے طاقت اور دولت حاصل کرنے کے لیے کیے گئے انتہائی اقدامات بشمول بے گناہوں کا غلط قتل۔ ایک مسلمان کو اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے والی حلال آمدنی کو ترجیح دینی چاہیے۔ اگر انہیں قائدانہ کردار میں رکھا جاتا ہے، تو انہیں اپنے آپ کو ایسے طریقے سے چلنا چاہئے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ ان کی قیادت دنیا اور آخرت میں خود کو اور دوسروں کو سکون فراہم کرے۔ اس کے برعکس، تاریخ یہ بتاتی ہے کہ دولت اور طاقت کا غلط استعمال بالآخر فرد کے لیے تناؤ، مشکلات اور چیلنجز کا باعث بنتا ہے، چاہے یہ اثرات فوری طور پر انہیں یا ان کے آس پاس کے لوگوں کو نظر نہ آئیں۔ اس دنیا میں ان کو جو نعمتیں ملی ہیں ان کا بے دریغ استعمال ان کی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں خلل ڈالے گا اور ان کی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو خراب کرنے کا باعث بنے گا اور آخرکار ان کی قیامت

کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے کی صلاحیت میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ یہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ، مشکلات اور مصائب کا باعث بنے گا، خواہ وہ کسی بھی مادی فوائد کے حامل ہوں۔ مزید برآں، قیامت کے دن انصاف کا نفاذ ہو گا۔ نتیجتاً، ظالم پر لازم ہو گا کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کو منتقل کرے، اور اگر ضروری ہو تو وہ اپنے مظلوموں کے گناہوں کو اس وقت تک برداشت کرے گا جب تک کہ انصاف نہ ہو جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ ظالم کو قیامت کے دن جہنم کی سزا دی جائے، خواہ وہ حقوق العباد پر عمل پیرا ہوں۔ یہ احتیاط صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں درج ہے۔

اہل کتاب اور منافقین اکثر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تھے تاکہ آپ ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کر سکیں، اگر انہیں یقین ہو جائے کہ فیصلہ ان کے حق میں ہو گا۔ لیکن اگر انہیں یقین ہو جاتا کہ حکم ان کے خلاف جائے گا، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے گریز کریں گے، حالانکہ وہ مدینہ میں ایک تسلیم شدہ حکمران تھے۔ باب 5 المائدة، آیت 42

پس اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کرو یا ان سے منہ پھیر لو، اور اگر تم ان سے ”منہ موڑو گے تو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اور اگر فیصلہ کرو تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا کہ یا تو وہ جو مقدمات آپ کے پاس لائے ہیں ان کا فیصلہ کریں یا انہیں نظر انداز کر دیں۔ لیکن اگر اسے فیصلہ کرنا ہے تو اسے انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیے، چاہے وہ اسلام کے دشمنوں کے حق میں ہی کیوں نہ ہو جنہوں نے اسے تباہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ یہ ہر حال میں ہمیشہ انصاف پر قائم رہنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے، چاہے یہ اپنے یا ان لوگوں کے خلاف ہو، جن سے وہ پیار کرتے ہیں، جیسے کہ کسی کے رشتہ دار۔ باب 4 النساء، آیت 135

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف پر ثابت قدم رہو، اللہ کے لیے گواہ بنو، خواہ وہ تمہارے اپنے یا والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، خواہ کوئی امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں کا زیادہ حقدار ہے، لہذا اپنے میلان کی پیروی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ انصاف کرو، اور اگر تم نے کج روی کی "تو گواہی دے دو یا پھر گواہی دے دو۔ تم کیا کرتے ہو، آگاہ۔"

انسان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اگر وہ اپنی یا دوسروں کی وفاداری سے ناانصافی کا رویہ اختیار کریں گے تو ان کے لیے جو دنیاوی چیزیں حاصل ہوں گی وہ ان کے لیے مصائب کا باعث بنیں: باب 9 توبہ آیت 82 گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ نہیں رہیں گے۔

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

جبکہ انصاف پر قائم رہنے والا خواہ وہ لوگوں کو ناگوار کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ لوگوں کے منفی اثرات سے محفوظ رہے گا، خواہ یہ تحفظ ان پر ظاہر نہ ہو۔ مثال کے طور پر، انہیں ذہنی سکون فراہم کیا، باب 65 میں طلاق جائے گا، جو کسی بھی دنیاوی چیز سے زیادہ قیمتی ہے، جیسے لوگوں کی خوشی۔
آیت 2

“اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔”

اللہ تعالیٰ پھر اہل کتاب پر تنقید کرتا ہے جنہوں نے جان بوجھ کر اپنی ہی آسمانی تعلیمات کو نظر انداز کیا جب بھی ان کی خواہشات کے خلاف ہوا اور اس کے نتیجے میں ان کی خواہشات کے موافق متبادل: فیصلے ڈھونڈے۔ باب 5 المائدہ، آیت 43

لیکن یہ کیسے ہوا کہ وہ تمہارے پاس فیصلے کے لیے آتے ہیں جب کہ ان کے پاس تورات ہے جس”
”میں اللہ کا فیصلہ ہے، پھر اس کے بعد بھی منہ پھیر لیتے ہیں، لیکن وہ ایمان والے نہیں ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ رویہ آج بہت سے مسلمانوں میں رائج ہے۔ وہ اسلامی قانون کو قبول کرتے ہیں جب یہ ان کے مفادات کے مطابق ہوتا ہے، لیکن جب ان کی ذاتی خواہشات اسلامی اصولوں سے متصادم ہوتی ہیں، تو وہ اکثر متبادل قانونی فریم ورک، عدالتوں یا رسوم و رواج کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ان کے خیال میں ان کے لیے زیادہ سازگار ہوں گے۔ یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ اسلام ایک جامع ضابطہ حیات کی نمائندگی کرتا ہے جس کا اطلاق زندگی کے تمام پہلوؤں اور ہر صورت حال پر ہونا چاہیے۔ اس لیے اسے ایسی چیز نہیں سمجھنا چاہیے جسے ذاتی خواہشات کی بنیاد پر عطیہ یا رد کیا جا سکے۔ جو لوگ اس طرح عمل کرتے ہیں وہ بنیادی طور پر اپنی خواہشات کی باب 25 الفرقان، آیت 43 پرستش کرتے ہیں، خواہ اس کے خلاف کوئی بھی دعویٰ کیا جائے۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جو لوگ اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں انہیں یہ سوچنے کے دھوکے میں نہیں آنا چاہئے کہ فوری سزا کی عدم موجودگی یا کسی بھی نتائج کو پہچاننے میں ان کی ناکامی کا مطلب یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر سزا سے بچ جائیں گے۔ ان کی ذہنیت انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روکے گی اور انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گی۔ اس کے نتیجے میں، خاندان، دوستی، کیریئر، اور دولت جیسے پہلو تناؤ کے ذرائع میں بدل جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے تو وہ اپنے تناؤ کو غلط لوگوں اور حالات جیسے کہ ان کی شریک حیات سے منسوب کر دیں گے۔ ان مثبت اثرات کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل میں اضافہ کریں گے، ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات میں بھی اضافہ کریں گے۔ یہ نمونہ ان لوگوں کو دیکھنے سے ظاہر

ہوتا ہے جو دنیاوی لذتوں کے بظاہر لطف اندوز ہونے کے باوجود ان کی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، بشمول امیر اور مشہور۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ آیت 43 کے آخر میں متنبہ کیا گیا ہے، جو شخص جان بوجھ کر یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کب اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اور کب ان کو اپنی خواہشات کی بنیاد پر نظر انداز کرنا ہے، اس کا ایمان ضائع ہونے کا بہت زیادہ خطرہ ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 43

لیکن یہ کیسے ہوا کہ وہ تمہارے پاس فیصلے کے لیے آتے ہیں جب کہ ان کے پاس تورات ہے جس ”میں اللہ کا فیصلہ ہے، پھر اس کے بعد بھی منہ پھیر لیتے ہیں، لیکن وہ ایمان والے نہیں ہیں۔“

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایمان ایک نازک پودے کی طرح ہے جسے مضبوط اور دیرپا بڑھنے کے لیے اعمال کے ذریعے دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی کے بغیر پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح انسان کا ایمان بھی مر سکتا ہے اگر اسے اعمال صالحہ کی توفیق نہ ہو۔ یہ واقعی ایک گہرا نقصان ہے۔

تمام آسمانی صحیفوں کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی گئی اصل تورات بنی اسرائیل کے لیے رہنمائی کا ذریعہ تھی۔ باب 5 المائدہ، آیت 44

”...بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور روشنی تھی“

روشنی کا مقصد ماحول کو روشن کرنا ہے، جس سے انسان کو فائدہ مند اور نقصان دہ کے درمیان فرق کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ جو لوگ اندھیرے میں رہتے ہیں وہ اپنے آپ کو بڑے خطرے میں ڈالتے ہوئے، یہ فرق کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات اس اہم فرق کو واضح کرنے کا کام کرتی ہیں، جو لوگوں کو فائدہ مند چیزوں کو اپنانے اور نقصان دہ چیزوں سے دور رہنے کی رہنمائی کرتی ہیں۔ ایسا کرنے سے وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کر سکتے ہیں جو اسلامی اصولوں میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ عقیدہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے گا، جو کہ لوگوں کو قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کے دوران اپنی زندگیوں اور رشتوں کو مناسب طریقے سے ترتیب دینے میں مدد فراہم کرے گا۔ ایسا رویہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون کی پرورش کرتا ہے۔ مزید برآں، روشنی دستیاب مختلف راستوں کو ظاہر کرتی ہے، جو کسی کو زندگی میں صحیح اور محفوظ راستے کا انتخاب کرنے کے قابل بناتی ہے۔ اسی طرح، اسلامی تعلیمات ایک واحد صحیح راستے کو روشن کرتی ہیں جو زندگی کے چیلنجوں کے درمیان سکون کی طرف لے جاتی ہے، اس کے برعکس غلط راستوں سے جو صرف تناؤ اور مشکلات کو بڑھاتی ہے۔ اس طرح، جو لوگ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں، وہ فائدہ مند اور نقصان دہ انتخاب کے ساتھ ساتھ زندگی میں صحیح اور غلط راستوں میں فرق کر سکتے ہیں، بالآخر اس دنیا میں ذہنی سکون حاصل کرتے ہیں، جو آخرت میں امن کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اس الہی رہنمائی کے بغیر، لوگ بے مقصد بھٹکتے رہیں گے، نقصان دہ اور فائدہ مند کے درمیان فرق بتانے سے قاصر ہوں گے، اکثر غلط راستے کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ ایک افراتفری کی ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بن سکتا ہے، ان کی زندگی کے اندر چیزوں اور رشتوں کو غلط طریقے سے ترجیح دینا اور انہیں قیامت کے دن اپنے جوابدہی کی تیاری کرنے سے روک سکتا ہے، جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ اور چیلنجز پیدا ہو سکتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی وقتی دنیاوی لذتوں کا تجربہ کر سکیں۔

باب 5 المائدة، آیت 44

”...بے شک ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور روشنی تھی“

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ موجودہ دور کے یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس کوئی نہ کوئی عذر ہوتا ہے جب وہ اپنی الہامی تعلیمات سے غلط چیزیں سیکھتے ہیں، جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں نے ان کی تدوین کی ہے۔ جبکہ مسلمانوں کے پاس ہدایت اور روشنی حاصل کرنے سے بچنے کا کوئی بہانہ نہیں ہے جو اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں، کیونکہ قرآن: باب 15 الحجر، آیت 9 پاک کی تدوین کم سے کم نہیں ہو سکتی۔

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

حسب معمول، اللہ تعالیٰ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اہل کتاب میں سے تمام علماء نے جان بوجھ کر اپنے آسمانی صحیفوں کی غلط تشریح یا تدوین نہیں کی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص تھے۔ باب 5 المائدہ، آیت 44:

بلاشبہ ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور تھا، انبیاء جنہوں نے اس کے ذریعے یہودیوں کے لیے فیصلہ کیا، اسی طرح علماء اور علماء نے بھی اس کے ذریعے اللہ کی کتاب کے حوالے سے “فیصلہ کیا اور وہ اس کے گواہ تھے۔

یہ چند افراد کے رویے کی بنیاد پر پورے گروپ کے بارے میں قیاس آرائیوں سے گریز کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے، کیونکہ اس طرح کے فیصلے نسل پرستی سمیت نقصان دہ امتیازی سلوک کا باعث بن سکتے ہیں۔

اہل کتاب کے مخلص علماء نے اپنے آسمانی صحیفوں کی صحیح تشریح اور اس پر عمل کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور اپنے اعمال کے نتائج سے ڈرتے تھے اور

اس کے نتیجے میں وہ دنیاوی چیزوں سے نہیں ڈرتے تھے جیسے کہ اپنی خواہشات کے خلاف ہو اور نہ ہی وہ لوگوں کو ناپسند کرنے کے منفی اثرات سے ڈرتے تھے۔ باب 5 المائدة، آیت 44

انبیاء جنہوں نے فرمانبرداری کی اس کے مطابق یہودیوں کے بارے میں فیصلہ کیا، جیسا کہ "... ربیوں اور علماء نے اس کے ساتھ کیا جس کے ساتھ ان کو اللہ کی کتاب سونپی گئی تھی، اور وہ اس کے گواہ تھے، لہذا لوگوں سے نہ ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو، اور میری آیات کو تھوڑی قیمت کے بدلے "میں مت بدلو۔"

ان کے نقش قدم پر چلنے کے لیے جس کے تحت کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، مضبوط ایمان کو اپنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے ہر حال میں، خواہ اچھے وقت میں ہوں یا برے وقت میں، ایک مضبوط ایمان بہت ضروری ہے۔ اس گہرے ایمان کی پرورش قرآن کریم میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ ان تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ دوسری طرف، جو لوگ اسلامی اصولوں کا علم نہیں رکھتے وہ کمزور ایمان کے حامل ہوں گے، جس کی وجہ سے ان کے اطاعت سے بھٹکنے کا امکان زیادہ ہو جائے گا، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے ٹکراتی ہیں۔ یہ فہم و فراست ان کو اس حقیقت سے اندھا کر سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کے حق میں اپنی خواہشات کے حوالے کر دینا ہی دونوں جہانوں میں حقیقی سکون حاصل کرنے کی کلید ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات نے بیان کیا ہے، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت اور ان کی زندگی کے تمام شعبوں کی صحیح ترجیح کا باعث بنتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ جو لوگ جان بوجھ کر الہی تعلیمات کی غلط تشریح کرنے اور نظر انداز کرنے پر اڑے رہتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، ان کا ایمان ضائع ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 44

”اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ کافر ہیں۔“

ایمان ایک ایسے پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور برقرار رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا سورج کی روشنی جیسے اہم وسائل کے بغیر مر جائے گا، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی اطاعت کے کاموں کی حمایت کے بغیر کمزور اور مر سکتا ہے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

دولت جیسے دنیاوی فائدے کی خاطر اہل کتاب میں سے بعض علماء نے اپنے آسمانی صحیفوں میں دیے گئے قوانین کو بدل ڈالا، جیسا کہ قصداً قتل کی سزا۔ لیکن قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بنائی ہوئی ان تبدیلیوں کو درست کیا اور سابقہ آسمانی کتابوں کی غیر متغیر تعلیمات کی تصدیق کی۔ باب 5 المائدة، آیت 45

اور ہم نے ان کے لیے اس میں جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور زخموں کا بدلہ شرعی طور پر مقرر کیا، لیکن جو شخص "صدقہ کر دے تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے۔"

:اور باب 2 البقرہ، آیات 178-179

اے ایمان والو، تم پر قتل کرنے والوں کے لیے قانونی سزا مقرر کی گئی ہے، آزاد کے بدلے آزاد" غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے، لیکن جو شخص اپنے بھائی [قاتل] کی طرف سے کسی چیز کو نظر انداز کرے، تو اس کی [مقتول کے وارث یا قانونی نمائندے] کے لیے مناسب تعاقب اور ادائیگی ہونی چاہیے۔ جس کا دردناک عذاب ہے اور تمہارے لیے قانونی سزا ہے، اے اہل عقل، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اللہ، عالی، لوگوں کے درمیان ہمدردی اور رحم کی خصوصیت والے تعاملات کی مسلسل وکالت کرتا ہے، جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ صرف سنگین حالات میں یا اپنے دفاع میں زیادہ سخت اقدامات پر غور کیا جانا چاہیے۔ ایسی صورتوں میں، اللہ تعالیٰ مقتول کے وارث کو تاکید کرتا ہے کہ وہ مجرم کو معاف کر دے، جسے ایمان یا رشتہ داری میں بھائی سمجھا جاتا ہے، بشرطیکہ تمام انسانیت حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ حوا رضی اللہ عنہا کے ذریعے متحد ہو جائے۔ ایک مسلمان کا بنیادی رویہ دوسروں کے ساتھ رحم اور مہربانی کا حامل ہونا چاہیے کیونکہ اس سے دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کا موقع پیدا ہوتا ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4941 میں درج ایک حدیث میں تاکید کی گئی ہے۔ صدقہ کے ایک عمل کے طور پر اس سے دستبردار ہونے کا انتخاب کرتا ہے، جو بعد میں انہیں دونوں جہانوں میں مزید انعامات اور برکتیں دیتا ہے۔ یہاں مذکور نیک سلوک کا تعلق دونوں فریقین کے قائم کردہ قانونی معاہدے کو فوری طور پر پورا کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ برتاؤ کرنے، یا کم از کم، بعد میں ہونے والی کسی بھی بدسلوکی سے پرہیز کرنے سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مقتول کے وارث کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ قانونی انتقام لے، جو کہ اسلامی حکومت کو طے شدہ پروٹوکول کے مطابق انجام دیا جائے، یا معافی کا انتخاب کیا جائے، ممکنہ طور پر مجرم کی طرف سے معاوضہ کے ساتھ یہ انتظام اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مثال دیتا ہے، کیونکہ ایک واحد انتخاب کو نافذ کرنے سے افراد کی مختلف نوعیت کی وجہ سے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ وہ لوگ جو فطری طور پر رحم دل ہیں وہ معافی کو ترجیح دے سکتے ہیں، اگر اسلامی قانون کے تحت ایسا انتخاب واجب ہوتا تو مجرم کی سزا کا مطالبہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ دوسری طرف، کچھ لوگوں کو اپنے پیارے کی موت کے ذمہ دار شخص کو معاف کرنا مشکل ہو سکتا ہے، خاص طور پر جب متاثرہ شخص کا انحصار

ان پر تھا۔ ان افراد کے لیے، معاشرے میں آزادانہ طور پر رہنے والے قاتل کا امکان ناقابل برداشت ہو سکتا ہے، اگر یہ لازمی ہو تو معافی کو قبول کرنے کی ان کی صلاحیت کو پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت میں وارث کو یہ اہم فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ بہت سے جدید قانونی نظاموں کے برعکس، جو قاتل کی قسمت کا فیصلہ کسی جج یا اجنبیوں کی جیوری کو سونپتے ہیں، یہ ناقص طریقہ اکثر متاثرین کے اہل خانہ کو بغیر کسی بندش کے چھوڑ دیتا ہے۔ مجرم کے لیے نتائج پر قابو نہ ہونا ان کے امن کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے اور اپنی زندگی کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ اس ناپختگی کو اکثر قتل کے متاثرین اور دیگر سنگین جرائم، جیسے عصمت دری سے بچ جانے والے خاندانوں کی طرف سے اجاگر کیا جاتا ہے، جو انصاف کی فراہمی پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہیں یہاں تک کہ جب مجرموں کو جیل کی سزائیں دی جاتی ہیں۔ اس طرح کی سزائیں اکثر کیے گئے جرائم کے لیے غیر متناسب دکھائی دیتی ہیں، جس سے مجرموں کو نسبتاً مختصر مدت کے بعد معاشرے میں دوبارہ ضم ہونے کا موقع ملتا ہے، جب کہ متاثرین اور ان کے اہل خانہ نفسیاتی صدمے کا شکار ہوتے ہیں۔ خاندانوں کو مجرم کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا اختیار دینا اس تکلیف سے کچھ حد تک راحت فراہم کرتا ہے۔

مذکورہ آیات میں پہلے ذکر کردہ 'سرکشی' کے تصور کا تعلق مقتول کے رشتہ داروں کی طرف سے کیے گئے اقدامات سے ہے جو براہ راست بدلہ لیتے ہیں، کیونکہ قانونی پابندیاں عائد کرنے کا اختیار صرف ریاست کے پاس ہے، یا جو معاوضہ یا معافی کے معاہدے کے بعد انتقام کی پیروی کرتے ہیں۔ اس میں ایسے منظرنامے بھی شامل ہیں جہاں قتل کا ارتکاب کرنے والا فرد ابتدائی طور پر معافی حاصل کرنے کے بعد مزید مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہوتا ہے۔ ان معاملات میں، اس معاملے کی صدارت کرنے والا جج مجرم کو پھانسی دینے کا حکم دے گا، قطع نظر اس کے کہ دوسرے مقتول کے وارث معافی دینے پر آمادہ ہوں۔ یہ نقطہ نظر مؤثر طریقے سے کسی بھی ممکنہ راستے کو بند کر دیتا ہے جسے مجرم احتساب سے بچنے کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

:باب 2 البقرہ، آیت 179

”اور تمہارے لیے قانونی انتقام میں زندگی ہے، اے اہل عقل، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔“

قانونی اثرات کے تناظر میں، زندگی کا تصور کافی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ بہت سے قاتل کسی ایسی سزا سے باز نہیں آتے جس میں پھانسی شامل نہ ہو۔ ایسے بے شمار کیسز ہیں جہاں قتل کے مرتکب افراد نے جیل میں ایک مختصر مدت گزاری ہے، صرف رہائی کے بعد مزید جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں، ایک فرد کی پھانسی دوسروں کی زندگیوں کی حفاظت کے لیے کام کر سکتی ہے۔ مزید برآں، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اس قسم کا قانونی انتقام مقتول کے خاندان کو تسلی دے سکتا ہے، کیونکہ یہ آگاہی کہ قاتل کو ان کے اعمال کے لیے حتمی سزا کا سامنا کرنا پڑا ہے، ان کی شفا یابی کے عمل میں مدد کر سکتی ہے۔ اس کے برعکس، جب ایک قاتل کو محض قید کیا جاتا ہے اور اکثر رہا کیا جاتا ہے، تو اپنے پیارے کی تکلیف کی دردناک یادیں مقتول کے خاندان کو امن اور بندش حاصل کرنے میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ اس جذباتی بوجھ کو کم کرنا انہیں زندگی کے لیے نئے مواقع فراہم کرنے کے مترادف ہے۔ مزید برآں، جب حکومت کسی مجرم سے متعلق معاملات میں مداخلت کرتی ہے، تو متاثرہ کے خاندان کو یہ احساس ہو سکتا ہے کہ حقیقی انصاف حاصل نہیں ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جان بوجھ کر قتل کے واقعات میں، مقتول کے لواحقین کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ یا تو مجرم کو پھانسی دے دیں یا معافی دے دیں، ممکنہ طور پر مالی معاوضہ کے ساتھ متاثرہ خاندان کو یہ فیصلہ کرنے کی اجازت دینے سے اس نفسیاتی تکلیف کو دور کیا جا سکتا ہے جو حکومت کی جانب سے نتائج کو مسلط کرنے کی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ باختیاریت متاثرہ کے رشتہ داروں کو تلخی کے چکر میں پھنسنے رہنے کے بجائے اپنی زندگی میں آگے بڑھنے کے قابل بناتی ہے، جو کہ حقیقت میں، عدم وجود کی ایک شکل ہے۔ اس طرح کی تلخی اتنی گہری ہو سکتی ہے کہ یہ متاثرہ کے خاندان کے اندر تقسیم بھی پیدا کر سکتی ہے، جس کے نتیجے میں اس بات پر اختلاف ہو سکتا ہے کہ ان کے نقصان سے کیسے نمٹا جائے۔ یہ اکثر خاندانوں میں ٹوٹ پھوٹ کا باعث بنتا ہے، جیسا کہ مقتول کے والدین کی طلاق میں دیکھا گیا ہے۔ لہذا، خاندان کو قاتل کی قسمت کا تعین کرنے کا اختیار دینے سے مقتول کے خاندان کے درمیان ہم آہنگی کو برقرار رکھنے میں مدد مل سکتی ہے، اس طرح اس امکان میں اضافہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ساتھ ترقی کر سکیں گے۔

قانونی پھانسی کا نفاذ انتقامی کارروائیوں کے خلاف ایک حفاظتی اقدام کے طور پر کام کرتا ہے، اس طرح متعدد نسلوں میں زندگیوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ ایک قاتل کو پھانسی دینے سے متعدد ممکنہ قتل کی روک تھام ممکن ہے۔ مزید برآں، انحصار کرنے والے فرد کی موت انتقامی کارروائی کو جنم دے سکتی ہے جو ان کے خاندان کے افراد خصوصاً بچوں کی زندگیوں پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ اس چکر میں خلل پڑ سکتا ہے اگر مقتول کے خاندان کو قاتل کی قسمت کا تعین کرنے، انتقامی قتل کے واقعات کو مؤثر طریقے سے کم کرنے اور ملوث تمام فریقوں کے زیر کفالت افراد کو تحفظ فراہم کرنے کی اجازت

دی جائے۔ نتیجتاً، قانونی انتقام جانوں کے تحفظ میں بہت ضروری ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ یہ اصول خاص طور پر متعلقہ ہیں جب اسلامی قانون کو عدالتی کارروائیوں میں مناسب طریقے سے لاگو کیا جاتا ہے۔ قتل کی سزا کے لیے ٹھوس اور معتبر ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ کسی بھی معقول شک سے تجاوز کرے۔ اسلامی فقہ کے تناظر میں، کسی معاملے میں کوئی ابہام پھانسی سمیت سخت سزاؤں کو معطل کرنے کا باعث بنتا ہے۔ مزید برآں، تکنیکی ترقی جیسے سی سی ٹی وی، ڈی این اے ٹیسٹنگ، اور دیگر سائنسی تکنیکوں نے ناقابل تردید ثبوت حاصل کرنے کی صلاحیت کو بڑھا دیا ہے جو مجرموں کی درست نشاندہی کر سکتے ہیں۔ یہ ترقی بے گناہ افراد کو غلط طریقے سے سزا دینے کے امکانات کو نمایاں طور پر کم کرتی ہے۔ حتیٰ کہ اسلامی قانون سے باہر کے دائرہ اختیار میں بھی بعض معاملات میں قانونی انتقام کے منصفانہ اطلاق کے نتیجے میں جرائم کی شرح میں نمایاں کمی واقع ہوگی۔ ان حالات میں، ایک بے گناہ شخص کو پھانسی دینے کا خدشہ دور ہو جاتا ہے، کیونکہ سزائے موت پانے والے فرد کی شناخت کے حوالے سے کوئی غیر یقینی صورتحال نہیں ہوگی۔

باب 2 البقرہ، آیات 179

”اور تمہارے لیے قانونی بدلہ [بچائی] جان ہے، اے عقل والو، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔“

یہ آیت اس بات پر زور دیتی ہے کہ صرف وہی لوگ جو گہرے غور و فکر میں مشغول ہوتے ہیں قانونی سزا کے اہم فوائد کو پوری طرح سمجھ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بغیر سمجھے ایک فرد اپنی جان بچانے کے لیے اعضاء کے کٹوتی کے تصور کی مخالفت کر سکتا ہے، اور صرف ایکٹ پر ہی طے کر سکتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کو بچانے کے اہم نتائج کو نظر انداز کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ضروری مداخلت کو مسترد کر دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس، ایک تنقیدی سوچ رکھنے والا فرد اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اگرچہ کٹوتی ایک سنجیدہ انتخاب ہے، متبادل - ممکنہ موت - اس سے کہیں زیادہ خطرہ ہے۔ وہ وسیع تر مضمرات پر غور کرتے ہیں اور اپنی بقا کو محفوظ بنانے کے لیے کٹوتی کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ استدلال زیر بحث آیات پر لاگو ہوتا ہے۔ قاتل کی پھانسی سخت لگ سکتی ہے، پھر بھی اگر اس سے معاشرے کے لیے، بشمول متاثرین کے خاندانوں کے لیے خاطر خواہ فوائد حاصل ہوتے ہیں، تو اسے ایک جائز اقدام سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک حکومت کو ایک سزا یافتہ قاتل کی زندگی پر کمیونٹی کی اجتماعی بہبود کو ترجیح دینی چاہیے، جس نے اپنے اعمال کے ذریعے اپنے

حقوق سے دستبردار ہو گیا ہو، یا، شاذ و نادر صورتوں میں، کسی بے گناہ کی زندگی کو غلط طریقے سے سزا دی گئی ہو۔ غلط سزا کی صورت میں، ان کا حتمی اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، بشرطیکہ وہ صبر سے کام لیں۔ یہ انعام ان تمام فوائد سے زیادہ ہو جائے گا جو انہیں حاصل ہو سکتا تھا اگر وہ اس آزمائش کو صبر سے برداشت نہ کرتے۔

باب 2 البقرہ، آیات 179

”اور تمہارے لیے قانونی بدلہ [بچائی] جان ہے، اے عقل والو، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔“

مزید برآں، جیسا کہ اس آیت کے اختتامی حصے میں تجویز کیا گیا ہے، سزائے موت معاشرے کے لیے ایک زبردست رکاوٹ کے طور پر کام کرتی ہے۔ قاتلوں کو پھانسی کی گواہی دینا لوگوں کو پر تشدد رویے میں ملوث ہونے کی حوصلہ شکنی کر سکتا ہے، کیونکہ وہ اپنی جانوں کو لاحق خطرے کے بارے میں خوف زدہ ہوں گے، اس طرح ان کے وجود اور دوسروں کی حفاظت ہو گی۔ یہ تصور جرائم کی ایک حد پر لاگو ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، عصمت دری جیسے جرائم کے لیے سخت سزائیں عائد کرنے سے متعدد ممکنہ مجرموں کو روکا جا سکتا ہے۔ قانونی فریم ورک کی نرمی کمیونٹیز کے اندر جرائم کے جاری پھیلاؤ میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔

قانونی انتقام کا ایک پہلو مجرم کو معاف کرنے کے عمل پر محیط ہے۔ احسان کا یہ عمل غلط کرنے والے کو اپنے غیر قانونی طرز عمل پر خلوص دل سے پچھتاوا کرنے کی طرف لے جا سکتا ہے بالآخر ان کے ذاتی فدیہ میں سہولت فراہم کرتا ہے اور ممکنہ طور پر دوسروں کو مزید نقصان سے بچا سکتا ہے جس سے وہ متاثر ہو سکتے تھے اگر وہ اپنے ناجائز کام جاری رکھتے۔ مزید برآں، یہ تناظر دوسرے ممکنہ متاثرین اور ان کے رشتہ داروں کو اپنے حملہ آوروں کو معافی کی پیشکش کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے، سکون اور ہمدردی کے کلچر کو فروغ دے سکتا ہے جس میں بہت سی زندگیوں کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت ہے۔

اسلام واضح کرتا ہے کہ ایک کمیونٹی جرائم کی شرح کو نمایاں طور پر کم کر سکتی ہے جب اس کے ارکان دو بنیادی اصولوں کو اپناتے ہیں۔ پہلے اصول میں قانونی انتقام شامل ہے، جس کے لیے سخت قوانین کے قیام کی ضرورت ہوتی ہے جو مجرمانہ کارروائیوں کے لیے موزوں سزائوں کو نافذ کرتے ہیں، اس طرح مجرموں کو روکنا ہے۔ یہ واضح ہے کہ افراد، بشمول نابالغ، سمجھتے ہیں کہ مجرمانہ رویے میں ملوث ہونے کا امکان اس وقت کم ہو جاتا ہے جب اس کے اثرات سخت ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس، اجازت دینے والے قوانین ممکنہ مجرموں کے درمیان مجرمانہ طرز عمل کے امکانات کو بڑھاتے ہیں۔

دوسرے بنیادی اصول میں اللہ تعالیٰ کے لیے گہری تعظیم کی پرورش شامل ہے، جس کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں اپنے اعمال کے نتائج سے آگاہی کی ضرورت ہے۔ لوگ اکثر اس وہم کے تحت غلط کام کرتے ہیں کہ وہ زمینی اثرات سے بچ سکتے ہیں، چاہے قانونی ابہام کا فائدہ اٹھا کر یا چوری کے ذریعے۔ تاہم، جو شخص صحیح معنوں میں یہ سمجھتا ہے کہ ہر عمل، خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ، اہم ہو یا معمولی، اس کے نتائج برآمد ہوں گے، وہ بدتمیزی میں ملوث ہونے سے پہلے دو بار سوچے گا۔ یہ عقیدہ، جب اسلامی علم کے حصول اور استعمال کے ذریعے مضبوط ہوتا ہے، تو غیر اخلاقی رویے کے خلاف ایک طاقتور رکاوٹ کا کام کرتا ہے۔ اگر کسی کمیونٹی کے افراد کو یہ نقطہ نظر اختیار کرنا چاہیے تو یہ امن اور انصاف کا ماحول پیدا کرے گا، جس کے نتیجے میں جرائم کی شرح میں کمی آئے گی جیسا کہ اسلامی قانون کو مستعدی سے نافذ کیے جانے کے دوران دیکھا گیا تھا۔ یہ ایمان کی ضروری اہمیت کو اجاگر کرتا ہے اور معاشرے کے اندر علم کے ذریعے اسے بڑھانے کے لیے:

باب 16 النحل، آیت 90 ضروری ہے۔

بے شک اللہ عدل اور حسن سلوک اور رشتہ داروں کی مدد کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برے "کاموں اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ شاید تم نصیحت حاصل کرو۔"

لیکن جیسا کہ زیر بحث آیات سے اشارہ کیا گیا ہے کہ جو معاشرہ ان دو اصولوں کی قدر کرنے اور ان پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے: اپنے اعمال کے نتائج کا خوف اور ایک منصفانہ اور منصفانہ قانون کا قیام، جو دونوں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عطا کیے ہیں، لامحالہ معاشرے میں فساد پھیلانے کا سبب بنیں گے۔ باب 5 المائدة، آیت 45

”اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔“

جو لوگ دنیاوی حکام سے بچ سکتے ہیں وہ جرم کریں گے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ عادلانہ اور منصفانہ قانون کو نافذ نہیں کرتے وہ مجرموں کو جرائم کرنے اور معاشرے میں فساد پھیلانے سے نہیں روک سکتے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے پھر ذکر کیا کہ کتنے اہل کتاب نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا، جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، جس طرح وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے تھے۔ انہوں نے ایسا برتاؤ کیا حالانکہ وہ تمام انبیاء علیہم السلام کی صداقت کے قائل تھے کیونکہ ان پر جو وحی نازل ہوئی وہ تورات سے مطابقت رکھتی تھی جو ان کو پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے عطا ہوئی تھی۔ باب 5 المائدة، آیت 46

اور ہم نے ان کے نقش قدم پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو تورات میں ان سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھی اور جو تورات سے پہلے کی باتوں کی تصدیق کرنے والی تھی وہ نیک لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔

، اگر چہ اہل کتاب کے علماء نے بائبل کی سچائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کیا، لیکن ان میں سے بہت سے لوگوں نے ان کی خواہشات کے خلاف ہونے کی وجہ سے آپ کو رد کیا۔
باب 2 البقرہ، آیت 87

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب [یعنی تورات] دی اور ان کے پیچھے رسول بھی لائے اور ہم نے "عیسیٰ ابن مریم کو روشن دلائل دیے اور روح پاک (یعنی جبرائیل) (سے) ان کی تائید کی، لیکن کیا ایسا، نہیں ہے کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول آیا، جس چیز کی تمنا تمہارے دلوں نے نہیں کی تھی تم مجھ میں سے ہو گئے؟ اور ایک اور پارٹی کو تم نے مار ڈالا۔

اہل کتاب میں سے بہت سے علماء نے اپنی سچائی کو پہچاننے کے باوجود قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا۔ مسلمانوں کو اس طرز عمل سے گریز کرنا چاہیے جس کے تحت وہ اپنی خواہشات کی بنیاد پر کون سی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اور کن، کو نظر انداز کرنا ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ صرف اپنی خواہشات کی پرستش کرتا ہے: باب 25 الفرقان، آیت 43 خواہ وہ کوئی اور دعویٰ کرے۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس کا اطلاق ہر حال میں ہونا چاہیے، خواہ کوئی اس کی تعلیمات کے پیچھے موجود حکمتوں کا مشاہدہ کرنے میں ناکام رہے۔ جیسا کہ پہلے بحث کی گئی ہے اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ وہ اس طرح کا برتاؤ کرے، اسے مضبوط ایمان حاصل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے اٹل عزم کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ خوشی کے وقت ہوں یا مشکل میں۔ اس گہرے ایمان کی آبیاری قرآن پاک میں موجود واضح نشانوں اور تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے فہم اور اطلاق سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت دنیا اور آخرت میں امن کو فروغ دیتی ہے۔ اس کے

برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہوں گے وہ کمزور ایمان کے مالک ہوں گے، جس سے وہ اطاعت سے ہٹنے کا زیادہ شکار ہو جائیں گے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے متصادم ہوں۔ یہ جہالت اس حقیقت کو دھندلا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کا راستہ ہے۔ لہذا افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہیں۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات نے تجویز کیا ہے، بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنتی ہے اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی مناسب ترجیح ہوتی ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 46

اور ہم نے ان کے نقش قدم پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو تورات میں ان سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھی اور جو تورات سے پہلے کی باتوں کی تصدیق کرنے والی تھی وہ نیک لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔

جیسا کہ پہلے بحث کی گئی ہے، الہی تعلیمات ایک روشنی ہیں جو اس دنیا میں کسی کے راستے کو روشن کرنے کے لیے ضروری ہیں تاکہ وہ نقصان دہ چیزوں سے بچیں اور فائدہ مند چیزیں حاصل کریں جو بالآخر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف لے جاتی ہیں۔ جبکہ جو شخص وحی الہی کی روشنی کو نظر انداز کرتا ہے وہ بے مقصد تاریکی میں حیران رہ جائے گا۔ نتیجے کے طور پر، وہ نقصان دہ چیزوں کی تعریف کرنے اور ان سے بچنے میں ناکام رہیں گے اور فائدہ مند چیزوں کو حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے۔ نتیجے کے طور پر، وہ نہ اس دنیا میں ذہنی سکون حاصل کریں گے اور نہ ہی آخرت میں۔ درحقیقت، وہ اس کے بجائے اس دنیا میں ایک نقصان دہ چیز سے دوسری تک کا سفر کریں گے جب تک کہ وہ ذہنی اور جسمانی طور پر اندھیرے میں گھرے ہوئے فنا نہ ہو جائیں۔

جیسا کہ آیت 46 میں اشارہ کیا گیا ہے، صرف نیک لوگ، جو اپنے اعمال کے نتائج سے ڈرتے ہیں، الہی ہدایت پر توجہ دیں گے۔ اس کے نتیجے میں، وہ اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو پا لیں گے اور جو نعمتیں انہیں عطا کی گئی ہیں ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے، اعتماد کے ساتھ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون صرف اسی طریقے میں مضمحل ہے۔ نتیجتاً، ان کا رویہ ان کے دماغ اور جسم کی متوازن حالت کے حصول میں مدد کرے گا، انہیں اس قابل بنائے گا کہ وہ اپنی زندگی کے تمام شعبوں کو درست طریقے سے ترتیب دے سکیں اور روز قیامت اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر سکیں۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 46

اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور تورات سے پہلے کی باتوں کی ”تصدیق کرنے والی تھی جو نیک لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے عیسائی علماء پر تنقید کی جنہوں نے بائبل کی تعلیمات پر عمل کرنے کا دعویٰ کیا لیکن اپنے اعمال میں اس کی تعلیمات کی مخالفت کی۔ باب 5 المائدہ، آیت 47

”اور اہل انجیل کو چاہیے کہ فیصلہ کریں اس کے مطابق جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے۔“

بائبل کی تعلیمات پر عمل کرنے کے بجائے، انہوں نے اس کی تعلیمات کی تدوین اور جان بوجھ کر غلط تشریح کی تاکہ ایک ایسی زندگی کا جواز پیش کیا جا سکے جس کے تحت وہ دونوں جہانوں میں ان کے اعمال کا جوابدہ نہ ہوں اور اس کے بجائے ان کے اعمال سے قطع نظر نجات کی ضمانت دی جائے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ مسلمانوں نے بھی ایسا ہی رویہ اختیار کیا ہے جس کے تحت وہ یہ مانتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی مقدس ہستی انہیں قیامت کے دن بچائے گی، خواہ ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید نہیں ہے، یہ محض خواہش، مندانہ سوچ ہے، جس کی اسلام میں کوئی قدر نہیں۔ جیسا کہ زیر بحث اہم آیات سے اشارہ کیا گیا ہے خواہش مندانہ سوچ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نظر انداز کر دیا جائے، اور پھر بھی

دنیا اور آخرت میں اس کی رحمت اور بخشش کی امید رکھی جائے۔ اسلام میں اس ذہنیت کی کوئی اہمیت نہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 47

”اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔“

اس کے برعکس، حقیقی امید یہ ہے کہ فعال طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، ان نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ساتھ اپنے طرز عمل کو بہتر بنایا جائے۔ تب ہی دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی حقیقی امید رکھی جا سکتی ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی کی حدیث نمبر 2459 میں نمایاں کیا گیا ہے۔ اس فرق کو پہچاننا اور اللہ عزوجل کی رحمت اور بخشش میں مستند امید پیدا کرنا بہت ضروری ہے، خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کرتے ہوئے، جو اس زندگی یا آخرت میں کوئی سہارا نہیں دیتی۔ اس کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اگرچہ ایک حقیقت ہے لیکن جو شخص یہ سمجھ کر اس کا مذاق اڑائے گا کہ وہ ان کو بچا لیں گے، خواہ ان کے اعمال کچھ بھی ہوں، قیامت کے دن اس سے محروم ہو سکتے ہیں۔ شاید اس کے بجائے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی دیں گے کیونکہ وہ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام: باب 25 الفرقان، آیت 30 رہے تھے۔

”اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔“

یہ آیت مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتی ہے، کیونکہ انہوں نے قرآن کریم کو قبول کیا، جب کہ غیر مسلموں نے اسے کبھی قبول نہیں کیا، اس لیے وہ اسے ترک نہیں کر سکتے۔ یہ واضح ہے کہ اس مسلمان کے لیے کیا انتظار ہے جس کے خلاف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ لہذا ضروری ہے کہ خواہش مندانہ سوچ سے آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حقیقی امید پیدا کی جائے۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح

طریقے سے استعمال کرتے ہوئے قیامت کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل کرنا بھی شامل ہے۔

اہل کتاب کو عطا کی گئی اصل آسمانی کتابوں کے اعلیٰ مرتبے کی تصدیق کے بعد اللہ تعالیٰ واضح کرتا ہے کہ آخری آسمانی وحی، قرآن کریم، سابقہ آسمانی صحیفوں کی غیر ترمیم شدہ تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے اور ترمیم شدہ تعلیمات کو درست کرتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 48

اور ہم نے تم پر یہ کتاب مقصد کے ساتھ نازل کی ہے جو اس سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس پر ایک معیار ہے۔“

،لیکن قرآن پاک سے صرف وہی لوگ مستفید ہوں گے جو اس کا مقصد پورا کرتے ہیں۔ باب 5 المائدہ آیت 48:

پس ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس سے ہٹ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

قرآن پاک کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو ہر صورت حال میں صحیح فیصلے کرنے کی رہنمائی کریں تاکہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کر سکیں جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ ان کی ذہنی اور جسمانی صحت کے درمیان ہم آہنگی کا توازن حاصل کرنے میں مدد کرے گا اور انہیں اپنے تعلقات اور فرائض کو صحیح طریقے سے اپنی زندگی میں جگہ دینے میں مدد کرے گا جبکہ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کر رہے ہیں۔ آخر میں، یہ طریقہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون کو فروغ دے گا۔

یہ آیت یہ بھی واضح کرتی ہے کہ زندگی میں صرف دو ہی راستے ہیں: اسلام کا راستہ جو انسان کو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کو یقینی بناتا ہے یا پھر خواہشات کا راستہ جو انسان کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں۔ کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے۔ لہذا خواہشات کا راستہ اختیار کرنے والا متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل نہیں کر سکے گا اور وہ اپنی زندگی کے اندر ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دے گا اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہے گا۔ یہ اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہو۔ باب 5 المائدہ، آیت 48:

پس ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے ”اس سے ہٹ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔“

لہذا دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل کرنے کے لیے افراد کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ان نعمتوں سے استفادہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، خواہ یہ ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہو۔ انہیں چاہیے کہ وہ ایک عقلمند مریض کی تقلید کریں جو سخت علاج اور سخت غذائی پابندیوں کے چیلنجوں کے باوجود اپنے فائدے کے لیے اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرے۔ جس طرح یہ مریض بہترین صحت حاصل کر سکتا ہے، اسلامی اصولوں کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے والے اسی طرح دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے ہی وہ حتمی علم رکھتا ہے جو ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول اور زندگی کے تمام پہلوؤں کو ترجیح دینے کے لیے ضروری ہے۔ وسیع تحقیق کے باوجود ذہنی اور جسمانی صحت پر معاشرے کی گرفت محدود ہے، کیونکہ یہ علم، تجربے اور دور اندیشی میں موروٹی حدود اور تعصبات کی وجہ سے ہر انفرادی چیلنج سے نمٹنے یا ہر قسم کے تناؤ کو روک نہیں سکتا۔ مکمل علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو اس نے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب ان لوگوں کا موازنہ کیا جائے جو اپنی برکات کو اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں مانتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے علاج کے پیچھے سائنسی دلیل کو پوری طرح سے سمجھ نہیں پاتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے ڈاکٹروں پر اندھا بھروسہ کرتے

ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگیوں پر اس کے فائدہ مند اثرات کو دیکھیں۔ اسے اندھے ایمان کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ، وہ چاہتا ہے کہ لوگ ان تعلیمات کی سچائی کو واضح ثبوت کے ذریعے تسلیم کریں، جو اسلام کی غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے ساتھ تحقیق کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے روحانی دلوں پر مکمل اختیار رکھتا ہے، ذہنی سکون کا گھر ہے، اس لیے وہی طے کرتا ہے کہ یہ سکون کسے دیا گیا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم:

آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سکون صرف انہی کو دیتا ہے جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو دانشمندی سے:

باب 5 المائدة، آیت 48 استعمال کرتے ہیں۔

پس ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے

“اس سے ہٹ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کو مختلف آسمانی صحیفے عطا کیے لیکن بنیادی اصول ہمیشہ یکساں رہے۔ ہر آسمانی صحیفہ اپنے وقت کے لیے موزوں تھا لیکن قرآن کریم قیامت تک کے لیے پوری نوع انسانی کے لیے نازل کیا گیا ہے کیونکہ اس کی تعلیمات ہر زمان و مکان کے لیے موزوں ہیں، جیسا کہ یہ انسانوں کی فطرت کے لیے وضع کیا گیا ہے جو کہ لازوال اور غیر متبدل ہے، اس لیے اس پر عمل کرنا چاہیے، اگر کوئی دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرنا چاہتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 48

”...ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک قانون اور طریقہ مقرر کیا ہے“

جیسا کہ دنیا کی زندگی ایک امتحان ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت پر مجبور نہیں کرتا۔ اس کے بجائے وہ انہیں صحیح رہنمائی فراہم کرتا ہے، جس کی جڑیں واضح شواہد پر ہوتی ہیں، اور پھر لوگوں کو زندگی میں اپنا راستہ خود چننے کی اجازت دیتا ہے اور پھر ان کے اعمال کے مطابق انہیں معاوضہ دیتا ہے۔ باب 67 الملک، آیت 2 دیتا ہے۔

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“

:اور باب 5 المائدہ، آیت 48

اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے۔“

اس لیے اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے زندگی کے امتحان میں کامیاب ہونے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ترتیب دے کر اور اپنے آپ کو قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار کر کے دونوں جہانوں میں سکون حاصل کر سکے۔ باب 5 المائدة، آیت 48

"...تو [وہ سب] اچھائی کی طرف دوڑو..."

عام طور پر، اچھے کام کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ نیکی کرنا ہر ایک کو محیط ہے، چاہے وہ کتنی ہی دنیاوی نعمتوں کے مالک ہوں، کیونکہ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی نیتوں، قولوں اور افعال کو جانتا ہے، اس لیے افراد کو یہ یقینی بنانا چاہیے کہ یہ دونوں زندگی اور آخرت میں انعامات اور ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے ہم آہنگ ہوں۔ انہیں صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے عمل کرنا چاہیے، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3154 کی ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ کوئی اور ترغیب اس کا اجر نہیں کما سکتی۔ انہیں مثبت بات کرنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے، اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ ان کے اعمال اسلامی رہنمائی کے مطابق اپنی نعمتوں کے صحیح استعمال کی عکاسی کریں۔ یہ نقطہ نظر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے گا، جس سے وہ قیامت کے دن جوابدہی کے لیے تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کو صحیح طریقے سے ترجیح دے سکیں گے، اور بالآخر دونوں شعبوں: باب 16 النحل، آیت 97 میں ذہنی سکون کا باعث بنیں گے۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

چونکہ اس دنیا میں وقت محدود ہے، اس لیے وقت اور دیگر نعمتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے جو انہیں دیا گیا ہے، ان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ، چاہے کوئی نیک کام کرنے کا انتخاب کرے یا ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا انتخاب کرے جو اسے عطا کی گئی ہیں، ہر ایک کو ان کی نیتوں، قول و فعل کے لیے جوابدہ ٹھہرایا جائے گا۔ باب المائدۃ، آیت 48 5

”تم سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔“

ایک مسلمان کو اس حقیقت سے سکون حاصل کرنا چاہیے کہ قیامت کے دن اسلام میں ان کے عقیدے کی تصدیق ہو جائے گی اور وہ تمام طرز زندگی جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں باطل قرار دیے جائیں گے، اگرچہ آج بہت سے لوگ زندگی کے ان دیگر طریقوں کی وکالت اور حمایت کرتے ہیں۔ باب 5 المائدۃ، آیت 48

”تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ تمہیں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔“

ایک مسلمان کو یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اس دنیا میں قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر سختی سے عمل کرتے ہوئے اس فیصلے کے صحیح رخ پر ہیں، کیونکہ جس کا طرز زندگی جھوٹا ہے وہ قیامت کے دن نجات حاصل نہیں کر سکے گا۔ اس کی طرف اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 5 المائدۃ، آیت 49

اور ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں اللہ کی طرف سے جو کچھ نازل کیا ہے اس سے "دور کر دیں۔"

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ زندگی میں دو ہی راستے ہیں: اسلام کا راستہ جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ انسان ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جو انہیں دی گئی ہیں اور اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل ہوتا ہے یا خواہشات کا راستہ، جس کے ذریعے انسان ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانیاں آتی ہیں۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ اس آیت میں متنبہ کیا گیا ہے، جب کوئی اپنے ساتھیوں سے مختلف راستہ اختیار کرتا ہے، تو یہ دوسروں میں اپنے انتخاب کے بارے میں ناواقفیت کے جذبات کو جنم دے سکتا ہے، خاص طور پر اگر وہ انتخاب ذاتی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر چلنے پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ان لوگوں پر تنقید کی جا سکتی ہے جو اپنے عقیدے پر قائم رہتے ہیں، اکثر خاندان کے افراد کی طرف سے۔

مزید برآں، سماجی اثرات جیسے سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی توقعات اکثر اسلامی اصولوں سے سرشار افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی ترویج کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے لیے ان کے عزائم کے لیے ایک چیلنج کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ وہ شعبے جن پر اسلام تنقید کرتا ہے، جیسے کہ شراب اور تفریح سے منسلک، اسلامی اقدار کی قبولیت کو کمزور کرنے اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر قائم رہنے سے روکنے کے لیے کام کرتے ہیں۔ یہ سوشل میڈیا سمیت متعدد پلیٹ فارمز پر اسلام مخالف پیغامات کے وسیع پیمانے پر پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

مزید برآں، جب لوگ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جو ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے ذمہ دارانہ استعمال کے لیے ذاتی خواہشات میں اعتدال کو فروغ دیتے ہیں، تو جو لوگ حد سے زیادہ اپنی خواہشات پر عمل کرتے ہوئے زندگی کا انتخاب کرتے ہیں، وہ اسلام اور اس کے پیروکاروں کو منفی نظر سے دیکھتے ہیں۔ نتیجتاً، وہ دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کر سکتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر عمل کرنے سے روک سکتے ہیں، انہیں بے لگام خواہشات کی زندگی میں مائل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص

پہلوؤں کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے خواتین کے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کے لیے۔ تاہم وہ لوگ جو ادراک رکھتے ہیں وہ اپنی تنقید کی اتھلی نوعیت کو آسانی سے پہچان سکتے ہیں، جو اسلام کی خود پر قابو پانے پر توجہ دینے کی ناپسندیدگی سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ پر حملہ کر سکتے ہیں، لیکن وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار جیسے مختلف شعبوں میں دیگر ضروری ٹریس کوڈز پر تنقید کی ایک ہی سطح کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ کا یہ منتخب ہدف، دوسرے لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل کی کمزوری اور بے بنیاد نوعیت کو واضح کرتا ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے ماننے والوں کا کنٹرول شدہ رویہ ہے جس کی وجہ سے وہ دوسروں کو اپنی گمراہیوں کی طرف راغب کرنے کی کوشش میں اسلام پر طرح طرح کے حملے کرتے ہیں۔ یہ وہ طریقہ تھا جسے بنی اسرائیل اور ان کی اولاد اہل کتاب نے اسلام کے خلاف استعمال: باب 5 المائدة، آیت 49 کیا۔

اور ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں اللہ کی طرف سے جو کچھ نازل کیا ہے اس سے "دور کر دیں۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوگوں کو جو ضابطہ اخلاق عطا کیا ہے اس سے روگردانی کے خلاف تنبیہ کرتا ہے: کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے پریشانی کا باعث بنے گا۔ باب 5 المائدة، آیت 49

اور اگر وہ روگردانی کریں تو جان لو کہ اللہ کا ارادہ ہے کہ وہ ان کو ان کے کچھ گناہوں میں مبتلا کرے۔"

ان کا طرز عمل ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، انہیں اپنی ذہنی اور جسمانی صحت میں خلل کا سامنا کرنا پڑے گا، یہ ان کی زندگی میں ہر

چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روک دے گا۔ یہ اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی دولت سے لطف اندوز ہوں۔ کچھ لوگ اپنی دنیاوی خواہشات میں اس قدر جکڑے ہوئے ہیں کہ ان نتائج کا سامنا کرنے کے بعد بھی وہ اس بات پر غور کرنے کے بجائے کہ ان کو دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اڑے رہتے ہیں کہ ان کے پاس تمام دنیاوی آسائشوں کے باوجود انہیں ذہنی سکون نہیں ملتا۔ نہ ہی وہ دوسرے لوگوں سے کوئی سبق سیکھتے ہیں جو ان جیسا برتاؤ کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں انہیں ذہنی سکون بھی نہیں ملتا۔ باب 5 المائدہ، آیت 49:

”اور بے شک لوگوں میں سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔“

یہ آیت خود غرض ذہنیت سے پرہیز کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے جو صرف اپنی زندگی اور مسائل پر مرکوز ہے۔ ایسے افراد تاریخ کے قیمتی اسباق سے محروم رہتے ہیں، عام اور ذاتی دونوں کے ساتھ ساتھ اپنے آس پاس کے لوگوں کے تجربات سے۔ ان پہلوؤں سے بصیرت حاصل کرنا ذاتی ترقی کے لیے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے روکنے کے لیے بہت ضروری ہے، جو بالآخر اندرونی سکون کی طرف لے جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مندوں اور مشہور لوگوں کا مشاہدہ کرنا، جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کو ضائع کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں تناؤ، ذہنی صحت کے مسائل لت اور خودکشی کے خیالات ان کے لطف کے لمحات کے باوجود دوسروں کے لیے انتباہ کے طور پر کام کرتے ہیں کہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال نہ کریں۔ یہ اس خیال کو تقویت دیتا ہے کہ ذہنی سکون مادی چیزوں میں نہیں ملتا۔ اسی طرح، کسی بیمار کو دیکھ کر اپنی صحت کے لیے شکر گزاری کی تحریک پیدا کرنی چاہیے اور اس کے ضائع ہونے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اس طرح، اسلام مسلمانوں کو مستقل طور پر اپنی فکروں سے بالاتر ہو کر دنیا کے بارے میں بیداری کو فروغ دینے کے بجائے خود میں مشغول رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ باب 47 محمد، آیت 10:

”کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی اور دیکھا کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“

اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جو اس کی ہدایت سے منہ موڑتے ہیں اور اس کے بجائے اپنی دنیاوی خواہشات کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، کیونکہ اس سے انسانوں کو عطا کردہ اعلیٰ مقام کو کم کر کے جانوروں کے درجے پر کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 50

”تو کیا یہ زمانہ جاہلیت کا فیصلہ ہے جس کی وہ خواہش کرتے ہیں؟“

لیکن ایک ذہین شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اپنی خواہشات پر قابو پانا دماغی اور جسمانی سکون کے حصول کے لیے ایک معمولی قربانی ہے، جیسا کہ کوئی شخص بہتر جسمانی صحت کے لیے اپنی خوراک کو کیسے منظم کرتا ہے۔ اس کے برعکس، زندگی ان لوگوں کے لیے ایک تاریک جیل کی طرح محسوس کر سکتی ہے جو ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتے، چاہے وہ اپنی کتنی ہی خواہشات کو پورا کر لیں۔ یہ بات خاص طور پر امیر اور مشہور لوگوں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرتے باب 5 المائدة، آیت 50 وقت واضح ہوتی ہے۔

لیکن یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے فیصلہ کرنے میں اللہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔“

اس لیے مضبوط ایمان کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے انہیں یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ ذہنی سکون دیگر طریقوں پر عمل کرنے کے بجائے اسلامی ضابطہ حیات کی پیروی میں مضمر ہے جو علم، دور اندیشی، تجربے میں محدود ہیں اور تعصبات سے دوچار ہیں۔ یہ سب چیزیں لازمی طور پر کسی کو ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے مستقل عزم کے لیے مضبوط ایمان بہت ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ خوشی کے لمحات ہوں یا مشکل۔ اس گہرے ایمان کی پرورش قرآن پاک میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سمجھنے

اور ان پر عمل کرنے سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت اس زندگی اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ دوسری طرف، اسلامی اصولوں کا علم نہ رکھنے والوں کا ایمان کمزور ہو گا، جس سے وہ اطاعت سے بھٹکنے کا زیادہ شکار ہو جائیں گے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے ٹکرا جائیں گی۔ علم کی یہ کمی اس حقیقت کو دھندلا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کے حق میں اپنی خواہشات کے حوالے کر دینا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کی کلید ہے۔ لہذا، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کی تلاش اور اس کو عملی طور پر استعمال کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہیں۔ اس میں ان کو عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت اور ان کی زندگی کے تمام شعبوں کی مناسب ترجیح کا باعث بنتا ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 50

تو کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ ہے جو وہ چاہتے ہیں، لیکن جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ سے "بہتر فیصلہ کون کر سکتا ہے۔"

جیسا کہ اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، جاہلانہ اور حیوانی طرز زندگی کو اپنانے سے گریز کرنے کا ایک پہلو جس کے تحت کوئی شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو وہ عطا کی گئی ہیں، اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ وہ صحیح صحبت اختیار کرے۔ باب 5 المائدة، آیت 51

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اور تم میں سے جو کوئی ان کا ساتھی ہو گا تو وہ ان میں سے ہے۔

سنن ابوداؤد کی ایک حدیث نمبر 4833 سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اپنے ساتھیوں کے طرز عمل کا، آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ غیر ارادی طور پر ان خصوصیات کو لے سکتے ہیں اچھے اور برے دونوں، جن کے ساتھ وہ وابستہ ہیں۔ لہذا، مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسے افراد سے گھیر لیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ جبکہ جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی کرتا ہے جن کی زندگی کا مقصد صرف اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنا ہوتا ہے وہ لازماً وہی رویہ اختیار کرے گا، کیونکہ انہیں یقین ہو جائے گا کہ اس طرز زندگی میں ہی ذہنی سکون مضمر ہے۔ جو ان کے طرز زندگی کو اختیار کرے گا وہ دونوں جہانوں میں ان میں سے ایک ہو جائے گا، خواہ وہ کوئی اور دعویٰ کرے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث میں بھی اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس کے نتیجے میں یہ شخص ذہنی سکون کی طرف رہنمائی نہیں کرے گا کیونکہ وہ لازماً اپنے گمراہ ساتھیوں کی طرح زندگی گزاریں گے۔ باب 5 المائدة، آیت 51

”بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اس سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ اپنی ذہنی اور جسمانی صحت میں خلل کا سامنا کریں گے، اور انہیں اپنی زندگی کے اندر ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جانے کا سبب بنیں گے اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی فوائد کے حامل ہوں۔

باب 5 المائدة، آیت 51:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق“
“ہیں، اور تم میں سے جو کوئی ان کا ساتھی ہو گا تو وہ ان میں سے ہے۔

یہ آیت یہ نہیں بتاتی کہ مسلمان غیر مسلموں سے دوستی نہیں کر سکتے۔ اس کے بجائے، یہ خاص طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے غیر مسلموں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس عرصے کے دوران، غیر مسلموں کے ساتھ قریبی تعلقات قائم کرنا جن کا مقصد اسلام کو کمزور کرنا تھا، خاص طور پر خطرناک تھا، کیونکہ وہ اسلام کے خلاف مزاحمت میں مدد کے لیے اکثر مسلم کمیونٹی کے بارے میں معلومات اکٹھا کرتے تھے۔

عام طور پر قرآن پاک واضح طور پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع نہیں کرتا۔ باب 60 الممتحنہ، آیت 8

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے، ان کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

زیر بحث مرکزی آیت مسلمانوں کو ان لوگوں سے دوستی کرنے سے خبردار کرتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہٹاتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی ہیں۔ یہ مشورہ مسلم اور غیر مسلم صحابہ دونوں پر لاگو ہوتا ہے۔ سنن ابو داؤد کی ایک حدیث نمبر 4833 سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان اکثر اپنے دوستوں کی مثال پر عمل کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ لاشعوری طور پر ان خصوصیات کو اپنا سکتے ہیں، خواہ وہ اچھے ہوں یا برے، جن کے ساتھ وہ وقت گزارتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے ساتھیوں کا انتخاب کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔

ہر کسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا، خواہ ان کے عقائد کچھ بھی ہوں، ایک سچے مومن کی کلیدی خصلت ہے۔ ایک سچا مومن دوسروں اور ان کے اموال کو چاہے زبانی ہو یا جسمانی نقصان پہنچانے سے گریز کرتا ہے، خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو جیسا کہ سنن نسائی نمبر 4998 کی ایک حدیث میں آیا ہے۔

صحت مند سماجی تعلقات رکھنے اور گہری دوستی قائم کرنے کے درمیان فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ قریبی اور گہری دوستی کسی شخص پر نمایاں طور پر اثر انداز ہو سکتی ہے، ممکنہ طور پر وہ اپنے دوست کی خاطر اپنے عقائد سے سمجھوتہ کرنے کا باعث بنتی ہے، جبکہ مثبت سماجی تعاملات کا اثر اس سطح پر نہیں ہوتا۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سب کے ساتھ اچھے اخلاق اور اخلاق کا مظاہرہ کریں، لیکن ان لوگوں کے لیے گہری دوستی رکھیں جو انہیں سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں۔ صرف ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے یہ معاون کردار ادا کر سکتا ہے۔ دوسری طرف، ایک غیر مسلم غیر ارادی طور پر کسی مسلمان کو اللہ کی اطاعت سے دور کر سکتا ہے، یہاں تک کہ اس کا کوئی مطلب نہیں، کیونکہ غیر مسلم مختلف اقدار کے تحت کام کرتے ہیں، اور ان کے قابل قبول طرز عمل اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہو سکتے۔

جیسا کہ اگلی آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ منافقانہ رویہ رکھتے ہیں جس کے تحت وہ زبانی طور پر اسلام پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن عمل سے اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت نہیں کرتے، وہ لامحالہ گمراہ مومنوں کی صحبت اختیار کر لیں گے اور ان جیسا برتاؤ کرنے میں ہی کامیابی ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 52

پس تم ان لوگوں کو دیکھو گے جن کے دلوں میں بیماری ہے، ان کی طرف تیزی سے آرہے ہیں اور ”کہتے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت نہ آجائے۔“

وہ غلط طور پر یقین رکھتے ہیں کہ اگر وہ اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں گے تو وہ ذہنی سکون حاصل کرنے سے محروم رہیں گے اور اس لیے وہ ان لوگوں کی تقلید کے لیے بے چین ہیں جن کی زندگی کا واحد مقصد اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنا ہے۔ لیکن وہ اس بات کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کے تمام معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول ان کے روحانی دلوں، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون ذہنی: باب 53 عن نجم، آیت 43 سکون اور کامیابی حاصل کرتا ہے اور کون نہیں۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور ج 5 سورة المائدہ آیت 52

لیکن شاید اللہ فتح یا اپنی طرف سے کوئی فیصلہ لے آئے اور وہ اپنے اندر چھپائے ہوئے پشیمان ہو جائیں۔“

یہ پشیمانی اس وقت ظاہر ہوگی جب وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا تجربہ کریں گے اور ان کے رویے کی وجہ سے وہ اپنی زندگی کے اندر موجود چیزوں اور لوگوں کو غیر منظم کر دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری میں ناکام ہو جائیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی دولت سے لطف اندوز ہوں۔ اگر لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نظر انداز کرتے رہتے ہیں، تو وہ غیر منصفانہ طور پر اپنے تناؤ کو اپنے شریک حیات سمیت بیرونی عوامل سے منسوب کر سکتے ہیں۔ ان معاون افراد کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے سے، ان کے دماغی صحت کے مسائل میں اضافہ ہونے کا امکان ہے، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے ہوئے اس نتیجہ سے بچنا چاہیے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ یہ طریقہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی ایک متوازن حالت حاصل کر سکیں، جس سے وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو کو درست طریقے سے ترتیب دینے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر سکیں۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ لہذا ایک سمجھدار مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، باوجود اس کے کہ وہ کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں جس طرح یہ ان کی اچھی صحت کا باعث بنے گا، اسی طرح اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے والے مسلمان کو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوگا۔

باب 5 المائدہ آیت 52

پس تم ان لوگوں کو دیکھتے ہو جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کے ساتھ جلدی کرتے ہوئے کہتے "ہیں کہ "ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت نہ آجائے" لیکن شاید اللہ فتح یا اپنی طرف سے کوئی فیصلہ "کر دے اور وہ اپنے اندر چھپائے ہوئے اس پر پشیمان ہو جائیں گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں منافقین اور کمزور ایمان والے دو رخی رویہ اختیار کرتے تھے جس سے وہ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کی شکست کی صورت میں ان کی اپنی صحت کو یقینی بنایا جائے۔ نتیجتاً وہ مسلمانوں کے ساتھ مخلص نہیں تھے اور نہ ہی غیر مسلموں کے ساتھ متحد تھے۔ باب 4 النساء، آیت 143

ان کے درمیان ٹگمگانے والا، نہ مومنوں کا اور نہ کافروں کا، اور جسے اللہ گمراہ کر دے، تم اس" کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔

جو مسلمان یہ رویہ اختیار کرے گا وہ لازماً عقیدہ اور کفر کے درمیان پھنسا ہوا رہ جائے گا کیونکہ وہ کسی بھی طرف پوری طرح سے عہد نہیں کریں گے۔ اس کے نتیجے میں وہ ذہنی سکون کے فوائد حاصل نہیں کر پائیں گے کیونکہ وہ عملی طور پر اسلامی ضابطہ اخلاق کی پیروی نہیں کرتے اور نہ ہی وہ واقعی دنیاوی چیزوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، حالانکہ یہ لطف عارضی اور نامکمل ہے۔ چونکہ یہ شخص زندگی کے کسی بھی طریقے پر پوری طرح پابند نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں فریقوں کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی زندگی بے مقصد اور بے معنی ہو جاتی ہے۔ ان کا یہ رویہ ان کی دماغی صحت کی خرابیوں میں اضافہ کرے گا جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کے نتیجے میں ہوں گے، کیونکہ یہ ان کی ذہنی اور جسمانی حالت کو غیر متوازن کرنے کا سبب بنے گا، یہ ان کی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکے گا۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنے گا، چاہے ان کے پاس کتنی ہی مادی دولت کیوں نہ ہو۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ جو لوگ دو رخی رویہ اپناتے ہیں جس کے ذریعے وہ سب کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلے عام رسوا ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل نہیں کر پائیں گے اور جن لوگوں کو وہ خوش کرنا چاہتے ہیں وہ انہیں ناپسند کریں گے۔ باب 5 المائدة، آیت 53

اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہیں گے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی سخت قسمیں کھائی“
”تھیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں؟“

جیسا کہ دو چہروں والا رویہ اللہ تعالیٰ سے بے وفائی کا باعث بنتا ہے، یہ شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل نہیں کرے گا، خواہ وہ اچھے کام ہی کیوں نہ کرے۔ اس کے نتیجے میں وہ اس کی طرف سے نہ دنیا میں کوئی اجر حاصل کریں گے اور نہ ہی آخرت میں۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 53

”ان کے اعمال رائیگاں گئے اور وہ خسارے میں پڑ گئے۔“

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں مومنین سے مخاطب ہوتا ہے تو اس کی دعوت اکثر ان کے عقیدے کو عملی جامہ پہنانے سے منسلک ہوتی ہے۔ اسلام میں، بغیر کسی عمل کے محض اپنے ایمان پر زور دینا کم سے کم اہمیت کا حامل ہے۔ اعمال کے ذریعے ہی لوگ اپنے ایمان کو ظاہر کرتے ہیں، جو اس زندگی اور آخرت دونوں میں انعامات اور رحمت کے حصول کے لیے اہم ہے۔ اسی طرح جس طرح ایک پھل کا درخت اپنے پھلوں کے لیے قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اسی طرح ایمان کی قدر تب ہوتی ہے جب اس کا اظہار نیک اعمال کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس صورت میں، اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ منافقوں کی طرح برتاؤ کرنے سے گریز کریں جو اسلام میں ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل سے ناکام رہتے ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 54

اے ایمان والو تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو پیدا کرے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور جو اس سے محبت کرے گا جو مومنوں کے لیے عاجزی کرنے والے ہوں گے، کافروں کے مقابلے میں طاقتور ہوں گے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور تنقید کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

لہذا ان کے زبانی اعلان ایمان کی حمایت عمل سے کرنی چاہیے ورنہ وہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی سے محروم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ آیت 54 میں اشارہ کیا گیا ہے، صحیح طرز عمل یہ

یقینی بنائے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور حمایت حاصل کر سکیں گے۔ باب 5
المائدة، آیت 54

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ [ان کی جگہ]
"ایسی قوم کو پیدا کرے گا جو اس سے محبت کرے گا اور جو اس سے محبت کرے گا

یہ الہی محبت اور حمایت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ ہر اس صورتحال کا سامنا کریں جس کا
سامنا انہیں ذہنی طاقت کے ساتھ ہوتا ہے تاکہ وہ اس پر قابو پا سکیں تاکہ وہ ذہنی سکون حاصل کریں۔
جبکہ جو شخص اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ یہ الہی
تائید حاصل نہیں کر پائے گا اور اس کے نتیجے میں وہ زندگی کے تمام چیلنجوں پر قابو پانے کی ذہنی
قوت نہیں رکھتا۔ نتیجے کے طور پر، وہ ایک بڑھتی ہوئی کشیدگی کی صورت حال سے دوسری طرف
منتقل ہو جائیں گے جب تک کہ وہ اس حالت میں ہلاک نہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے بعض خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے جن کو اس کی محبت اور نصرت حاصل کرنے کے
لیے اپنانا ضروری ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 54

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا، تو اللہ ایسی قوم کو پیدا
کرے گا جو اس سے محبت کرے گا اور جو اس سے محبت کرے گا جو مومنوں کے لیے عاجزی
"کرنے والے ہوں گے۔

یہ عاجزی اس بات کو یقینی بنائے گی کہ انسان دوسروں کے حقوق کو پورا کرے، خاص طور پر
دوسرے مسلمانوں کے۔ جو شخص اپنے آپ کو برتر سمجھتا ہے وہ لازماً اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے

میں ناکام رہے گا اور وہ دوسروں پر ظلم کرے گا۔ انسان کو یہ تسلیم کرتے ہوئے عاجزی اختیار کرنی چاہیے کہ ان کے پاس موجود ہر نعمت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے پیدا کی ہے اور عطا کی ہے۔ لہذا نعمت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے نہ کہ ان کے لیے۔ کسی دوسرے کی ملکیت پر فخر کرنا لغو ہے جیسے وہ شخص جو کسی دوسرے کی مہنگی جائیداد پر فخر کرے۔ عاجز شخص صحیح بخاری نمبر 5673 میں درج حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث پر پختہ یقین رکھتا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ صرف ایک شخص کے اعمال صالحہ اسے جنت میں داخل نہیں کر سکتے۔ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ ہر نیک عمل اسی وقت ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ کسی فرد کو علم، طاقت، موقع اور الہام عطا فرمائے۔ مزید برآں ایسے اعمال کی قبولیت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت پر منحصر ہے۔ اس کو ذہن میں رکھنے سے تکبر سے بچنے میں مدد ملتی ہے اور عاجزی کے احساس کو فروغ ملتا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2029 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تصدیق فرمائی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ بلندی عطا کرتا ہے۔ اس طرح عاجزی آخر کار دنیا، اور آخرت دونوں میں عزت کا باعث بنتی ہے۔ مخلوق میں سب سے زیادہ حلیم پر غور کرتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر لوگوں کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اس اہم صفت کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔ باب: اشعرا، آیت 215 26

"اور اپنے بازو کو نیچے رکھو [یعنی مہربانی کرو [مومنوں میں سے جو تمہاری پیروی کرتے ہیں۔"

جیسا کہ آیت 54 میں اشارہ کیا گیا ہے، یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ عاجزی کمزوری کی علامت نہیں ہے، کیونکہ اسلام افراد کو ضرورت پڑنے پر اپنا دفاع کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلام مسلمانوں کو کمزوری کے بغیر عاجزی کا درس دیتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 54

ایک ایسے لوگوں سے جو وہ محبت کرے گا اور جو اس سے محبت کرے گا [جو [مومنوں کے لیے "عاجز ہوں گے، کافروں کے خلاف طاقتور ہوں گے۔"

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو غیر مسلموں کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنا چاہیے کیونکہ یہ سچے مسلمان اور مومن کی تعریف سے متصادم ہے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق، کوئی فرد اس وقت تک حقیقی مسلمان اور مومن نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ دوسروں اور ان کے سامان کو جسمانی یا زبانی نقصان پہنچانے سے باز نہ آئے خواہ وہ کسی بھی عقیدے پر ہو۔ کافروں کے خلاف سختی سے مراد اسلام کی تعلیمات پر ثابت قدم رہنا ہے جب انہیں دوسروں کی طرف سے جان بوجھ کر یا غیر ارادی طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی دعوت دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف بلایا جانا غیر ارادی طور پر اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کوئی غیر مسلموں یا ان مسلمانوں کے ساتھ قریبی اور مضبوط دوستی اختیار کر لیتا ہے جو اسلام پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل سے ناکام رہتے ہیں۔ نتیجتاً، مسلمانوں کو ان لوگوں کے ساتھ مضبوط اور قریبی تعلقات اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی کوشش نہیں کرتے، اور اس کے بجائے ان کو عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں۔

بجائے اس کے کہ اسلامی تعلیمات میں جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے۔ باب 5 المائدة، آیت 54

مومنوں کے لیے عاجزی کرنے والے، کافروں کے مقابلے میں طاقتور، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔“

اس سے ان کو دماغ اور جسم کی ہم آہنگی حاصل کرنے میں مدد ملے گی اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی کو مؤثر طریقے سے ترجیح دینے میں مدد دے گا۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔

جیسا کہ آیت 54 میں تنبیہ کی گئی ہے، جب کوئی فرد اپنے ساتھیوں سے ہٹ کر ایک منفرد راستہ چنتا ہے، تو یہ دوسروں میں اپنے فیصلوں کے حوالے سے ناواقفیت کے جذبات کو جنم دیتا ہے، خاص طور پر اگر وہ فیصلے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی بجائے ذاتی خواہشات کی طرف جھکاؤ رکھتے ہوں۔ اس کے نتیجے میں، یہ تنقید کا باعث بن سکتا ہے جس کا مقصد ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہتے ہیں، اکثر اپنے خاندان کے افراد کی طرف سے۔ باب 5 المائدہ، آیت 54

مومنوں کے لیے تواضع کرنے والے، کافروں کے مقابلے میں طاقتور، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ”...ہیں۔ اور تنقید کرنے والے کی الزام تراشی سے مت ڈرو

مزید برآں، سماجی عوامل جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر اسلامی اقدار کے پابند افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی وکالت کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کی ان کی خواہشات کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ اسلام کی طرف سے تنقید کی جانے والی صنعتیں، خاص طور پر شراب اور تفریح سے منسلک صنعتیں، اسلامی اصولوں کی قبولیت کو فعال طور پر کمزور کرتی ہیں اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کرتی ہیں۔ یہ سیاق و سباق سوشل میڈیا سمیت مختلف پلیٹ فارمز پر اسلام مخالف بیانیے کے وسیع پیمانے پر پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

جب لوگ اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اعتدال کو فروغ دیتے ہیں اور ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے صحیح استعمال کو فروغ دیتے ہیں، تو وہ لوگ جن کا مقصد صرف اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے، ان میں اسلام اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں منفی تصورات پیدا ہوتے ہیں کیونکہ اسلام انہیں حیوانیت پسند بناتا ہے۔ نتیجتاً، وہ دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کر سکتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر مکمل عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کر سکتے ہیں، اور انہیں بے لگام خواہشات کی زندگی کی طرف راغب کر سکتے ہیں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص پہلوؤں کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے خواتین کے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کے لیے۔ تاہم، گہری مبصرین اپنی تنقیدوں کی سطحی نوعیت کو آسانی سے پہچان سکتے ہیں، جو اسلام کی خود نظم و ضبط پر توجہ دینے کے رد سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ پر حملہ کر سکتے ہیں، لیکن وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت

کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار جیسے پیشوں میں ڈریس کوڈ کے لیے اسی سطح کی جانچ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دوسرے لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل کی کمزوری اور بے بنیاد نوعیت کو ظاہر کرتی ہے۔ درحقیقت اسلام اور مسلمان انہیں جانوروں کی طرح بناتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اسلام پر جس طرح بھی تنقید کرتے ہیں۔

ان حالات میں تنقید کے باوجود اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، یہ جانتے ہوئے کہ ذہنی سکون صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے میں مضمر ہے اور یہ لوگوں کو خوش کرنے میں مضمر نہیں ہے۔ چونکہ لوگ فطرتاً چست ہوتے ہیں اس لیے انہیں خوش کرنا ناممکن ہے۔ درحقیقت، جیسا کہ لوگوں کی خواہشات ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتی ہیں، ایک شخص کو خوش کرنا لازمی طور پر دوسرے کو پریشان کر دیتا ہے۔ لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے لوگوں کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ بدمزہ اور تلخ رہ جائے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کرے گا اور نہ ہی لوگوں کو۔ اور نہ ہی لوگ ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکیں گے اگر وہ لوگوں کی خوشنودی کے لیے اس کی نافرمانی کا انتخاب کریں۔ اس کے برعکس، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا آسان ہے اور ہر وہ چیز جس کا وہ حکم دیتا ہے انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے، جو اس کی خوشنودی کا ارادہ رکھتا ہے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے ذہنی سکون حاصل ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے منفی اثرات سے محفوظ رہے گا، خواہ یہ تحفظ ان پر ظاہر نہ ہو۔ باب 5 المائدة، آیت 54

”...یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے“

جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے عمل کے ساتھ ان کے زبانی اعلان ایمان کی تائید کرتا ہے تو اسے یہ فضل حاصل ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بخوبی واقف ہے جو اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے۔ باب 5 المائدة، آیت 54:

”اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور جاننے والا ہے۔“

باب 5 المائدة، آیت 54

اے ایمان والو تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو پیدا کرے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور جو اس سے محبت کرے گا جو مومنوں کے لیے عاجز ہوں گے کافروں کے مقابلے میں طاقتور ہوں گے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور تنقید کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ ہی سب کچھ عطا کرنے والا ہے۔ جان کر۔

اللہ تعالیٰ کسی کو صحیح ہدایت پر مجبور نہیں کرتا۔ اس کے بجائے، وہ غلط لوگوں سے صحیح راستہ واضح کرتا ہے، لوگوں کو اس زندگی اور اگلے دونوں زندگیوں میں سکون حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے اگر وہ پسند کریں۔ جو لوگ اس بنیادی سچائی کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں وہ مغرور ہو سکتے ہیں، غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا احسان کر رہے ہیں۔ یہ تکبر ان کی اللہ کی حقیقی اطاعت میں رکاوٹ بن سکتا ہے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات اس کے احکام سے متصادم ہوں اور انہیں گمراہ کر دیں۔ اس کے مقابلے میں، جو لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا ایمان اور اطاعت بالآخر ان کی اپنی بھلائی کے لیے ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی پیدا کریں گے، اور مشکلات اور آسانی دونوں میں اپنی اطاعت پر ثابت قدم رہیں گے۔ مشکل وقت میں، وہ صبر کا مظاہرہ کریں گے، اور کامیابی کے لمحات میں، وہ شکریہ ادا کریں گے۔ نیت میں شکرگزاری کا مطلب صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے عمل کرنا ہے، جبکہ تقریر میں شکرگزاری مثبت الفاظ یا خاموشی کے ذریعے ظاہر کی جا سکتی ہے۔ مزید برآں، اعمال میں شکرگزاری میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ صبر کا مطلب یہ ہے کہ قول اور فعل دونوں میں شکایات سے گریز کیا جائے، جب کہ اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کرتے ہوئے اس بات پر بھروسہ رکھنا کہ وہ ہمیشہ ان کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے، چاہے یہ فوری

باب 2 البقرہ، آیت 216 طور پر واضح نہ ہو۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

چنانچہ ایک فرد جو ہر حال میں صحیح اخلاق کے مطابق برتاؤ کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر متزلزل حمایت اور ہمدردی حاصل ہوتی ہے جس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ہوتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 7500 کی حدیث میں موجود ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 54

مومنوں کے لیے عاجزی کرنے والے، کافروں کے خلاف طاقتور، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں ”اور تنقید کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی کوشش کرتا ہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے تو اسے دوسروں کی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بشمول ان کے رشتہ دار اور دوست جو صرف اس دنیا میں اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتے ہیں۔ لیکن جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے اس کی نصرت اور ان لوگوں کی حمایت حاصل کرے گا جو دونوں جہانوں میں امن حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ باب 29 العنکبوت، آیت 9

”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔“

اور باب 5 المائدہ آیت 55

تمہارا حلیف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والوں کے سوا کوئی نہیں۔“

جس کو اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہے وہ بلاشبہ زندگی کے تمام چیلنجوں پر قابو پا لے گا تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکے۔ لیکن جیسا کہ آیت 55 میں اشارہ کیا گیا ہے، اس نتیجہ کو حاصل کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 55

”جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔“

فرض نماز کے قیام کے لیے اس کی تمام شرائط اور آداب کی پابندی ضروری ہے، بشمول بروقت ادا کرنا۔ قرآن پاک ان دعاؤں کی اہمیت پر اللہ تعالیٰ پر ایمان کے کلیدی مظاہرے کے طور پر اکثر زور دیتا ہے۔ مزید برآں، چونکہ فرض نمازوں کا وقفہ پورے دن میں ہوتا ہے، اس لیے وہ یوم قیامت کی مسلسل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں اور اس کے لیے تیاری میں مدد کرتی ہیں، فرض نماز کے ہر حصے کو یوم قیامت سے جوڑ کر۔ نماز کے دوران سیدھا کھڑا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے کھڑا ہوگا۔ باب 83 المطففین، آیات 4-6

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جھکنا ان لوگوں کی یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جنہیں اپنی زمینی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ناکامی پر قیامت کے دن تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 77 المرسلات
آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

یہ تنقید زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے پوری طرح سر تسلیم خم کرنے میں ناکامی کو نمایاں کرتی ہے۔ جب لوگ نماز میں سجدہ کرتے ہیں، تو یہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کی اذان کی یاد دہانی کا کام کرتا ہے۔ تاہم، وہ لوگ جنہوں نے اپنی زمینی زندگی میں اس کے لیے صحیح طریقے سے سر تسلیم خم نہیں کیا، جس کا مطلب زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کی اطاعت کرنا ہے، وہ خود کو قیامت کے دن ایسا کرنے سے قاصر پائیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43:

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز میں گھٹتے ٹیکنا اس بات کی یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے کہ کس طرح کوئی شخص اپنے آخری فیصلے کے بارے میں خوف زدہ ہو کر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹتے ٹیکتا ہے۔
باب 45 الجثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹتے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو لوگ ان باتوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں وہ اپنی نماز کو صحیح طریقے سے ادا کریں گے، جو انہیں نمازوں کے درمیان وقفوں کے دوران خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں مدد دے گی۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

اس فرمانبرداری کا مطلب ہے کہ جو نعمتیں کسی کو حاصل ہوئی ہیں ان کو ان طریقوں سے استعمال کرنا جو اس کو پسند ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

آخر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2618 کی ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ فرض نماز کو ترک کرنا ایمان اور کفر میں فرق ہے۔ جو لوگ یہ نمازیں ادا نہیں کرتے ان کو اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے جانے کی فکر کرنی چاہیے۔ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جسے بڑھنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے اعمال سے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسی غذائیت سے محروم پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا

ایمان بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے صحیح پرورش کے بغیر مرجھا اور فنا ہو سکتا ہے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 55

جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔“

واجب صدقہ کسی شخص کی کل آمدنی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے اور صرف اس وقت دیا جاتا ہے جب ایک مخصوص رقم پہنچ جائے۔ اس عطیہ کا ایک مقصد مسلمانوں کو یہ یاد دلانا ہے کہ ان کی دولت واقعی ان کی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق خرچ کر سکتے تھے۔ اس کے بجائے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے، اور اس کو ان طریقوں سے استعمال کیا جانا چاہیے جو اسے خوش کرتے ہیں۔ ہر نعمت بنیادی طور پر ایک قرض ہے جو اس کے حقیقی مالک اللہ عزوجل کو واپس کرنا ضروری ہے۔ یہ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق اپنی نعمتوں کو استعمال کرنے سے پورا ہوتا ہے۔ جو لوگ اس کو پہچاننے میں ناکام رہتے ہیں اور اس طرح کام کرتے ہیں کہ گویا ان کا مال صرف ان کا ہے، اپنے واجب صدقہ دینے میں کوتاہی کرتے ہیں، ان کو ان لوگوں کی طرح کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا جو دنیاوی قرض کی ادائیگی نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 کی ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ اپنا فرض صدقہ نہیں کرتے ان کو ایک بڑے زہریلے سانپ کا سامنا کرنا پڑے گا جو انہیں قیامت کے دن مسلسل ڈستا رہے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس سے باز رہنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے، قیامت کے دن ان کی گردنوں میں وہ چیز گھیرے گی جس سے انہوں نے روک رکھا تھا۔“

اس دنیا میں وہ جس دولت کو ضرورت کے مطابق عطیہ کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں وہ ان کے تناؤ اور تکلیف کا باعث بن جائے گا کیونکہ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کا دعویٰ ہے۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

باب 5 المائدة، آیت 55

جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔“۔ ”

رکوع سے مراد ہے نیت، قول اور فعل کے ساتھ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے لیے سر تسلیم خم کرنا۔ یہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے پر منتج ہوتا ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ اس سے افراد کو دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کرنے، اپنی زندگی کے اندر چیزوں اور لوگوں کو مؤثر طریقے سے منظم کرنے میں مدد ملے گی، اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے کی اجازت ملے گی۔ یہ بالآخر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ جبکہ جو شخص اسلام کو ایک زرہ کی طرح سمجھتا ہے جسے ان کی خواہشات کے مطابق پہنا اور اتارا جا سکتا ہے، وہ صرف اپنی خواہشات کی عبادت کر رہا ہے، خواہ وہ اس کے باب 25 الفرقان، آیت 43 علاوہ کوئی دعویٰ کرے۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

ان کا طرز عمل لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ دماغ اور جسم کی افراتفری کی حالت حاصل کریں گے اور ان کی ترجیحات اور تعلقات کو غلط طریقے سے خراب کرنے کا سبب بنیں گے۔ یہ بے ترتیبی قیامت کے دن احتساب کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ بنے گی۔ لہذا یہ انہیں دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کی طرف لے جائے گا، چاہے وہ عارضی دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہوں۔

جب کہ جو لوگ تنقید اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ کی صحیح اطاعت کرتے ہیں وہ لازماً دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کائنات کے تمام معاملات کو کنٹرول کرتا ہے بشمول لوگوں کے روحانی دل، ذہنی سکون کا ٹھکانہ، اور اس لیے وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو: باب 53 عن نجم، آیت 43 ذہنی سکون حاصل نہیں اور کس کو نہیں۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

:اور باب 5 المائدہ آیت 56

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کا حلیف ہے، یقیناً اللہ کی جماعت ہے، وہی غالب "ہوں گے۔"

جیسا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی جماعت میں سے نہیں ہو سکتا، جب کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہنے والوں سے دوستی کرتے ہوئے اگلی آیت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والوں سے بچنے کی اہمیت پر زور دیتی ہے، کیونکہ وہ لازماً دانستہ یا غیر ارادی طور پر اپنے ساتھیوں کو ایسی ہی ذہنیت اختیار کرنے کی ترغیب دیں گے۔ یہ تنبیہ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں بھی دی گئی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 57

اے ایمان والو، جن لوگوں نے تمہارے دین کو تمسخر اور تماشا بنا رکھا ہے ان کو ان لوگوں میں ”سے نہ بناؤ جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور نہ کافروں کو اپنا ساتھی بناؤ۔“

لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے روکنے کے لیے، غیر مسلم اسلام کی سخت تنقید اور مذاق اڑاتے تھے۔ یہ رویہ اس زمانے میں اب بھی رائج ہے کیونکہ معاشرے میں اسلام کی موجودگی بہت سی صنعتوں کو خطرے میں ڈال دیتی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو اسلام کی تعلیم کے مطابق اپنی خواہشات پر قابو پانے کے بجائے اپنی خواہشات جیسے کہ تفریحی صنعت کو ختم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جو مسلمان اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں وہ لازمی طور پر ان لوگوں کو جو صرف اپنی دنیاوی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں جانوروں کی طرح ظاہر کر دیتے ہیں جس سے ان کی سماجی شبیہ کو نقصان پہنچتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، یہ لوگ اسلام پر تنقید اور اس کا مذاق اڑائیں گے تاکہ لوگوں کو اس کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے روکا جائے تاکہ وہ ان کے ساتھ ان کے حیوانی طرز زندگی میں شامل ہو جائیں۔ ان صورتوں میں، اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہنا چاہیے، یہ جانتے ہوئے کہ اگر وہ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے کا انتخاب کرتے ہیں تو وہ اپنے اعمال کے نتائج سے نہیں بچ سکتے۔ اس کے بجائے انہیں عمل سے اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنی چاہیے۔ اس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ جیسا کہ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی طور پر ایک متوازن حالت کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھنے کے ذریعے ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے، وہ ان لوگوں کے منفی اثرات سے محفوظ رہیں گے جو ان پر اور اسلام پر تنقید کرتے ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 57

اور اللہ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔“

باب 5 المائدة، آیت 57

اے ایمان والو، جن لوگوں نے تمہارے دین کو تمسخر اور تماشا بنا رکھا ہے ان کو ان لوگوں میں سے نہ بناؤ جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور نہ کافروں کو اپنا ساتھی بناؤ۔

اس کے علاوہ، صحت مند سماجی تعلقات کی پرورش اور گہری دوستی کو فروغ دینے کے درمیان فرق کو سمجھنا بھی بہت ضروری ہے۔ ایک گہری دوستی کسی شخص کو نمایاں طور پر متاثر کر سکتی ہے، جو اکثر اسے اپنے ساتھی سے محبت کی وجہ سے اپنے عقائد پر سمجھوتہ کرنے کی طرف لے جاتی ہے، جبکہ مثبت سماجی تعاملات اس قدر مضبوط اثر نہیں ڈالتے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ حسن اخلاق اور اخلاق کی مثال پیش کریں، لیکن اپنی قریبی اور گہری دوستی ان لوگوں کے لیے محفوظ رکھیں جو انہیں حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیں۔ صرف ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے یہ معاون کردار ادا کر سکتا ہے۔ دوسری طرف، ایک غیر مسلم غیر ارادی طور پر کسی مسلمان کو اللہ کی اطاعت سے دور کر سکتا ہے، یہاں تک کہ بدنیتی کے ارادے کے بغیر۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ غیر مسلم ایک مختلف ضابطہ اخلاق کے تحت کام کرتے ہیں، اور ان کے قبول کردہ طرز عمل اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہو سکتے۔ جو اس اہم فرق کو سمجھتا ہے وہ تمام لوگوں کا احترام کرتے ہوئے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کے حقوق کی ادائیگی کرتا ہے اور ان لوگوں کے ساتھ مضبوط تعلقات رکھتا ہے جو انہیں اپنے اعمال کے نتائج سے ڈرنے کی ترغیب دیتے ہیں تاکہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اس نے اسلامی تعلیمات میں بیان کی ہیں، عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی تائید کریں۔ باب المائدة، آیت 57

اور اللہ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔“

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، فرض نمازوں کو قائم کرنا اسلام کے اندر ایک کلیدی اصول ہے کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے عملی طور پر تیاری کی مستقل یاد دہانی ہے۔ اس لیے یہ مستقل یاد دہانی کسی کو ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ نتیجتاً، جو لوگ مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے روکنا چاہتے ہیں وہ اکثر فرض نمازوں کو نشانہ بناتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو قیامت کے دن ان کے احتساب کو یاد رکھنے سے روکا جاسکے۔ جو شخص قیامت کو یاد نہیں رکھتا وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں اور اس طرح وہ اسلام کے دشمنوں کے جال میں پھنس جائیں گے۔ باب 5 المائدة، آیت 58

اور جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو وہ اس کو تمسخر اور تمسخر اڑاتے ہیں۔“

افسوس کی بات یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اور مسلمان جو اپنے زبانی اعلان اسلام کی حمایت کرنے میں ناکام رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے فوائد کو سمجھتے ہیں، جیسے کہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنا، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طور پر رکھ کر، وہ کسی اور کے سامنے اس کی اطاعت میں جلدی کرتے۔ باب 5 المائدة، آیت 58

“اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ اس کتاب والوں پر تنقید کرتا ہے جن کے مسلمانوں سے شدید حسد اور دنیاوی خواہشات سے ان کی محبت نے انہیں اسلام سے کفر پر مجبور کیا حالانکہ انہوں نے قرآن مجید کو اس طرح پہچان لیا تھا جیسا کہ وہ اس کے مصنف اللہ عزوجل سے واقف تھے اور اگرچہ انہوں نے قرآن پاک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تھا، دونوں کے اندر ان کے درمیان درود و سلام: باب 6 الانعام، آیت 20 کا چرچا تھا۔

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک] جیسا کہ وہ اپنے [اپنے] بیٹوں کو ”...پہچانتے ہیں

:اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو ”جانتے ہیں۔“

:اور باب 5 المائدہ آیت 59

کہہ دو کہ اے اہل کتاب کیا تم ہم سے ناراض ہو مگر اس کے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ”ہم پر نازل ہوا اور جو پہلے نازل ہوا اور تم میں سے اکثر نافرمان ہیں۔

مزید برآں، اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں دونوں نے تسلیم کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقہ الہامی تصانیف کا مطالعہ نہیں کیا تھا، جس کی وجہ سے ان کے لیے قرآن مجید کو: گھڑنا ناقابل فہم تھا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر”
“(یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

،اہل کتاب کو مقدس علم کا حامل سمجھا جاتا تھا، جس نے انہیں معاشرے میں ایک الگ مقام عطا کیا یہاں تک کہ بت پرستوں کی نظروں میں بھی۔ اس کے باوجود اسلام کے عروج کے ساتھ اس معزز حیثیت کو کافی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

حسد کا احساس ہوا کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائی حضرت کتاب کو اہل اسحاق علیہ السلام کی بجائے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، ان کی طرح۔ ان کے عقائد کی جڑیں نسب کی اہمیت میں گہری تھیں، جس کے بارے میں ان کے خیال میں انہیں دوسروں پر برتری حاصل تھی۔ نتیجے کے طور پر، انہوں نے ایک مختلف نسب سے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنے کی جدوجہد کی، کیونکہ اس سے ان کے تعمیر شدہ احساس برتری کو خطرہ تھا۔

میں سے اہل علم نے یہ سمجھا کہ اسلام قبول کرنے کے لیے انہیں اپنی برکات کو خدائی اہل کتاب رہنمائی کے مطابق استعمال کرنے کی ضرورت ہوگی۔ انہیں اس بات کا بھی خدشہ تھا کہ اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں وہ اختیار، عزت، اور سماجی مقام جو انہوں نے اپنی برادری میں بنا رکھا تھا زوال کا شکار ہو جائے گا، جس نے ان کے عقیدے کے انکار کو مزید ہوا دی۔

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، مسلمانوں کے خلاف یہی حسد اور ناراضگی معاشرے میں اس وقت تک پائی جاتی رہے گی جب تک مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہیں گے، جیسا کہ اسلام اپنی خواہشات پر قابو پانے کی اہمیت کا درس دیتا ہے اور اس لیے ان کاروباروں میں خلل ڈالتا ہے جو لوگوں کی دنیاوی خواہشات، جیسے تفریح، فیشن اور سوشل میڈیا پر انحصار کرتے ہیں۔ اس حسد اور ناراضگی کے عالم میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور اس کے دباؤ میں کبھی نہیں ٹوٹنا چاہیے کیونکہ اس سے وہ جانوروں کی طرح برتاؤ کرے گا جن کی زندگی کا واحد مقصد اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل ہے۔ اس سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنی ذہنی اور جسمانی صحت میں خلل محسوس کریں گے، اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ یہ اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے ان کے پاس کوئی بھی مادی مال کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے اس نتیجہ سے متنبہ کیا ہے کہ جنہوں نے ایسا سلوک کیا اور اس کے نتیجے میں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب دیا گیا۔ باب 5 المائدہ، آیت 60

کہو، کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کی طرف سے اس سے بھی بدتر عذاب کیا ہے؟ وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جن پر وہ ناراض ہوا ہے اور ان میں سے بندر اور خنزیر اور باطل پرستوں کا "غلام بنا دیا ہے۔ وہ حالت میں بدتر ہیں اور صحیح راستے سے زیادہ بھٹک رہے ہیں۔

یہ آیت متنبہ کرتی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں وہ اس کی رحمت سے محروم رہیں گے۔ کوئی بھی ذہنی سکون یا حقیقی کامیابی اس وقت حاصل نہیں ہو سکتی جب انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب کوئی امیر اور مشہور لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے کہ وہ بہت سی دنیاوی چیزوں کے مالک ہونے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے باوجود کس طرح دکھی زندگی گزارتے ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 60

کہو، کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کی طرف سے اس سے بھی بدتر عذاب کیا ہے؟ یہ ان لوگوں کا ہے ”
...جن پر اللہ نے لعنت کی ہے“

جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا رہے جیسا کہ اہل کتاب میں سے بعض علماء نے کیا، اپنے پیروکاروں کے کہو جانے کے خوف سے اور دنیاوی چیزوں مثلاً مال و دولت اور قیادت کی خواہش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا۔ یہ الہی غصہ انہیں ان چیزوں سے ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا جو وہ اس کی نافرمانی سے حاصل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، وہ جتنے زیادہ لوگوں کو گمراہ کریں گے، ان کے گناہوں میں اتنا ہی اضافہ ہوگا، یہاں تک کہ ان کی موت کے بعد، جب تک کہ کوئی ان کی بری نصیحت پر عمل کرے۔ جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 60:

کہو، کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کی طرف سے اس سے بھی بدتر عذاب کیا ہے؟ [یہ ان لوگوں کا ہے] ”
...جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جن پر وہ ناراض ہوا ہے۔“

جب کوئی پھر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے گا تو وہ لامحالہ حرص، حسد اور غرور جیسی بری خصلتوں کو اپنا لے گا اور اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی اچھی خصوصیات کو اپنانے میں ناکام رہے گا، جیسے صبر، شکر اور عاجزی۔ نتیجے کے طور پر، وہ انسان سے زیادہ حیوانی بن جائیں گے، چاہے وہ دوسروں کو انسان ہی دکھائی دیں۔ ان کی زندگی کا واحد مقصد اپنی دنیاوی خواہشات کو ہر حال میں پورا کرنا ہوگا۔ اس سے وہ ان نعمتوں کا مزید غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی عدم استحکام کا تجربہ کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہتے ہوئے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ باب 5 المائدة، آیت 60:

کہو، کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کی طرف سے اس سے بھی بدتر عذاب کیا ہے؟ [یہ وہ ہے جن پر] ”اللہ نے لعنت کی اور جن پر وہ ناراض ہوا اور ان میں سے بندر اور خنزیر بنادیا۔“

جو عقل رکھتے ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ انسان فطری طور پر کسی چیز یا کسی کی خدمت کے لیے بنائے گئے ہیں۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی بندگی سے انکار کرتا ہے تو وہ لامحالہ دوسری چیزوں جیسے کہ لوگ، سوشل میڈیا، فیشن، ثقافت اور ان کے مالکان کے تابع ہو جائیں گے۔ متعدد اور غیر منصفانہ آقاؤں کو جگانا صرف تناؤ کا باعث بنتا ہے، کیونکہ ان کی غیر متوقع نوعیت کی وجہ سے ان سب کو مطمئن کرنا ناممکن ہے۔ جس طرح کئی مالکوں کے ساتھ ایک ملازم ہر ایک کی توقعات پر پورا اترنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے، اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی کو مسترد کرتے ہیں، وہ اپنے آپ کو بہت سے آقاؤں کے بوجھ تلے دبے ہوئے پائیں گے اور بالآخر اپنا ذہنی سکون کھو بیٹھیں گے۔ وقت گزرنے کے ساتھ، یہ افراد اداسی، تنہائی، ڈپریشن، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا تجربہ کریں گے، کیونکہ ان کی اپنے دنیاوی آقاؤں کو خوش کرنے کی کوششیں وہ تکمیل لانے میں ناکام رہتی ہیں جس کی وہ تلاش کرتے ہیں۔ یہ بنیادی سچائی ہر کسی پر واضح ہے، چاہے اس کی تعلیم کی سطح کچھ بھی ہو۔ باب 5 المائدہ، آیت 60

کہو، کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کی طرف سے اس سے بھی بدتر عذاب کیا ہے؟ وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جن پر اس نے غضبناک کیا ہے اور ان میں سے بندر اور خنزیر اور باطل پرستوں کا غلام بنا دیا ہے۔“

جو شخص ان مراحل کا تجربہ کرتا ہے وہ ذہنی عوارض سے دوچار زندگی گزارے گا، جیسے کہ ڈپریشن، نشے اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات، چاہے وہ لطف کے لمحات کا تجربہ کرے۔ باب 5 المائدہ، آیت 60

”وہ حالت میں بدتر ہیں اور صحیح راستے سے زیادہ بھٹکتے ہیں۔۔۔“

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان مراحل سے گزرنے سے خبردار کرتا ہے کہ وہ ان منافقین کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کریں جو ایک ہونے کے فائدے حاصل کرنے کے لیے مسلمان ہونے کا ڈھونگ رچاتے ہیں، جیسا کہ غنیمت، اور اپنے بھیس کو مسلمانوں کی جاسوسی کے لیے استعمال کرتے ہیں اور ان کی ترقی کو اندر سے روکتے ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 61

اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، لیکن وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے اور اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔“

ایک مسلمان اس طرح عمل کر سکتا ہے جب اس کے اعمال ایمان کے اس کے بولے ہوئے اعلان کے مطابق نہ ہوں۔ اس زندگی میں، افراد کو ان کی زبانی اثبات کی بنیاد پر مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم بعد کی زندگی میں، اللہ تعالیٰ ہر شخص کا اندازہ اس کی حقیقی باطنی حالت کی بنیاد پر کرے گا، جو دوسروں سے پوشیدہ رہتی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 61

اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا چھپا رہے ہیں۔“

چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اور آخرت میں ان کی جوابدہی کا اقرار کرتا ہے، لیکن اس کے متعلقہ اعمال سے اس کی حمایت کرنے میں ناکام رہتا ہے، اس کے روحانی دل میں حقیقی ایمان کی کمی ہو سکتی ہے۔ اس کے نتیجے میں، وہ اس دنیا میں قانونی طور پر مسلمان ہونے کے باوجود، قیامت کے دن ایک غیر مسلم کے طور پر شمار کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں، جو لوگ اپنے زبانی ایمان کو اعمال میں تبدیل نہیں کرتے ہیں وہ مرنے سے پہلے اپنے ایمان کو کھو دیتے ہیں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے اطاعت کے

عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی سے محروم پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح انسان کا ایمان بھی بغیر اعمالِ صالحہ کے فنا ہو جاتا ہے، جس سے بے پناہ نقصان ہوتا ہے۔

جیسا کہ اگلی آیت میں تنبیہ کی گئی ہے، یہ ضروری ہے کہ اس حقیقت سے گمراہ نہ ہوں کہ اس دنیا میں کسی کو صرف ان کے زبانی اعلانِ ایمان کی بنیاد پر مسلمان سمجھا جاتا ہے، کیونکہ یہ انہیں اللہ کی نافرمانی پر قائم رہنے کی ترغیب دے سکتا ہے اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس حقیقت نے اہل کتاب میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا جو عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکام ہونے کے باوجود خود کو مومن سمجھتے تھے۔ باب 5 المائدة، آیت 62

اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کرتے ہیں، یہ کیسا برا کام کرتے رہے ہیں۔

جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور قیامت کے دن ان کے احتساب پر سچا ایمان نہیں رکھتا وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا تجربہ کریں گے اور انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر ڈالنے کا سبب بنیں گے، آخر کار وہ قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے ناقص رہ جائیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنے گا، خواہ وہ مادی آسائشوں کے مالک ہوں۔ باب 5 المائدة، آیت 62

“...اور تم دیکھتے ہو کہ ان میں سے بہت سے لوگ گناہ میں جلدی کرتے ہیں”

اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہیں گے اور لوگوں پر ظلم کریں گے۔
باب 5 المائدة، آیت 62

”...اور تم دیکھتے ہو کہ ان میں سے بہت سے لوگ گناہ اور جارحیت میں جلدی کرتے ہیں“

قیامت کے دن انصاف کا غلبہ ہوگا کیونکہ ظالموں کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کو دیں اور اگر ضرورت پڑی تو وہ ان کے گناہوں کو برداشت کریں گے جن پر انہوں نے ظلم کیا ہے۔ یہ بالآخر جہنم میں ان کے عذاب کا باعث بن سکتا ہے، صحیح مسلم نمبر 6579 میں پائی جانے والی ایک حدیث میں ایک تنبیہ ہے۔

اس کے علاوہ، چونکہ وہ احتساب سے نہیں ڈرتے، وہ اپنی دنیوی خواہشات کی تکمیل کے لیے حرام کمانے اور استعمال کرنے میں دریغ نہیں کریں گے۔ باب 5 المائدة، آیت 62

اور تم دیکھتے ہو کہ ان میں سے بہت سے لوگ گناہ اور زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کرتے ہیں۔“

یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ غیر قانونی ذرائع سے حاصل کی گئی کوئی بھی دولت یا مادی اثاثہ بالآخر فرد کے لیے بوجھ بن جائے گا۔ اس طرح کے ناجائز منافع کے ساتھ کیے جانے والے تمام نیک اعمال اللہ تعالیٰ رد کر دے گا، جس سے ان کے گناہوں اور عذابوں میں دنیا اور آخرت دونوں میں اضافہ ہو جائے گا، بشرطیکہ وہ سچی توبہ نہ کریں۔ اس لیے کہ اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کو کمانا اور استعمال کرنا ہے جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیتوں پر ہے۔ اگر بنیاد داغدار ہو تو اس سے پیدا ہونے والی ہر چیز بھی داغدار ہو جائے گی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا، چاہے وہ

اعمال کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن اس طرح عمل کرنے والوں کے انجام کا اندازہ لگانے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 62

”کتنا برا کام ہے جو وہ کر رہے ہیں۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ ایک معاشرے کے بزرگ افراد مثلاً علماء کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے میں اپنا فرض ادا کریں کیونکہ جب یہ فرض ادا نہ کیا جائے تو معاشرے میں گمراہی کا ایک بڑا ذریعہ بن جاتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 63

”مذہبی اور علمائے دین انہیں گناہ اور حرام کھانے سے کیوں منع نہیں کرتے؟“

اہل کتاب میں سے بہت سے علماء، جیسا کہ آج کے بہت سے مسلمان علماء نے، نیکی کا حکم نہیں دیا اور برائی سے منع نہیں کیا کیونکہ اس سے ان کے پیروکاروں کی مخالفت ہوگی۔ یہ انہیں ان سے دنیاوی چیزیں حاصل کرنے سے روک دے گا، جیسے کہ دولت اور سماجی حیثیت۔ نتیجے کے طور پر، انہوں نے یا تو اپنے پیروکاروں کے گناہوں کو نظر انداز کر دیا یا جان بوجھ کر الہی تعلیمات کی غلط تشریح کر کے انہیں درست قرار دیا۔ جن لوگوں نے اس طرح کا برتاؤ کیا وہ اپنے پیروکاروں کے گناہوں میں سے ان کے برتاؤ کے نتیجے میں حصہ لیا۔ باب 5 المائدة، آیت 63

”کتنی بری چیز ہے جس پر وہ عمل کر رہے ہیں۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابو داؤد نمبر 4340 میں درج ایک حدیث میں غلط کاموں کی مخالفت کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر قسم کی برائی کے خلاف اپنی استطاعت کے مطابق کھڑا ہو۔ اعتراض کی سب سے بنیادی شکل، جیسا کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے، اپنے دل میں برائی کو رد کرنا ہے۔ یہ اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ خاموشی سے غیر اخلاقی کاموں سے تعزیت کرنا سخت ترین ممنوعات میں سے ایک ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4345 کی ایک اور حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو لوگ کسی برائی کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کے خلاف بات کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے مشابہ ہیں جو غائب تھے۔ اس کے برعکس، وہ لوگ جو وہاں موجود نہیں تھے لیکن غلط کام کی منظوری دیتے تھے ان کا موازنہ ان لوگوں سے کیا جا سکتا ہے جنہوں نے خاموشی سے اسے دیکھا۔

برائی کی مخالفت کے ابتدائی دو طریقے، جیسا کہ بنیادی حدیث میں بیان کیا گیا ہے، ان میں عمل کرنا اور بات کرنا شامل ہے۔ یہ ذمہ داری ان مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے جو اپنے اعمال یا الفاظ کے نتیجے میں نقصان پہنچائے بغیر ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ کسی کے اعمال کے ساتھ غلط کام کی مخالفت کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ جسمانی کشمکش میں پڑ جائیں۔ بلکہ اس کا مطلب ہے دوسروں کے غلط کاموں کی اصلاح کرنا، جیسے کہ ان افراد کے حقوق کو بحال کرنا جو ناحق چھینے گئے ہیں۔ وہ لوگ جو عمل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن غیر فعال رہنے کا انتخاب کرتے ہیں انہیں سنن ابوداؤد نمبر 4338 میں موجود حدیث میں سزا کا سامنا کرنے کی تنبیہ کی گئی ہے۔

مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی کی ایک حدیث نمبر 2191 میں مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ دوسروں کے خوف کے بغیر سچ بولیں۔ درحقیقت، جو لوگ رائے عامہ کے خوف سے انہیں برائی کی مذمت کرنے سے روکتے ہیں، انہیں خود سے نفرت قرار دیا جاتا ہے، اور انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسا کہ سنن ابن ماجہ

نمبر 4008 کی ایک حدیث میں ثابت ہے۔ یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ ان افراد پر لاگو نہیں ہوتا جو ان کی حفاظت کے خوف سے خاموش رہتے ہیں۔ اس کے بجائے، یہ ان لوگوں سے متعلق ہے جو دوسروں کی سمجھی جانے والی حیثیت کی وجہ سے خاموشی کا انتخاب کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ جس غلط کام کا مشاہدہ کرتے ہیں اس کے خلاف بات کرتے وقت کوئی حقیقی خطرہ نہ ہو۔

سنن ابوداؤد کی ایک حدیث نمبر 4341 سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اپنے قول و فعل کے ذریعے غلط کاموں کی مخالفت اس وقت روک سکتے ہیں جب وہ دوسروں کو اپنے لالچ کے سامنے جھکتے ہوئے گمراہ کن عقائد پر قائم رہتے ہوئے، اور دنیاوی لذتوں کو روحانی تکمیل پر ترجیح دیتے ہوئے دیکھیں۔
ظاہر ہے کہ یہ وقت آن پہنچا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 105

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر ہی ذمہ داری ہے، جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں وہ تمہارا کچھ نہیں”
بگاڑ سکیں گے جب کہ تم ہدایت پا چکے ہو۔“

کم از کم، ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے رہیں اور برائی سے روکتے رہیں، کم از کم اپنے زیر کفالت افراد کے حوالے سے، جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں ایک حدیث پر زور دیا گیا ہے۔ مزید برآں، انہیں اس فرض کو ان لوگوں تک پہنچانا چاہیے جن کے ساتھ وہ جسمانی اور زبانی طور پر محفوظ محسوس کرتے ہیں، کیونکہ یہ ایک قابل تعریف ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔

ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذاتی خواہشات کی بجائے اسلامی تعلیمات کے مطابق غلط کاموں کی مخالفت کرے۔ ایک مسلمان غلطی سے یہ سوچ سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کر رہے ہیں، جب ان کے اعمال اسلامی اصولوں کے خلاف ہوں۔ یہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب برائی پر ان کے اعتراضات کو اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔ درحقیقت اس گمراہ کن روش کی وجہ سے جو نیکی نظر آتی ہے وہ گناہ میں بدل سکتی ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ برائی سے نرمی اور ترجیحی طور پر تنہائی میں بات کرے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کی رہنمائی ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے اسلامی علم کی ٹھوس سمجھ اور اطلاق کی ضرورت ہے۔ ان خصوصیات کو مجسم کرنے میں ناکامی دوسروں کو حقیقی توبہ سے دور کر سکتی ہے اور غصے کو بھڑکانے کی وجہ سے مزید گناہوں کا باعث بن سکتی ہے۔ آخر میں، مناسب وقت پر برائی کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ کسی کے غصے کے دوران تعمیری تنقید کرنے سے مثبت نتائج برآمد ہونے کا امکان نہیں ہے۔

معاشرتی برائیوں سے حقیقی حفاظت اور قیامت کے دن معافی صرف انہی کو ملتی ہے جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ باب 7 الاعراف، آیت 164

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ "تو انہوں نے کہا: تمہارے رب کے سامنے بری ہو جاؤ اور شاید کہ وہ اس سے ڈریں۔"

اگر افراد مکمل طور پر اپنے مفادات پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور اپنے اردگرد کے لوگوں کے رویے کو نظر انداز کرتے ہیں، تو یہ ایک حقیقی تشویش ہے کہ دوسروں کے نقصان دہ اعمال بالآخر انہیں گمراہ کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بحث کی جا چکی ہے، اہل کتاب میں سے بہت سے علماء نے اپنے جاہل پیروکاروں اور دوسرے لوگوں کو اس خوف سے اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کی کہ ان کے معاشرے میں ان کی پیروی اور سماجی حیثیت ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ پھر ان پر تنقید کرتا ہے جب انہوں نے مسلمانوں کے خدا کو غریب ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے ایسا کرنے کی کوشش کی کیونکہ وہ مسلمانوں کو قرض دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 64

”اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ جکڑ دیا گیا ہے۔“

:اور باب 2 البقرہ، آیت 245

”کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تو وہ اس کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے اور اللہ ہی ہے جو“
”روکتا ہے اور فراخی کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

لیکن اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہنا ایک احمقانہ بات تھی کیونکہ اس نے لوگوں کو اپنی ذات کے لیے اچھی چیزوں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی اور اس ترغیب کو قرض کے طور پر بیان کیا تاکہ اس عمل کو لوگوں کے لیے زیادہ پسند ہو۔ درحقیقت اہل کتاب میں سے یہ علماء ہی تھے جو لالچ میں مبتلا تھے کیونکہ انہوں نے ان نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرنے سے انکار کر دیا تھا جو انہیں آسمانی تعلیمات میں بیان کی گئی تھیں۔ ان کے اس طرز عمل نے انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے سے محروم کر دیا جس سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو جاتا۔ باب 5 المائدہ، آیت 64:

ان کے ہاتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ان پر لعنت ہے۔“

اللہ تعالیٰ سب سے بڑا کریم ہے جو لوگوں کو بے شمار نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس کی نافرمانی کریں یا نافرمانی کریں۔ باب 5 المائدة، آیت 64

”...بلکہ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں“

اور جو اس الہی صفت پر عمل کرتا ہے، اپنی پیدا کردہ صلاحیتوں کے مطابق ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اللہ عزوجل کی طرف سے اسے مزید نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ صحیح مسلم نمبر 2376 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 64

بلکہ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔“

اور باب 2 البقرہ، آیت 272:

اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ جس طرح اہل کتاب میں سے بعض علماء نے اپنے معاشرے میں اپنی سماجی حیثیت، قیادت اور پیروکاروں کو برقرار رکھنے کے لیے دوسروں کو اسلام

سے گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، گمراہ لوگ اُنندہ بھی اسی طرح کا برتاؤ کرتے رہیں گے۔ باب 5
:المائدة، آیت 64

اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ یقیناً ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا۔“

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، جب کوئی فرد اپنے ساتھیوں سے ہٹ کر کوئی منفرد راستہ چنتا ہے تو یہ اپنے فیصلوں کے حوالے سے دوسروں میں احساس کمتری کو جنم دے سکتا ہے، خاص طور پر اگر ان فیصلوں میں اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے پر ذاتی خواہشات پر زور دیا جائے۔ اس کے نتیجے میں، یہ تنقید کا باعث بن سکتا ہے جس کا مقصد ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہتے ہیں، اکثر اپنے خاندان کے افراد کی طرف سے۔

مزید برآں، سماجی عوامل جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول اکثر اسلامی اقدار کے پابند افراد پر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اسلام کی وکالت کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کی ان کی خواہشات کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ اسلام کی طرف سے تنقید کی جانے والی صنعتیں، خاص طور پر شراب اور تفریح سے منسلک صنعتیں، اسلامی اصولوں کی قبولیت کو فعال طور پر کمزور کرتی ہیں اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کرتی ہیں۔ یہ سیاق و سباق سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت میں اسلام مخالف بیانیے کے وسیع پیمانے پر پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

مزید برآں، جب افراد اسلامی تعلیمات کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو ذاتی خواہشات میں اعتدال کی وکالت کرتی ہیں تاکہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، وہ لوگ جو حد سے زیادہ زندگی گزارتے ہیں۔ اپنی خواہشات کو بغیر کسی روک ٹوک کے اکثر اسلام اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں منفی خیالات رکھتے ہیں، جیسا کہ اسلام انہیں

حیوانیت پسند ظاہر کرتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، وہ دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر عمل کرنے سے حوصلہ شکنی کرتے ہیں، انہیں بے لگام خواہش کے طرز زندگی میں آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص عناصر کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے کہ خواتین کے لباس کوڈ، اس کی کشش کو کم کرنے کے لیے۔ تاہم ذہین مبصرین اپنی تنقیدوں کے سطحی پن کو آسانی سے دیکھ سکتے ہیں، جو اسلام کے خود نظم و ضبط پر زور دینے کے لیے نفرت سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال تعلیم، اور کاروبار جیسے مختلف پیشوں میں دیگر ضروری لباس کے ضابطوں پر اسی طرح کی جانچ نہیں کرتے۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دوسرے لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے ساتھ جوڑ کر، ان کے دلائل کی نزاکت اور بے بنیاد پن کو نمایاں کرتی ہے۔ درحقیقت اسلام اور مسلمان انہیں جانوروں کی طرح بناتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اسلام پر جس طرح بھی تنقید کرتے ہیں۔ یہ حربہ اہل کتاب کی طرف سے اسلام کے خلاف اختیار کیے جانے والے طرز عمل کی عکاسی کرتا ہے۔

جیسا کہ آیت 64 کے اگلے حصے میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں دنیاوی چیزوں مثلاً قیادت اور دولت کے حصول کے لیے دی گئی ہیں، تو یہ لازماً ان کے معاشرے میں انتشار کا باعث بنتا ہے، جس کے نتیجے میں انتشار اور لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 64:

”اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس نتیجہ کو اپنی طرف منسوب کیا کیونکہ کائنات میں اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کوئی چیز رونما نہیں ہوتی۔ لیکن جیسا کہ آیت 64 سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں کے درمیان اس عداوت اور نفرت کا سرچشمہ ان کا اپنا طرز عمل اور رویہ تھا، جب وہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل سے ناکام ہو گئے، کیونکہ اس نے انہیں اللہ تعالیٰ کے حقوق اور خاص طور پر اپنے معاشرے میں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روک دیا۔ جیسا کہ آیت 64

کے آخری حصے میں متنبہ کیا گیا ہے، یہ معاشرے میں ہمیشہ ناانصافی اور تفرقہ کا باعث بنتا ہے۔
باب 5 المائدة، آیت 64

جب بھی انہوں نے [تمہارے خلاف] جنگ کی آگ بھڑکائی، اللہ نے اسے بجھا دیا، اور وہ زمین میں ”فساد برپا کرتے ہیں، اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے دولت اور طاقت جیسی دنیاوی نفع کے حصول کے لیے جان بوجھ کر اہل کتاب کے اعمال کی تقلید کی ہے اور ان کے اسلامی علم جیسی نعمتوں کو جان بوجھ کر غلط استعمال کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں مسلم کمیونٹی میں تفرقہ اور عداوت پیدا ہو گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2376 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ مال و دولت کی خواہش انسان کے ایمان کے لیے اس تباہی سے زیادہ نقصان دہ ہو سکتی ہے جو بکریوں کے ریوڑ پر دو قحط زدہ بھیڑیوں کے حملے سے ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ مادی دولت اور قیادت کی تلاش میں رہتے ہیں وہ اکثر ان کے حصول کے لیے اپنے عقائد سے سمجھوتہ کرتے ہیں۔ دولت اور اثر و رسوخ کے انتھک جستجو میں، وہ ان چیزوں کو حاصل کرنے اور برقرار رکھتے ہوئے، خاص طور پر عصری معاشرے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے۔ ایسی چیزوں کی خواہش جتنی زیادہ ہو گی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کے امکانات اتنے ہی زیادہ ہوں گے۔ تاریخی ریکارڈ اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ افراد نے اقتدار اور دولت حاصل کرنے کے لیے کیے گئے انتہائی اقدامات بشمول بے گناہوں کا ناحق قتل۔ اس کے بجائے ایک مسلمان کو ایک حلال آمدنی حاصل کرنے پر توجہ دینی چاہیے جو ان کی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرے۔ اگر وہ قیادت کا عہدہ حاصل کرتے ہیں تو انہیں اپنے فرائض کو اس طریقے سے انجام دینا چاہیے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ یہ دنیا اور آخرت میں اپنے اور دوسروں کے لیے سکون کا باعث بنے۔ اس کے برعکس، تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ دولت اور طاقت کا بے دریغ استعمال لامحالہ فرد کے لیے تناؤ، چیلنجز اور رکاوٹوں کا باعث بنتا ہے چاہے یہ نتائج فوری طور پر ان پر یا ان کے آس پاس کے لوگوں پر ظاہر نہ ہوں۔ اس زندگی میں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال ان کی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں خلل ڈالے گا اور ان کی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائے گا، اور آخر کار قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ بنے گا۔ اس رویے کے نتیجے میں اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ، مشکلات اور مشکلات پیدا ہوں گی، چاہے وہ کسی بھی مادی فوائد کا تجربہ کر سکیں۔ قیامت کے دن سچا انصاف ملے گا۔ ظالم کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا اور ان کے اعمال کا حساب ان

کے شکار کو دینا پڑے گا اور اگر ضرورت پڑی تو وہ انصاف کے حصول تک اپنے مظلوم کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا۔ اس سے ظالم کو قیامت کے دن جہنم میں سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پابندی کرے۔ اس اہم تنبیہ کو صحیح مسلم نمبر 6579 کی ایک حدیث میں نمایاں کیا گیا ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 64

جب بھی انہوں نے [تمہارے خلاف] جنگ کی آگ بھڑکائی، اللہ نے اسے بجھا دیا، اور وہ زمین میں ”فساد برپا کرتے ہیں، اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو الہی تحفظ فراہم کرتا ہے جب وہ معاشرے میں فساد پھیلانے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرتے ہیں، اعمال کے ساتھ، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی یقینی ہو گی۔ باب 3 علی عمران، آیت 139

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

اگر مسلمانوں کے خلاف تشدد کو اللہ تعالیٰ نے نہیں بجھا دیا تو اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے سچے عقیدے کی شرط پوری نہیں کی۔ لہذا مسلمانوں کو اپنے ایمان کا اندازہ لگا کر یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ آیا وہ اپنے عقیدے کی زبانی حمایت کر رہے ہیں یا نہیں، کیونکہ مسلم قوم کی موجودہ حالت اس وقت تک نہیں بدلے گی جب تک کہ وہ اپنے طرز عمل کو تبدیل نہیں کرتے۔ باب 13 الرعد، آیت 11

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے اندر کی حالت نہ بدلیں۔“

اس حقیقت کی طرف زیر بحث اہم آیات میں بھی اشارہ کیا گیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کی اطاعت میں کمی کو اس طرح مسلم قوم کو تنبیہ کی ہے کہ وہ ان کے نقش قدم پر نہ چلیں۔ باب 5 المائدہ، آیات 65-66

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور اللہ سے ڈرتے تو ہم ان سے ان کی برائیاں دور کر دیتے اور انہیں نعمتوں کے باغوں میں داخل کر دیتے، اور اگر وہ تورات، انجیل اور جو کچھ ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، پر قائم رہتے تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھا لیتے۔

دنیاوی رزق کے حصول کا حتمی مقصد خواہ کسی کا عقیدہ ہو، ذہنی سکون حاصل کرنا ہے۔ اس کے علاوہ، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہر شخص کا رزق ان کے لیے مختص کیا تھا، جس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے بھی ہوئی ہے، جو لوگ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، وہ ان کے لیے دنیاوی رزق ان کی تمام تر ضروریات اور سکون کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا دنیاوی رزق کو ان کے لیے تنگی اور پریشانی کا باعث پاتا ہے اور اس سے ان کی حرص کبھی پوری نہیں ہوتی۔ یہ نتیجہ ناگزیر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کائنات کے تمام معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول لوگوں کے روحانی دل، ذہنی سکون کا گھر۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اس لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں میں ان لوگوں کے لیے ذہنی سکون کی ضمانت دی ہے جو اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں۔ یہ نقطہ نظر دماغی اور جسمانی حالتوں کے درمیان ایک ہم آہنگ توازن کو فروغ دیتا ہے اور انہیں اپنی زندگی کے اندر چیزوں اور لوگوں کو صحیح طریقے سے ترجیح دینے کا سبب بنتا ہے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ طرز عمل دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کی ترغیب دیتا ہے۔

ہمیشہ کی طرح، اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن پاک میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ تمام اہل کتاب اس کی نافرمانی پر قائم نہیں رہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 66

"ان میں ایک معتدل طبقہ ہے، لیکن ان میں سے بہت سے ہیں - جو وہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔..."

یہ کچھ افراد کے رویے کی بنیاد پر پورے گروپ کے بارے میں قیاس آرائیوں سے پرہیز کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے، کیونکہ اس طرح کے فیصلوں کے نتیجے میں نقصان دہ امتیازی سلوک ہو سکتا ہے، بشمول نسل پرستی۔

جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے کتابی لوگوں کے نقش قدم پر چلنے سے بچنا چاہیے اور اس کے بجائے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا چاہیے، جو مخالفتوں سے بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے رہے، جس کا ایک پہلو اسلام کی تعلیمات کو دنیا تک پہنچانا تھا۔ باب 5 المائدہ، آیت 67

اے رسولؐ، آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے، اس کا اعلان کر دیں، اور”
 “اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت، جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کو دنیا تک پہنچانے کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو جاری رکھیں گے۔ مزید برآں، اسلام کی صحیح نمائندگی کرنے میں اسلامی تعلیمات کے اندر زیر بحث مثبت خصوصیات کو اپنانا بھی شامل ہے، جیسے صبر، انصاف اور سخاوت اور اس میں مذکور منفی خصوصیات جیسے غرور، حسد اور بے صبری سے بچنا۔ اسلام کی صحیح نمائندگی ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جس طرح ایک سفیر کو اپنے بادشاہ کے بارے میں غلط بیانی کرنے پر سزا دی جائے گی، اسی طرح باہر کی دنیا میں اسلام کو غلط طریقے سے پیش کرنے والے مسلمان کو بھی سزا ملے گی۔ جب تک کوئی شخص صحیح طور پر اسلام کی نمائندگی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں معاشرے کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گا، جیسے کہ انہیں ذہنی سکون فراہم کرنا۔ باب 5 المائدة، آیت 67

اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔“۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تحفظ کی یہ شکل ہمیشہ لوگوں کی ذاتی خواہشات اور خواہشات سے میل نہیں کھاتی۔ اس کے بجائے، اس کی رہنمائی اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم اور حکمت سے ہوتی ہے۔ نتیجتاً، یہ کامیابی ہر شخص کے لیے بہترین لمحے پر ظاہر ہوتی ہے اور اس طریقے سے جو ان کی بہترین خدمت کرتی ہے، چاہے یہ ابھی واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ”
 “تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو مستقل طور پر برقرار رکھنا ضروری ہے، یہ سمجھنا کہ یہ عزم دنیا اور آخرت دونوں میں سکون اور کامیابی کا باعث بنے گا، چاہے یہ ان پر ظاہر ہے یا نہیں۔ اس فرمانبرداری کے لیے ان نعمتوں کے صحیح استعمال کی ضرورت ہے، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے رہنمائی ملتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو چھوڑنے کا انتخاب کرے اور اس پر ایمان کے ان کے زبانی اعلان کو عمل سے نہ سہی، تو وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف رہنمائی نہیں کرے گا۔ اس کے بجائے، وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا تجربہ کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ مادی آسائشیں: باب 5 المائدہ، آیت 67 ہی کیوں نہ ہوں۔

”بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

جیسا کہ اس آیت میں تنبیہ کی گئی ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکام رہتا ہے، وہ اپنے ایمان سے محروم ہونے کے شدید خطرے میں ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے توجہ

اور پرورش کی ضرورت ہے۔ جس طرح ایک پودا سورج کی روشنی جیسے اہم وسائل کے بغیر مرجھا جاتا ہے اور مر جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی کمزور اور مر سکتا ہے اگر فرمانبردارانہ اعمال کی تائید نہ ہو۔ اس حقیقت کی بازگشت اگلی آیت میں دی گئی ہے جہاں اللہ تعالیٰ اہل کتاب کو متنبہ کرتا ہے اور مسلم کمیونٹی کو بھی کہ ان کے زبانی اعلان ایمان کی کوئی اہمیت نہیں جب تک کہ وہ: آسمانی تعلیمات پر عمل نہ کریں۔ باب 5 المائدة، آیت 68

کہہ دو کہ اے اہل کتاب، تم اس وقت تک کسی چیز پر قائم نہیں ہو جب تک کہ تورات، انجیل اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، کو قائم نہ رکھو۔“

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، جیسا کہ آسمانی تعلیمات پر عمل کرنا اکثر لوگوں کی خواہشات کے خلاف ہوتا ہے، اس لیے وہ اس کی تعلیمات کو نظر انداز کر دیں گے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیں گے، کیونکہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات، جیسے قیادت اور دولت کا حصول، اس وقت تک پورا نہیں کر سکتے جب تک کہ دوسرے اسلامی ضابطہ حیات کی بجائے ان کے طرز زندگی پر عمل نہ کریں۔ وہ شعبے جن پر اسلام تنقید کرتا ہے، جیسے کہ شراب اور تفریح سے منسلک، اسلامی اقدار کی قبولیت کو کمزور کرنے اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر قائم رہنے سے روکنے کے لیے کام کرتے ہیں۔ یہ سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت میں پائے جانے والے اسلام مخالف پروپیگنڈے کے وسیع پیمانے پر پھیلنے کی ایک بڑی وجہ ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 68

اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ یقیناً ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا۔“

جب کوئی اپنے ساتھیوں سے مختلف راستہ اختیار کرتا ہے، تو یہ دوسروں میں ان کے اپنے انتخاب کے بارے میں غیر یقینی کے جذبات کو جنم دے سکتا ہے، خاص طور پر اگر وہ انتخاب اللہ تعالیٰ کی

رہنمائی کے بجائے ذاتی مقاصد کے ساتھ زیادہ موافق ہوں۔ اس صورت حال کے نتیجے میں ان لوگوں پر تنقید کی جا سکتی ہے جو اپنے عقائد پر قائم ہیں، اکثر ان کے اپنے خاندان سے آتے ہیں۔

مزید برآں، جب لوگ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں جو ذاتی خواہشات میں اعتدال کو فروغ دیتے ہیں، تو وہ لوگ جو صرف اپنی دنیاوی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اکثر اسلام اور اس کے پیروکاروں کو منفی طور پر دیکھتے ہیں کیونکہ یہ انہیں حیوانیت کی شکل میں ظاہر کرتا ہے۔ نتیجتاً، وہ اکثر دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں، انہیں عیش و عشرت کی زندگی کی طرف راغب کرتے ہیں۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص پہلوؤں کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے خواتین کے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کے لیے۔ تاہم، ادراک رکھنے والے افراد ان تنقیدوں کی سطحی نوعیت کو آسانی سے پہچان سکتے ہیں، جو اسلام کی خود نظم و ضبط پر توجہ دینے کے رد سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ پر حملہ کر سکتے ہیں، لیکن وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار جیسے پیشوں میں ڈریس کوڈ کے لیے اسی سطح کی جانچ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دوسرے لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل کی کمزوری اور بے بنیاد نوعیت کو ظاہر کرتی ہے۔ درحقیقت اسلام اور مسلمان انہیں جانوروں کی طرح بناتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اسلام پر جس طرح بھی تنقید کرتے ہیں۔ یہ حکمت عملی اسی طرح بنی اسرائیل اور ان کی اولاد یعنی اہل کتاب نے اسلام کے خلاف استعمال کی۔

جیسا کہ ہر شخص کو اپنی زندگی کا راستہ خود طے کرنا ہوتا ہے، ایک مسلمان جو صحیح طریقے سے برتاؤ کرتا ہے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اصرار کرنے والوں پر غم نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اسلام لوگوں پر صحیح رہنمائی کرنے پر مجبور نہیں کرتا، کیونکہ یہ اس دنیا میں زندگی کے امتحان کو ٹال دے گا۔ باب 5 المائدة، آیت 68

”پس تم کافر لوگوں پر غم نہ کرو۔“

اس کے بجائے، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی کوششوں کو خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مرکوز رکھے، اور دوسروں کو بھی تنقید اور چیلنجوں کا سامنا کرتے ہوئے ایسا کرنے کی ترغیب دے۔ اس فرمانبرداری میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اپنی ذہنی اور جسمانی حالتوں کے درمیان ہم آہنگ توازن قائم کرنے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کی تیاری کرتے ہوئے اپنی زندگی اور رشتوں کی احتیاط سے ترتیب دے کر ذہنی سکون حاصل کر سکیں گے۔ اس لیے یہ انہیں اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون کی طرف لے جائے گا۔ باب 5 المائدة، آیت 69:

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی یا صابی یا عیسائی تھے وہ لوگ جو اللہ اور یوم آخرت” پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے اعمال کو ان کے بولے ہوئے عقیدے کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے۔ ایک سچا مومن اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کرتا ہے اور ایک بندے کے طور پر ان کے کردار کو قبول کرتا ہے۔ ایسا بندہ ذاتی تسکین کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی دوسروں سے اس کی ضروریات پوری کرنے کی توقع رکھتا ہے۔ اس کے بجائے، وہ اپنے مالک کی خوشنودی اور فرمانبرداری کو ترجیح دیتے ہیں، بشمول مندرجہ ذیل رجحانات، خواہشات، یا سماجی اثرات۔ ان کا واحد مقصد اپنے مالک کو راضی کرنا ہے۔ مزید برآں، ایک بندہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ان کی ہر چیز بشمول ان کی زندگی، ان کے خالق، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔ نتیجتاً، وہ اپنی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنے کے لیے بے چین ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، جیسا کہ قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک سچے بندے کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے حقیقی سکون حاصل نہیں ہو سکتا، جو لوگوں کے دلوں سمیت سب پر حکومت کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر۔ لہذا، وہ اپنی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات : النحل، آیت 1697 میں سکھایا گیا ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں امن کا واحد راستہ ہے۔ باب

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جتنا کوئی اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے، اللہ پر اس کا ایمان اتنا ہی گہرا ہوتا جاتا ہے۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے کو قیامت کے دن ان کے اعمال کی جوابدہی کا یقین دلایا جاتا ہے۔ یہ احساس انہیں عملی طور پر اس کے لیے تیاری کر کے اپنے عقیدے کو مجسم کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ اپنی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا جو اللہ کو پسند ہوں، اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں۔ باب 5 المائدة، آیت 69

جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ”وہ غمگین ہوں گے۔“

لہذا جو شخص زبانی طور پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے لیکن عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتا ہے اور اس طرح روز قیامت کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے میں ناکام رہتا ہے تو اسے اپنے ایمان کا از سر نو جائزہ لینا چاہیے کیونکہ ان کے اچھے اعمال کا فقدان ان کے اللہ تعالیٰ اور یوم الہی پر ایمان کی کمی کی دلیل ہے۔

قرآن مجید کی تعلیمات کے مطالعہ اور ان پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے نمایاں کردہ کائنات میں موجود نشانیوں کو پہچان کر اللہ، برگزیدہ اور یوم آخرت پر ایمان کو گہرا کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، کائنات میں متعدد ہم آہنگ نظاموں کا مشاہدہ کرنا، جیسے سورج کا زمین سے مثالی فاصلہ، پانی کا چکر، اور سمندر کی کثافت جو کہ نیویگیشن اور سمندری زندگی دونوں کو سہارا دیتی ہے، ایک خالق کے کام کو ظاہر کرتا ہے۔ ایسے پیچیدہ نظام محض موقع سے پیدا نہیں ہو سکتے۔ مزید برآں، متعدد خداؤں کا وجود خرابی کا باعث بنے

گا، کیونکہ ہر ایک کی کائنات کے لیے متضاد خواہشات ہوں گی۔ ظاہری طور پر ایسا نہیں ہے، جو کہ باب 21 الانبیاء، آیت 22 ایک خدا، اللہ تعالیٰ کے وجود کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

اس کے علاوہ، اللہ تعالیٰ بنجر زمین کو زندہ کرنے کے لیے بارش کا استعمال کرتا ہے اور مردہ بیجوں کو زندہ کرتا ہے، جس طرح وہ زمین میں دبے انسانوں کو زندہ کرے گا۔ بدلتے موسم اس قیامت کی عکاسی کرتے ہیں۔ درخت سردیوں میں اپنے پتے کھو دیتے ہیں، مردہ دکھائی دیتے ہیں، لیکن موسم بہار میں دوبارہ پھل پھولتے ہیں۔ اسی طرح نیند موت سے مشابہت رکھتی ہے جیسا کہ حواس غیر فعال ہیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ روح کو سونے والوں کی طرف لوٹاتا ہے، انہیں ایک بار پھر زندگی عطا کرتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحوں ان کی "نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحوں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

کائنات قیامت کے قریب آنے کی بہت سی نشانیاں دکھاتی ہے۔ آسمانوں اور زمین کے ہم آہنگ نظاموں کا مشاہدہ ایک اہم عدم توازن کو ظاہر کرتا ہے: انسانی اعمال۔ نیک اعمال اکثر اس زندگی میں بے اجر ہو جاتے ہیں، جبکہ ظالم پوری سزا سے بچ سکتے ہیں، یہاں تک کہ دنیاوی حکام سے بھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خالق، اللہ، جس نے کائنات میں توازن قائم کیا ہے، بالآخر انسانی اعمال کے عدم توازن کو درست کر دے گا۔ ایسا ہونے کے لیے، انسانی اعمال کو روکنا چاہیے، قیامت کے دن کو نشان زد کرتے ہوئے جب تمام اعمال کا جائزہ لیا جائے گا اور ہمیشہ کے لیے متوازن ہو جائے گا۔

یہ مثالیں واضح طور پر انسانی قیامت کے امکانات اور قیامت کے دن اس کی ضرورت کو ظاہر کرتی ہیں۔

باب 5 المائدة، آیت 69

جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ”وہ غمگین ہوں گے۔“

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی شخص کو اس دنیا میں مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ اس سے اس دنیا میں زندگی کے مقصد سے انحراف ہوگا۔ اس کے بجائے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اسے زندگی کے چیلنجوں اور آزمائشوں پر قابو پانے کی ذہنی قوت عطا کی جائے گی تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کریں جنہوں نے زبانی طور پر اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کا دعویٰ کیا تھا لیکن جان بوجھ کر یہ انتخاب کیا تھا کہ کب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی ہے اور کب اس کی نافرمانی کرنا ہے اپنی دنیاوی خواہشات کی بنا پر۔ باب 5 المائدة، آیت 70

ہم نے بنی اسرائیل سے پہلے ہی عہد لے رکھا تھا اور ان کی طرف رسول بھیجے تھے، جب بھی ان کے پاس کوئی ایسا رسول آیا جس کی خواہش ان کے دل میں نہ تھی تو ایک جماعت کو انہوں نے جھٹلایا اور دوسری جماعت کو قتل کیا۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسلام کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے سے گریز کریں جیسا کہ کسی کی خواہش کے مطابق پہنا یا اتارا جا سکتا ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ صرف اپنی خواہشات کی پرستش: باب 25 الفرقان، آیت 43 کرتا ہے خواہ وہ اس کے علاوہ دعویٰ کرے۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس پر ہر صورت میں عمل کرنا ضروری ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر زبانی طور پر ایمان کا اعلان کرنا ہی دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل کرنے کے لیے کافی ہے، ورنہ: وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے۔ باب 5 المائدہ، آیت 71

”...اور انہوں نے سوچا کہ کوئی [نتیجہ] سزا نہیں ہوگی، لہذا وہ اندھے اور بہرے ہو گئے“

یہ رویہ ایک بڑی وجہ ہے کہ جو مسلمان بنیادی فرائض کی ادائیگی کرتے ہیں وہ اب بھی ذہنی سکون حاصل نہیں کر پاتے کیونکہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنی ذہنی اور جسمانی حالتوں میں خرابی کا سامنا کرتے ہیں اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہیں جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری میں ناکام رہتے ہیں۔ یہ انہیں دونوں

جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کی طرف لے جائے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسودگی سے لطف اندوز ہوں۔

لیکن ہمیشہ کی طرح توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے، جب تک کوئی زندہ ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 71:

”پھر اللہ نے ان کی طرف توبہ قبول فرمائی۔“

سچے پچھتاوے میں ندامت کا سامنا کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ یہ مزید پیچیدگیوں کا باعث نہ بنے۔ یہ ضروری ہے کہ سچے دل سے عہد کیا جائے کہ وہ ایک جیسی یا اس سے ملتی جلتی غلطیوں کو نہیں دہرائیں گے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے خلاف سرزد ہونے والی غلطیوں کی تلافی کریں گے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وفاداری کے ساتھ اطاعت کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہنے سے بچنا چاہیے، جب کہ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرچکے ہیں، کیونکہ یہ صرف اس کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کے سلسلے میں خواہش مندانہ سوچ اپنائیں گے۔ باب 5 المائدہ، آیت 71

”...پھر [دوبارہ] ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے...”

خواہش مند سوچ سے مراد اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو نظر انداز کرنا ہے، جبکہ اس کی رحمت اور بخشش کی دنیا اور آخرت میں بھی امید ہے۔ یہ رویہ اسلام میں بے معنی ہے۔ اس کے برعکس، حقیقی امید میں شامل ہے فعال طور پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی

تعلیمات کے مطابق استعمال کرنا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ساتھ اپنے رویے کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا۔ صرف اسی طریقے سے انسان دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی حقیقی تمنا کر سکتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2459 کی ایک حدیث میں اس فرق پر زور دیا گیا ہے۔ اس فرق کو سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں مستند امید رکھنا بہت ضروری ہے، خواہش مندانہ سوچ سے اجتناب کرنا، جس سے اس زندگی یا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایک شخص اپنے آپ کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف بنا سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش سے حقیقی امید رکھتا ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ لہذا ان سے دونوں جہانوں میں ہر نیت، قول اور فعل کا جوابدہ ہو گا۔ باب 5 المائدة، آیت 71

”اور اللہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔“

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ
الْمَسِيحُ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ
حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ
وَاحِدٌ وَإِن لَّمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾

أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٤﴾
مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ
صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ بُيِّنَ لَهُمُ
الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ
هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَا تَغْلُواْ فِي دِينِكُمْ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُواْ
أَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّواْ مِن قَبْلُ وَأَضَلُّواْ كَثِيرًا وَضَلُّواْ عَن سَوَآءِ
ٱلسَّبِيلِ ﴿٧٧﴾

لُعِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ
مَرْيَمَ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْاْ وَكَانُواْ يَعْتَدُونَ ﴿٧٨﴾

كَانُواْ لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُواْ
يَفْعَلُونَ ﴿٧٩﴾

تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لِبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ
لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي ٱلْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿٨٠﴾

وَلَوْ كَانُواْ يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُواْهُمْ
أَوْلِيَآءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿٨١﴾

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا
 وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا
 نَصْرِي ذَلِكَ يَأْتِيهِمْ مِنْهُمْ قَسِيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا
 يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا
 مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ
 الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾

فَأَثَبَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ
 جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٨٦﴾

وہ لوگ یقیناً کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہے جبکہ مسیح نے کہا ہے کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔

انہوں نے یقیناً کافر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔ اور ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اگر وہ اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔

تو کیا وہ اللہ سے توبہ اور استغفار نہیں کریں گے؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مسیح ابن مریم نہیں تھا مگر ایک رسول۔ اس سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔ اور اس کی ماں حق کی حامی تھی۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم ان کے لیے کیسے نشانیاں بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھو وہ کس طرح بہک رہے ہیں۔

کہو کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لیے کسی نقصان اور نفع کا اختیار نہیں رکھتا حالانکہ اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے؟

کہہ دو کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں حق پر حد سے تجاوز نہ کرو اور ایسی قوم کے میلان کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور راہ کی درستگی سے بھٹک گئے۔

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔

وہ ایک دوسرے کو غلط کام کرنے سے نہیں روکتے تھے۔ کتنا برا تھا جو وہ کر رہے تھے۔

تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو جو کافروں کے ساتھی بنتے ہیں۔ کتنی بری بات ہے جو انہوں نے اپنے لیے پیش کی ہے کہ اللہ ان سے ناراض ہو گیا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور اگر وہ اللہ پر اور رسول پر اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے تو ان کو حلیف نہ بناتے۔ لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

یقیناً آپ لوگوں میں سب سے زیادہ دشمنی میں ان لوگوں کو پائیں گے جو مومنوں سے ہیں اور ان لوگوں کو جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ اور تم مومنوں کے ساتھ محبت میں ان میں سب سے قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں پادری اور راہب ہیں اور اس لیے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول پر نازل کیا گیا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھیں اس وجہ سے آنسوؤں سے بہہ جاتی ہیں کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے تو ہمیں گواہوں میں شامل کر لے۔

اور ہم اللہ پر ایمان کیوں نہ لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے؟ اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا رب "ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ [جنت میں] داخل کرے گا۔"

تو اللہ نے ان کو ان کے کہنے کے بدلے میں ایسے باغات [جنت میں] دیئے جن کے نیچے نہریں
بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ نیکی کرنے والوں کا بدلہ ہے۔
لیکن جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری نشانیاں کو جھٹلایا وہ جہنم کے ساتھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ پچھلی آیات میں اہل کتاب کے بارے میں بحث کرنے کے بعد اہل کتاب کی ایک مخصوص شاخ یعنی عیسائیوں اور ان کے عجیب و غریب اور بے بنیاد عقائد کا ذکر کرتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 72:

”بلاشبہ وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔“

جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سلسلہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ تھے، ان کا مشن بھی: باب 5 المائدة، آیت 72 وہی تھا جو ہر دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے، جبکہ مسیح نے کہا ہے کہ اے ”بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔“

درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا اعلان کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی بندگی کی وکالت کی۔ باب 19 مریم، آیات 29-30:

تو اس نے اس کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے کہا، ”ہم اس سے کیسے بات کریں جو ایک بچہ ہے؟“
”اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔“

اگر عیسائی واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی سچی عبادت کرتے ہوئے آپ کے نقش قدم پر چلتے۔ اس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو الہی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت اختیار کر کے ذہنی سکون حاصل کر پاتے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے جگہ دیتے۔ لیکن چونکہ عیسائی صرف اپنی دنیاوی خواہشات کی پیروی کرنا چاہتے تھے انہوں نے ایک ایسا مذہب گھڑ لیا جس کے تحت ان کی دونوں جہانوں میں نجات کی ضمانت دی گئی، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ ہمیشہ اپنی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں عدم توازن کا شکار رہیں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ جیسا کہ آیت 72 میں متنبہ کیا گیا ہے، یہ دونوں جہانوں میں صرف مصیبت، پریشانی اور تناؤ کا باعث بنے: باب 5 المائدة، آیت 72 گا۔

بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ”بے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔“

اس آیت کا آخری حصہ عیسائیوں کی اس خواہش مندانہ سوچ کو ختم کرتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جب تک وہ عیسائیت پر ایمان رکھتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں قیامت کے دن بچا لیں گے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں۔ درحقیقت انہوں نے خواہش مندانہ سوچ اختیار کی نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید۔ خواہش مندانہ سوچ دنیا اور آخرت میں اس کی رحمت اور بخشش کی امید رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو نظر انداز کرنے کا عمل ہے جس کی اسلام میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں حقیقی امید کی جڑیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت میں ہے، ان نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ساتھ اپنے طرز عمل کو بہتر بنانے کے بعد دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی مخلصانہ توقع ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود ایک حدیث میں نمایاں کیا گیا ہے۔ اس فرق کو پہچاننا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں حقیقی امید پیدا کرنا بہت ضروری ہے، جو خواہش مندانہ سوچ، باب 5 المائدة سے پرہیز کرتا ہے، کیونکہ اس سے اس کی زندگی یا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ آیت 72

اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایسا ہی رویہ اختیار کیا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ انہیں قیامت کے دن بچا لے گا۔ اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ایک حقیقت ہے اور بہت سی اسلامی تعلیمات میں اس پر بحث کی گئی ہے جیسے سنن ابن ماجہ، نمبر 4308 میں موجود حدیث، اس کے باوجود کچھ مسلمان جہنم میں جائیں گے۔ چونکہ جہنم میں ایک لمحہ ناقابل برداشت ہے، اس لیے اس رویہ سے بچنا چاہیے۔ مزید برآں خواہش مندانہ سوچ کو اپنانا صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا مذاق اڑانا ہے۔ ان کے رویے کے نتیجے میں وہ اس کی شفاعت سے بھی محروم رہ سکتے ہیں۔ درحقیقت وہ قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی بھی دے سکتا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں: باب 25 الفرقان، آیت 30 کے خلاف گواہی دیں گے۔

"اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

یہ آیت مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ وہ واحد گروہ ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو قبول کیا، جب کہ غیر مسلموں نے اسے کبھی قبول نہیں کیا اور اس لیے اسے ترک نہیں کر سکتے۔ یہ واضح ہے کہ قیامت کے دن جس مسلمان کے خلاف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بات کریں گے اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔

لہذا ضروری ہے کہ خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سچی امید لگائی جائے، ایمانداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے، اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے۔

باب 5 المائدة، آیت 72

بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفر کو معاف نہیں کرے گا کیونکہ یہ زمین پر زندگی کے بنیادی مقصد سے متصادم ہوگا۔ باب 67 الملک، آیت 2

"...[وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے]

اگر ہر طالب علم اپنی کارکردگی سے قطع نظر پاسنگ گریڈ حاصل کرتا ہے، تو امتحان اپنا مقصد کھو دے گا۔ امتحان کا بنیادی مقصد ان لوگوں کے درمیان فرق کرنا ہے جو پاس کرنے کے مستحق ہیں اور جو نہیں پاس کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنین کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیتا ہے تو اس سے دونوں کے درمیان ایک غیر منصفانہ مساوات پیدا ہو جائے گی جو کہ عدل و انصاف کے جوہر سے متصادم ہے۔ باب 45 الجنہ، آیت 21

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

جب کہ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان ہے، اس کی شفقت اس کے عدل و انصاف پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتی، کیونکہ اس کے نتیجے میں ناقابل قبول طرز عمل ہو گا، جس سے وہ بالکل آزاد ہے۔ اس دنیا میں ایک جج کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا اور برطرف کیا جائے گا اگر وہ بغیر کسی نتائج کے نفاذ کے ہر مجرم کو معاف کر دیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح کے کاموں کی توقع رکھنا غیر منطقی ہے جو کہ سب سے بڑا منصف ہے۔

زندگی میں کامیابی کے لیے عام طور پر اہم کوشش اور عزم کی ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ ڈاکٹر، بننے کا راستہ۔ چونکہ جنت میں داخل ہونا زمین پر کسی بھی کامیابی کے مقابلے میں بہت بڑا کام ہے اس کے لیے ایک خاص سطح کی جدوجہد کی بھی ضرورت ہے۔ جنت میں داخل ہونے کی شرط ایمان ہے، خواہ اس ایمان کو برقرار رکھتے ہوئے کسی نے گناہ کیا ہو۔

مزید برآں، کفر کسی کے خالق اور پالنے والے کے خلاف کھلم کھلا خلاف ورزی ہے، اور یہ اس مقصد کے انکار کی علامت ہے جس کے لیے اسے بنایا گیا تھا۔ باب 51 ذریات، آیت 56

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری عبادت کریں۔“

جو لوگ اپنے خالق اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں، انہیں قیامت کے دن اس کے رد کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی طرح جو لوگ اپنے مطلوبہ مقصد پر پورا نہیں اترتے وہ بھی اس دن ضائع کیے جانے کے مستحق ہیں، بالکل اس آلہ کی طرح جو اپنا مطلوبہ کردار ادا نہیں کرتا اور اسے ناکام سمجھا جاتا ہے اور اس لیے اسے ضائع کر دیا جاتا ہے۔

ایک غیر مسلم کو جہنم میں ابدی عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ زمین پر ان کی عارضی زندگی اللہ تعالیٰ پر ان کے کفر کی وجہ سے چھائی ہوئی ہے، جو اس کی ابدی وحدانیت سے متصادم ہے۔ پس اس کفر کا نتیجہ آخرت میں بھی لازوال ہے۔

مزید یہ کہ انسان کو یہ سوچنے میں دھوکا نہیں ہونا چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی بخشش لامحدود ہے اسی طرح اسے شرک کو بھی معاف کر دینا چاہیے۔ تمام گناہوں کی حقیقی معافی صرف انہی کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پہچانتے ہیں۔ اس کی وحدانیت کا انکار کرنے کا مطلب ہے اس کی لامحدود رحمت کے تصور کو رد کرنا، جیسا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بخشش اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے ذرائع سے بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیے یا تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی بخشش کی لامحدود نوعیت کو قبول کرنا چاہیے یا وہ اس کی وحدانیت اور اس کے نتیجے میں اس کی رحمت کی لامحدود وسعت کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اگر وہ اس کی لامحدود بخشش پر یقین نہیں رکھتے تو یہ ان کے لیے دستیاب نہیں ہو گا اور وہ اپنے شرک پر قائم رہیں گے جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔

مزید برآں، ایک شخص جو کفر کا انتخاب کرتا ہے وہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کے لیے متاثر کر سکتا ہے، کیونکہ اس کے فیصلے کو آزادی کی ایک قسم کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، حالانکہ یہ بنیادی طور پر فریب ہے۔ بہر حال حقیقی آزادی باطنی سکون لاتی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں انہیں ایسا سکون نہیں ملے گا۔ اس کے بجائے، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کا شکار ہوں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ یہ راستہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ، مشکلات اور مصائب لائے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش سے لطف اندوز ہوں۔ اس کے باوجود کیونکہ اس طرز عمل کو آزادی کے طور پر بنایا جا سکتا ہے، یہ بہت سے پیروکاروں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ اس طرح، ایک فرد جو اللہ تعالیٰ پر اعتقاد کو رد کرتا ہے، ممکنہ طور پر بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی ایسا ہی انتخاب کرنے پر مجبور کر سکتا ہے، بالآخر آخرت میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 48

”اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے یقیناً بہت بڑا گناہ باندھا۔“

بالآخر، چونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اختیار میں ہے، اس لیے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔ جس طرح کسی کو کسی ملک کے قوانین کی خلاف ورزی پر سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اسی طرح خالق کے مقرر کردہ الہی ضابطوں کو نظر انداز کرنا اس

زندگی اور آخرت میں مصیبت کا باعث بنے گا۔ جب کہ کوئی شخص ایک متنازعہ ملک چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے غلبہ سے نہیں بچ سکتا۔ اگرچہ افراد معاشرتی معیارات کو تبدیل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ الہی قوانین میں ترمیم نہیں کر سکتے۔ جس طرح ایک گھر کا مالک اپنی جائیداد کے لیے قوانین کا حکم دیتا ہے، اسی طرح کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے، جو اکیلا اپنے قوانین کو انسانی منظوری کی ضرورت کے بغیر متعین کرتا ہے۔ لہذا ذاتی فائدے کے لیے ان احکام الہی کی پیروی بہت ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کریں گے اور ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنے کا ارادہ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ہدایت کی گئی ہے۔ افراد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممنوعات کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، ذاتی اور معاشرتی بھلائی کو بڑھانے میں ان کے کردار کو پہچان سکتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک سکتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، انہیں دنیا اور آخرت میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض یا شکایت انہیں نتائج سے نہیں بچا سکتی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ پھر ایک اور عیسائی نظریے پر تنقید کرتا ہے جو تثلیث کی وکالت کرتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 73:

وہ لوگ یقیناً کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے بڑی تاکید کے ساتھ عیسائیت کے اندر دونوں عقائد کو کافر قرار دیا ہے: وہ جو اس بات کی وکالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ ہیں، برگزیدہ ہیں اور تثلیث کا عقیدہ ہے۔ ان کے کفر کو تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا تھا کیونکہ وہ اب بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے مانتے ہیں، حالانکہ انہوں نے اس کے ساتھ شرک کرتے وقت کفر کیا تھا۔ یہودیوں نے بھی ایسا ہی رویہ اختیار کیا جس کے تحت وہ خود کو مومن سمجھتے تھے حالانکہ وہ کافر تھے جب انہوں نے بہت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلایا تھا، خاص طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ ایک مسلمان کو ان کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کرنا چاہیے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور یہ فرض کرتے ہوئے کہ وہ مومن ہیں اور اس لیے وہ اپنے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ قلبی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی صرف اس بات میں مضمحل ہے کہ ایمان کے زبانی اعلان اور عمل کی تائید کریں۔ اس اطاعت میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ اگر کوئی مسلمان ایسا نہ کر سکے تو وہ جس طرز زندگی کو بھی اختیار کرے گا وہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ دونوں جہانوں میں خسارے میں رہیں گے۔ جیسا کہ درج ذیل آیت سے اشارہ کیا گیا ہے، اسلام ایک عملی طرز زندگی ہے، نہ صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان کا زبانی اعلان۔ باب 3 علی عمران، آیت 85

اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت "میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

:باب 5 المائدة، آیت 73

وہ لوگ یقیناً کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے اور ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“

اسلام انسانیت کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ ہر حال میں صرف اور صرف اپنے خالق اور پالنے والے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ بالآخر، ایک شخص جس چیز کی اطاعت کرنے کا انتخاب کرتا ہے وہ وہی ہوتا ہے جس کی وہ عبادت کرتے ہیں، قطع نظر اس کے کہ وہ اعلیٰ طاقت میں اپنے عقائد کا اظہار کرتے ہیں۔ انسان فطری طور پر کسی چیز کی خدمت اور پوجا کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں، خواہ باب 25 الفرقان وہ دوسرے افراد ہوں، سوشل میڈیا، رجحانات، ثقافتی اصول یا ان کی اپنی خواہشات۔
آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

ایک شخص کی عبادت کا تعین اس سے ہوتا ہے کہ وہ کس کی اطاعت کا انتخاب کرتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت اعمال کے ساتھ کریں، اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کرتے ہوئے، ہر حال میں ہر چیز سے بڑھ کر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو حاصل کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو اللہ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں اور دوسری ہستیوں کی عبادت کرنے کا انتخاب کرتے ہیں وہ اس رحمت سے محروم رہیں گے جو حقیقی سکون اور کامیابی کے لیے دنیا اور آخرت میں درکار ہے، خواہ ان کے دنیاوی اموال ہوں یا عارضی لذتیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

باب 3 علی عمران، آیت 2

"...اللہ - اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والا، خود کو قائم رکھنے والا "

آسمانوں اور زمین کی تشکیل کا مشاہدہ ان کے پیچیدہ متوازن نظاموں کے ساتھ کرنا چاہیے، تاکہ اس بات کی تعریف کی جا سکے کہ کائنات کو سنبھالنے والا ایک واحد خالق ہے۔ مثال کے طور پر، زمین سے سورج کا مثالی فاصلہ اس کی مثال دیتا ہے، کیونکہ کوئی بھی معمولی تبدیلی سیارے کو ناقابل رہائش بنا دے گی۔ مزید برآں، زمین کا ڈیزائن ایک متوازن اور پاکیزہ ماحول کو فروغ دیتا ہے، جس سے زندگی کو پھلنے پھولنے کا موقع ملتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 164

“...اور رات اور دن کا ردوبدل ”

سال بھر کے دنوں اور راتوں کا متوازن وقت لوگوں کو ان میں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے دیتا ہے۔ طویل دن تھکن کا باعث بن سکتے ہیں، جبکہ طویل راتیں کام اور سیکھنے کے مواقع کو محدود کر سکتی ہیں۔ چھوٹی راتیں مناسب آرام کو روک سکتی ہیں، جس سے صحت متاثر ہوتی ہے۔ مزید برآں، دن اور رات کی لمبائی میں تبدیلی فصل کی نشوونما میں خلل ڈالے گی، جس سے انسانوں اور جانوروں دونوں کے لیے خوراک کی فراہمی پر منفی اثر پڑے گا۔ ان چکروں کا ہم آہنگ عمل اللہ کی، باب 21 الانبیاء وحدانیت کی عکاسی کرتا ہے، کیونکہ متعدد دیوتا کائنات میں اختلاف پیدا کریں گے۔
آیت 22

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

باب 2 البقرہ، آیت 164

اور وہ [عظیم] بحری جہاز جو سمندر میں ان چیزوں کے ساتھ چلتے ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ”
“ہیں، اور جو اللہ نے آسمان سے بارش نازل کی ہے۔

پانی کے چکر کا کامل توازن واضح طور پر ایک خالق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پانی سمندر سے بخارات بن کر ابھرتا ہے اور تیزابی بارش میں گاڑھا ہو کر پہاڑوں پر گرتا ہے۔ یہ پہاڑ تیزابیت کو بے اثر کرتے ہیں، پانی کو انسانوں اور جانوروں کے لیے محفوظ بناتے ہیں۔ اس نازک نظام میں کوئی بھی رکاوٹ زمین پر موجود تمام زندگیوں کے لیے تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔ سمندر کی نمکیات سمندری حیات کے زوال کو پانی کو آلودہ کرنے سے روکتی ہے۔ اگر سمندر آلودہ ہو گیا تو اس سے سمندری زندگی اور زمینی ماحولیاتی نظام دونوں کو خطرہ ہو گا۔ سمندروں کو پھلتی پھولتی سمندری زندگی کو سہارا دینے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے جبکہ بھاری بحری جہازوں کو اپنی سطح پر تشریف لے جانے کی اجازت دی گئی ہے۔ پانی کی ساخت میں معمولی تبدیلی اس توازن میں خلل ڈال سکتی ہے، جس سے سمندری زندگی اور بحری جہاز دونوں کا ایک ساتھ رہنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ آج بھی

سمندری نقل و حمل عالمی سامان کی نقل و حرکت کا سب سے زیادہ مروجہ طریقہ ہے۔ اس طرح، یہ کامل توازن کرہ ارض پر زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔

ارتقاء میں اٹیریورتن شامل ہے، جو کہ فطری طور پر خامی ہے۔ تاہم، جب پرجاتیوں کی وسیع صفوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ماحول کے ساتھ پیچیدہ طور پر ڈھل گئے ہیں جس سے انہیں پھلنے پھولنے کا موقع ملتا ہے۔ مثال کے طور پر اونٹ کو لے لیجیے۔ یہ انتہائی گرمی کو برداشت کرنے کے لیے منفرد طور پر لیس ہے اور پانی کے بغیر طویل عرصے تک زندہ رہ سکتا ہے، جس سے یہ صحرائی حالات کے لیے مثالی طور پر موزوں ہے۔ باب 88 الغاشیہ، آیت 17

”پھر کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟“

بکری کو اس سے پیدا ہونے والے دودھ سے نجاست کو مؤثر طریقے سے الگ کرنے کے لیے انجنیئر کیا گیا ہے کیونکہ کوئی بھی آلودگی دودھ کو پینے کے قابل نہیں بنا دے گی۔ باب 16 النحل، آیت 66

اور درحقیقت تمہارے لیے مویشیوں کے چرانے میں ایک سبق ہے، ہم تمہیں ان کے پیٹوں میں سے "پیتے ہیں - اخراج اور خون کے درمیان - خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے۔"

کسی ایک نوع کو دوسروں پر غلبہ پانے سے روکنے کے لیے ہر نوع کو ایک مخصوص عمر مقرر کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، مکھیاں صرف 3-4 ہفتے زندہ رہتی ہیں اور 500 تک انڈے دے سکتی ہیں۔ اگر وہ طویل عرصے تک زندہ رہے تو ان کی آبادی پھٹ جائے گی اور دوسری نسلوں پر غالب آجائے گی۔ اس کے برعکس، لمبی عمر والی مخلوق کم اولاد پیدا کرتی ہے، جس سے ان کی

تعداد کو برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ توازن محض اتفاقیہ ہونے کے لیے بالکل درست معلوم ہوتا ہے، اور اکیلے ارتقاء ہی اس کا حساب نہیں دے سکتا۔ باب 2 البقرہ، آیت 164

"...اور آسمان اور زمین کے درمیان ہواؤں اور بادلوں کا کنٹرول..."

ہوائیں ہوا کی آلودگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، فصلوں، پودوں اور درختوں کی افزائش کو قابل بناتی ہیں۔ تاریخی طور پر، سمندری سفر کے لیے ہوائیں بہت اہم تھیں، جو عالمی سامان کی نقل و حمل کے لیے ایک بنیادی طریقہ ہے۔ وہ بارش کے بادلوں کو نامزد علاقوں میں منتقل کرنے، زندگی کے لیے ضروری پانی فراہم کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ زمین کا ہوا کا نظام ٹھیک ٹھیک ہے؛ ہواؤں کی غیر موجودگی خرابی کا باعث بن سکتی ہے، جبکہ زیادہ ہوائیں توازن کو بھی بگاڑ سکتی ہیں۔ اسی طرح بارش کو احتیاط سے منظم کیا جاتا ہے؛ ناکافی بارش کے نتیجے میں خشک سالی اور قحط پیدا ہوتا ہے، جب کہ زیادہ بارش شدید سیلاب کا باعث بن سکتی ہے۔ باب 23 المومنون، آیت 18

اور ہم نے آسمان سے ایک مقدار میں بارش برسائی اور اسے زمین میں ٹھہرایا، اور ہم اسے اٹھانے پر بھی قادر ہیں۔

یہ بے مثال متوازن نظام اتفاقی نہیں ہو سکتا اور بلاشبہ ایک ہی خالق، اللہ تعالیٰ کے اثر کو ظاہر کرتا ہے۔ جو بھی ان بے عیب متوازن نظاموں پر غور کرتا ہے وہ معقول طور پر ایک واحد خالق کے وجود کی تردید نہیں کر سکتا جو ہر چیز پر حکومت کرتا ہے۔

جب کسی کے پاس کوئی چیز ہوتی ہے تو یہ فطری بات ہے کہ وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز بشمول انسانیت کو پیدا کیا اور اس کا مالک ہے، اس لیے

اس میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا واحد اختیار وہی ہے۔ لہذا، یہ صرف افراد کے لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کریں، کیوں کہ وہ اپنے سمیت سب کا حتمی مالک ہے۔ اسی طرح جب کوئی اپنا سامان ادھار دیتا ہے تو قرض لینے والے کے لیے یہ حق ہے کہ وہ مالک کی پسند کے مطابق استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت کو عارضی قرض کے طور پر دیا ہے تحفہ نہیں۔ کسی بھی قرض کی طرح، اس کی واپسی ضروری ہے، اور ادائیگی میں ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا شامل ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اس کے برعکس، جنت کی نعمتیں تحفے ہیں، جس سے لوگ آزادانہ: باب 7 الاعراف، آیت 43 طور پر ان سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو ”تم کرتے تھے۔“

کسی کو دنیا کی نعمتوں کو، جو کہ قرض ہیں، کو جنت کے ابدی تحفوں کے لیے نہیں بھولنا چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ عبادت میں عاجزی کے ساتھ کسی دوسرے کی اطاعت اور فرمانبرداری شامل ہے۔ عبادت کا مقصد بے عیب اور کامل ہونے کے ناطے انتہائی عزت اور طاقت کا حامل ہونا چاہیے۔ کوئی بھی چیز جو وجود کے لیے کسی دوسرے پر انحصار کرتی ہے اس میں موروثی طاقت اور کمال کا فقدان ہوتا ہے، کیونکہ اس کی صفات کسی بیرونی ذریعہ سے عطا ہوتی ہیں۔ اس طرح وہ ہستیاں جو آزادانہ طور پر وجود میں نہیں آسکتی ہیں، جیسے بت یا انسان، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، عبادت کے لائق نہیں۔ عبادت کے لائق واحد ہستی ابدی، خود کو برقرار رکھنے والا ہے، جو فطری طور پر قدرت اور کمال کا مالک ہے۔ اللہ، بلند۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے عیسائیوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ اپنے گمراہ کن عقائد سے باز آجائیں اور اس کے بجائے اس سچائی کو قبول کریں جس کی تائید اسلامی تعلیمات میں واضح دلائل سے کی گئی ہے، جن میں سے بعض کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 73

بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے اور ایک اللہ کے سوا کوئی ”معبود نہیں اور اگر وہ اپنے کہنے سے باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو یقیناً دردناک عذاب پہنچے گا۔“

اس دنیا میں اس سزا کا ایک پہلو یہ ہے کہ جب کسی کے غلط عقائد اسے ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہیں جو اسے دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، انہیں اپنی ذہنی اور جسمانی صحت میں خلل کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنے گا، خواہ وہ کسی بھی مادی آسائش کے حامل ہوں۔

:باب 5 المائدة، آیت 73

بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے اور ایک اللہ کے سوا کوئی ”معبود نہیں اور اگر وہ اپنے کہنے سے باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو یقیناً دردناک عذاب پہنچے گا۔“

شاید عیسائیوں میں سے صرف کافروں کے لیے عذاب کی تنبیہ کی گئی ہے، جیسا کہ ان میں سے کچھ خفیہ طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے، لیکن اپنے عقیدہ کو عام کرنے سے ڈرتے تھے۔ تاریخ صاف بتاتی ہے کہ جن عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صحیح عقیدہ اختیار کیا تھا، وہ دوسرے گمراہ کن عیسائی عقائد کے ذریعے ستائے گئے اور ان کو ختم کر دیا گیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ان عیسائیوں کا صحیح عقیدہ قبول کیا خواہ وہ اپنی جان کے خوف سے اپنا

عقیدہ دوسروں سے پوشیدہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ پھر تمام گمراہ عیسائیوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کر کے ان کے نقش قدم پر چلیں۔ باب 5 المائدة، آیت 74

”تو کیا وہ اللہ سے توبہ نہیں کریں گے اور اس سے استغفار نہیں کریں گے؟“

عام طور پر، سچی توبہ کے لیے پچھتاوے کے احساس کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ان لوگوں سے جن کو انہوں نے نقصان پہنچایا ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی مسائل پیدا نہ ہوں۔ ایک ہی یا اس سے ملتے جلتے گناہوں کو نہ دہرانے کا صحیح معنوں میں عہد کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کرنا چاہیے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اس کی مسلسل اطاعت کرنا ضروری ہے۔ سچے دل سے توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش دونوں جہانوں میں پائے گا۔ باب 5 المائدة، آیت 74

”اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں چند بنیادی حقائق کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو الوہیت قرار دینے کے لیے کافی ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 75

”مسیح ابن مریم صرف ایک رسول نہیں تھا، اس سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔“

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے لاتعداد انبیاء بھیجے گئے، لیکن عجیب بات ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی خدا کے مفروضہ فرزند کے آنے کی بات نہیں کی، جو اس دنیا میں سب سے اہم چیز ہوتی۔ عجیب بات ہے کہ عیسائی بہت سے انبیاء علیہم السلام کو مانتے ہیں، پھر بھی اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہوتے تو ان کا ذکر ہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پہلے کرتے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ذکر کیا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعدد مقامات پر اس بات کی تصدیق کی ہے کہ مریم رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی ایک نیک اور سچی بندہ تھیں، اس طرح ان کی سچی حیثیت بحال ہوئی۔ باب 5 المائدہ، آیت 75:

“...اور اس کی ماں سچائی کی حامی تھی”

اس نے حق کا ساتھ دیا جیسا کہ وہ ایمان رکھتی تھی اور اسی چیز کی وکالت کرتی تھی جس کی حامی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی تھی، اللہ کی وحدانیت کی۔ باب 66 تحریم، آیت 12

اور مریم بنت عمران کی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو ہم نے اپنے فرشتے کے ذریعے اس کی چادر پھونک دی اور وہ اپنے رب کی باتوں اور اس کے صحیفوں پر ایمان لائی اور فرمانبرداروں میں سے تھی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہیا کیے گئے کھانے پینے سے گزارہ کرنا تھا، اس سے ان کی طرف منسوب کسی بھی الوہیت کی نفی ہوتی ہے، جیسا کہ ایک ہستی کسی دوسرے کے ذریعے برقرار نہیں رہتی اور اس کے بجائے دوسروں کو برقرار رکھتی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 75

”...وہ دونوں کھانا کھاتے تھے“

اور باب 3 علی عمران، آیت 37

،جب بھی زکریا اس کے پاس نماز کے کمرے میں داخل ہوتا تھا، اس نے اس کا سامان پایا، اس نے کہا اے مریم، یہ تمہارے پاس کہاں سے آرہا ہے؟ "اس نے کہا، "یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ" جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے چند بنیادی اور آسان فہم حقائق کی نشاندہی فرمائی ہے جو کسی اور کی طرف منسوب ہونے کی نفی کرتی ہیں لیکن جو لوگ حقائق و شواہد کو نظر انداز کرتے ہیں وہ اپنے دھوکے میں رہتے ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 75

دیکھو ہم ان کے لیے کیسے نشانیاں کھول کر بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو وہ کس طرح بہکائے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پھر ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کسی اور کی طرف منسوب ہونے کی نفی کرتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 76

کہہ دو کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لیے کسی نقصان اور نفع کا” اختیار نہیں رکھتی۔“

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا کوئی دوسرا وجود کائنات کے معاملات پر کوئی فطری طاقت یا کنٹرول نہیں رکھتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کائنات پر اکیلے ہی کنٹرول رکھتا ہے اس لیے ہر حال میں اسی کی اطاعت کی جانی چاہیے کیونکہ وہی انسان کو ذہنی سکون اور کامیابی عطا کر سکتا ہے اور نقصان دہ چیزوں سے بچا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ وہ اکیلا ہی ہر چیز کو جانتا ہے، وہی جانتا ہے کہ انسان کے لیے کیا بہتر ہے اور کیا نقصان دہ ہے، اس لیے اگر کوئی ذہنی سکون حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہر حال میں اطاعت کرنی چاہیے۔ باب 5 المائدة، آیت 76

کہہ دو کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لیے کسی نقصان اور نفع کا” اختیار نہیں رکھتا حالانکہ اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے۔“

عام طور پر دیکھا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط عقائد کے پھیلاؤ کو ان کی معجزانہ ولادت، ان کے معجزات اور ان کے زندہ ہوتے ہوئے آسمان پر اٹھائے جانے سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ قرآن پاک اس کی معجزانہ پیدائش کی تصدیق کرتا ہے اور واضح طور پر اس کی پیدائش کو بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کی گواہی کے طور پر بیان کرتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 47:

اس نے کہا: اے میرے رب، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی آدمی نے چھوا تک نہیں؟ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے وجود میں لایا، جس طرح اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر باپ اور ماں کے پیدا کیا۔ اس حقیقت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ الوہیت کے مالک ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 59

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے ”کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا۔“

یہ عجیب بات ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں، چونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، لیکن وہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہیں مانتے، باوجود اس کے کہ وہ بغیر باپ اور نہ ماں کے پیدا ہوئے۔ منطقی طور پر حضرت آدم علیہ السلام کو اس لقب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مضبوط دعویٰ ہونا چاہیے لیکن وہ اسے تسلیم نہیں کرتے۔ یہ حیران کن ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے معاملے میں استدلال اور عقل کا اطلاق کیسے کرتے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی تصدیق کرتا ہے لیکن اس بات پر زور دیتا ہے کہ آپ نے انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی، اجازت اور حکم سے انجام دیا۔ اگر وہ الہی ہوتا تو اسے اللہ تعالیٰ کی مرضی یا اس کی اجازت کی ضرورت نہ ہوتی۔ باب 3 علی عمران، آیت 49

اور بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنو [جو کہے گا] کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے "نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے بناتا ہوں [جو کہ پرندے کی طرح ہے، پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے جنم دیتا ہوں] مردوں کو زندہ کرنا - اللہ کے حکم سے اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو۔

اس کے علاوہ عیسائی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام نے بھی معجزات دکھائے، جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ وہ ان دیگر انبیاء علیہم السلام کو ان کے معجزات کی وجہ سے الوہیت قرار نہیں دیتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر چڑھنا، زندہ رہتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے جیسا کہ اس نے اس سفر کو آسان بنایا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام الہی ہوتے تو اپنی فطری قوت سے یہ سفر طے کر سکتے تھے۔ باب 3 علی عمران، آیت 55

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ، بیشک میں تمہیں لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور ”تمہیں کافروں سے پاک کروں گا۔“

قرآن پاک عیسائیوں کو بتاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب نہیں کیا گیا جیسا کہ وہ مانتے ہیں۔ صلیب پر نظر آنے والی شکل وہ نہیں تھی بلکہ کسی نے اس سے مشابہت کی تھی۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں تک پہنچا دیا تھا۔ باب 4 النساء، آیات 156-158:

اور ان کے کفر اور مریم پر بہتان تراشی کی وجہ سے، اور ان کے یہ کہنے کے لیے کہ "بے شک" ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے۔ "اور انہوں نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ اس کو ان کے مشابہ بنایا گیا تھا، بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا۔

عیسائیوں کا یہ غلط عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا تھا، یہ فطری طور پر متضاد ہے، کیونکہ ایک حقیقی الہی ہستی مر نہیں سکتی۔ اگر کوئی چیز مر سکتی ہے تو اسے خدائی نہیں سمجھا جا سکتا۔ لہذا، اس کی مصلوبیت پر ان کا غلط عقیدہ ان کی الوہیت کے دعوے کو کمزور کرتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بحث کی گئی ہے، ایک الہی ہستی فطری طور پر خود کو برقرار رکھتی ہے، یعنی یہ وجود کے لیے دوسروں پر انحصار نہیں کرتا۔ اگر کوئی ہستی رزق کے لیے دوسرے پر منحصر ہو تو اسے الہی نہیں سمجھا جا سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم رضی اللہ عنہا دونوں الہی نہیں تھے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پرورش کی ضرورت تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود کفیل نہیں ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 75

مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، اور اس کی "ماں حق کی حمایتی تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم ان کے لیے کیسے نشانیاں بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو کہ وہ کس طرح دھوکے میں پڑتے ہیں۔

مزید برآں، یہ دلیل نہیں دی جا سکتی کہ فرشتے صرف اس لیے الہی ہیں کہ وہ کھانا نہیں کھاتے۔ درحقیقت وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوکھے انداز میں برقرار ہیں، یعنی وہ خود کفیل نہیں ہیں۔ ان کی تخلیق اور ان کی موت کا ناگزیر ہونا، باقی تمام مخلوقات کی طرح، ان کی الوہیت کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

ایک حیاتیاتی بچہ ہمیشہ اپنے والدین سے خصائص کا وارث ہوتا ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی کوئی صفات کے حامل نہیں ہیں۔ اس کے بجائے، وہ اپنی خصلتوں کو مکمل طور پر دوسرے انسانوں کے ساتھ بانٹتا ہے۔ وہ پیدا ہوا، رزق کے لیے خوراک اور پانی پر انحصار کرتا ہے اور ہر دوسرے انسان کی طرح موت اور قیامت کا تجربہ کرے گا۔ یہ خصائص الوہیت کے کسی تصور کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔

عیسائیت قبول کرنے والے رومیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تصور کو بطور الہی شامل کیا، یہ تصور انہیں اپنے سابقہ کافرانہ عقائد سے وراثت میں ملا تھا۔ انہوں نے اس قابل احترام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا اور اسے زیوس، ہرکولیس اور اوڈن جیسے افسانوں اور افسانوں سے جوڑ دیا۔ یہ سمجھنے کے لیے تھوڑی سی عقل درکار ہوتی ہے کہ ایک تخلیق شدہ وجود، جو وجود کے لیے دوسرے پر منحصر ہے اور فنا ہو سکتا ہے، الہی نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ صفات بنیادی طور پر ایک ہستی کی فطرت کے خلاف ہیں۔

اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی دلیل بہت زیادہ ہے، پھر بھی بہت سے عیسائی آپ کے بارے میں اپنے غلط عقائد پر قائم ہیں۔ باب 5 المائدۃ، آیت 77:

”کہہ دو کہ اے اہل کتاب، اپنے دین میں حق پر حد سے تجاوز نہ کرو۔“

عیسائیوں کے اپنے عقیدے پر قائم رہنے کی ایک وجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے احترام اور محبت کا غلط احساس ہے۔ ان کے لیے احترام اور محبت کا اظہار کرنے کی ان کی خواہش نے انہیں اس کے مرتبے سے بلند کر دیا اور اس لیے وہ اس کی عبادت کے لائق دیوتا کے طور پر تعظیم کرتے

تھے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی محبت میں وہ حمد و محبت کی حد سے تجاوز کرتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ درجات سے بلند تر کر دیتے ہیں۔

جو لوگ صالح ہیں ان کے حسن اخلاق کو پہچاننا ضروری ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، اسلامی اصولوں کے مطابق ان پر عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے ان کے قابل ستائش کردار کی تقلید کے لیے نمونہ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ گمراہی میں پڑنے سے بچنے کے لیے صالحین کا مشاہدہ کرتے وقت دو انتہائی زاویوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ایک انتہائی رویہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرح صالحین کی حیثیت کو کم کرنا، یہ سوچنا کہ یہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بلند کرتا ہے۔ درحقیقت، یہ ان کی نیک خصلتوں کی تقلید کے لیے ضروری احترام کو کم کر دیتا ہے، کیونکہ کوئی بھی کسی ایسے شخص کے کردار کی تقلید نہیں کر سکتا جس کا وہ اعلیٰ احترام نہیں کرتے۔

دوسرے انتہائی نقطہ نظر میں صالحین کے مرتبے کو قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے بالاتر کرنا شامل ہے۔ یہ ذہنیت لوگوں کو راستبازوں کو فرشتہ شخصیت کے طور پر دیکھنے کی طرف لے جاتی ہے نہ کہ متعلقہ انسانوں کے طور پر جن کی خوبیاں ہو سکتی ہیں اور ان کی تقلید کی جانی چاہیے۔ جب کوئی نیک لوگوں کو ناقابل حصول سمجھتا ہے، تو یہ ان کی قابل تعریف خصلتوں کو جوڑنے اور اپنانے کی صلاحیت کو روکتا ہے۔ صالحین کی پیروی کرنے کے بجائے، لوگ محض ان کے بلند مرتبہ اور فضائل پر بحث کرنے کا سہارا لیں، جیسا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کرتے ہیں۔ اس سے یہ غلط عقیدہ پیدا ہوتا ہے کہ حقیقی رہنمائی کے حصول کے لیے زبانی تعریف ہی کافی ہے، چاہے کوئی ان کی مثالی خصوصیات کو مجسم کرنے میں ناکام ہو۔ اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ہستیوں کے بلند مرتبہ تک پہنچنا ناممکن ہے، لیکن ہر فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ محض حمد و ثنا کے بجائے ان کے مثبت اوصاف کی تقلید کرنے کی کوشش کرے۔

اسلامی تعلیمات کی عینک سے ایک توازن قائم کرنا اور صالحین کا احترام کرنا ضروری ہے۔ یہ نقطہ نظر ان کے لئے احترام کو فروغ دیتا ہے، لوگوں کو ان کی قابل تعریف خصلتوں کی تقلید کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ انہیں قابل ستائش خوبیوں کے ساتھ قابل رشک انسانوں کے طور پر پہچاننے سے، نہ کہ ناقابل حصول فرشتہ شخصیتوں کے طور پر، کوئی بھی ان کے نمونے کی پیروی کرنے کی واقعی خواہش کر سکتا ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 77

کہہ دو کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں حق پر حد سے تجاوز نہ کرو اور ایسی قوم کے میلان کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہتوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور راہ راست سے بھٹک گئے ہیں۔

جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے، بہت سے عیسائیوں کے اپنے غلط عقائد پر قائم رہنے کے پیچھے ایک اور اہم عنصر ان کے بزرگوں کی غیر سوچی سمجھی تقلید ہے۔ یہ بے ہودہ نقل افراد کو علم اور شواہد کا جائزہ لینے سے روکتی ہے، اور انہیں ان عقائد اور مفروضوں پر سوال اٹھانے سے روکتی ہے جن کے ساتھ وہ پروان چڑھے ہیں۔ اس طرح کا رویہ اسلام کے اصولوں اور عقل کے خلاف ہے کیونکہ انسانوں کا مقصد تنقیدی سوچنا ہے، آنکھیں بند کر کے پیروی نہیں کرنا۔ لہذا غیر تنقیدی تقلید سے پرہیز ضروری ہے کیونکہ یہ گمراہی کا ایک اہم سبب ہے۔ اس کے بجائے، افراد کو چاہیے کہ وہ اپنے استدلال کو بروئے کار لائیں اور علم اور شواہد کو ہر صورت حال میں جانچیں، چاہے وہ دنیاوی معاملات میں ہوں یا مذہبی سیاق و سباق میں، اور پھر اچھی طرح سے باخبر انتخاب کریں۔ اسلام کے اندر بھی، اندھی تقلید پر بہت زیادہ تنقید کی جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلامی تعلیمات کو سیکھنے، قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے نہ کہ دوسرے مسلمانوں کی نقل کرنے کے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں"

ایک اور اہم وجہ عیسائیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی کردار کے واضح ثبوت کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے عقائد پر قائم رہنے کی ان کی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کی خواہش ہے۔ بہت سی مسیحی تعلیمات اپنے ایمان والوں کے لیے اس زندگی اور آخرت دونوں میں نجات کا وعدہ کرتی ہیں، چاہے ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ یہ اعتقادی نظام انہیں اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنی نجات کو یقینی بناتے ہوئے اپنی زمینی خواہشات کی پیروی کر سکیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے مسیحی عقیدے کو برقرار رکھتے ہوئے، اپنی دنیاوی خواہشات کو ایک اعلیٰ اخلاقی معیار پر ترجیح دیتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں رہنمائی کرے گی۔

اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ضابطہ اخلاق پر عمل کرنے میں ناکام رہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی پر اڑے رہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو گئے اور آخرکار اپنے ایمان سے محروم ہو گئے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کے زبانی اعلان، عمل کے ساتھ ساتھ دینے میں ناکام رہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 78

،بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔
”یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔“

ایمان کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ یہ ایک ایسے پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھانے پھولنے کے لیے فرمانبرداری کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی سے محروم پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح کسی شخص کا ایمان بھی اطاعت کے بغیر فنا ہو سکتا ہے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرتے ہوئے، اعمال کے ساتھ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، اس نتیجے سے بچنا چاہیے۔

:باب 5 المائدۃ، آیت 78

،بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی“
 “یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔

انبیاء داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ شاید خاص طور پر کیا گیا تھا کیونکہ دونوں نے بنی اسرائیل کے لیے الہامی صحیفے تورات کی اضافی رہنمائی کے طور پر لائے تھے جو انہیں پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے عطا کی گئی تھی۔ یہ اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ جو لوگ الہی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس لیے الہی تعلیمات کو نظر انداز کرنا دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔

اس کے علاوہ، جب کوئی الہی تعلیمات کو نظر انداز کرتا ہے، تو وہ لازماً اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہے گا۔ اس سے معاشرے میں کرپشن پھیلے گی۔ نیکی کا حکم دینے اور

برائی سے منع کرنے کے اہم فریضے سے بھی غفلت برتی جائے گی۔ اس کے نتیجے میں معاشرے کے اندر کرپشن اور ناانصافی ہی بڑھے گی۔ باب 5 المائدة، آیت 79

وہ ایک دوسرے کو اس غلط کام سے نہیں روکتے تھے جو وہ کرتے تھے، کتنا برا تھا جو وہ کر رہے تھے۔

معاشرے میں امن اور انصاف تب ہی پھیل سکتا ہے جب کوئی ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جو انہیں دی گئی ہیں جیسا کہ خدائی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے حقوق اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی یقینی ہو گی۔ اس کے علاوہ جو لوگ الہی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا اپنا فرض پورا کریں گے جس سے معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ میں مزید اضافہ ہوگا۔

لہذا مسلمانوں کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ نیکی کو مسلسل فروغ دیں اور مہربانی اور علم کے ساتھ برائی کی حوصلہ شکنی کریں۔ کسی کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ محض اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی انہیں گمراہ لوگوں کے منفی اثرات سے بچا لے گی۔ جس طرح ایک صحت مند سیب بوسیدہ سیب کے درمیان رکھ کر خراب کر سکتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان جو نیکی کی ترغیب دینے میں کوتاہی کرتا ہے وہ اپنے اردگرد کی منفیات سے متاثر ہو سکتا ہے، خواہ وہ ظاہری ہو یا لطیف۔ یہاں تک کہ ایک معاشرے میں جو لاتعلق نظر آتا ہے، یہ ضروری ہے کہ اپنے قریبی لوگوں کی رہنمائی کریں جیسے خاندان، کیونکہ ان کے نقصان دہ اعمال ان پر زیادہ گہرے اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔ اس ذمہ داری پر سنن ابو داؤد نمبر 2928 کی ایک حدیث میں تاکید کی گئی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ٹھوس شواہد اور فہم کے ساتھ نرم مشورے دیتے رہیں، چاہے ان کی کوششوں کو بے حسی ہی کیوں نہ ہو۔ علم یا شائستگی کے بغیر نیکی کو فروغ دینا اور برائی سے منع کرنا صرف دوسروں کو سچائی سے دور کر دے گا، بالآخر پوری کمیونٹی کو نقصان پہنچائے گا۔

معاشرتی برائیوں سے حقیقی حفاظت اور قیامت کے دن معافی صرف انہی کو ملتی ہے جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ باب 7 الاعراف، آیت 164

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ "تو انہوں نے کہا: تمہارے رب کے سامنے بری ہو جاؤ اور شاید کہ وہ اس سے ڈریں۔"

اگر افراد مکمل طور پر اپنے مفادات پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور اپنے اردگرد کے لوگوں کے رویے کو نظر انداز کرتے ہیں، تو یہ ایک حقیقی تشویش ہے کہ دوسروں کے نقصان دہ اثرات بالآخر انہیں صحیح راستے سے ہٹا سکتے ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 79

وہ ایک دوسرے کو اس غلط کام سے نہیں روکتے تھے جو وہ کرتے تھے، کتنا برا تھا جو وہ کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ مزید تنبیہ کرتا ہے کہ جو لوگ الہی تعلیمات کو نظر انداز کرنے پر اڑے رہتے ہیں اور عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ لامحالہ غیر مسلموں سے دوستی اور راہ اختیار کریں گے جن کی زندگی کا واحد مقصد اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 80

”تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو کافروں کے ساتھی بنتے ہوئے دیکھو۔“

لیکن چونکہ ان کا یہ رویہ انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں دی گئی ہیں وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ باب 5 المائدہ، آیت 80

کتنی بری بات ہے جو انہوں نے اپنے لیے پیش کی ہے کہ اللہ ان سے ناراض ہو گیا اور وہ عذاب میں ”ہمیشہ رہیں گے۔“

یہ آیت بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح متنبہ کرتی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں عمل کے ساتھ ناکام رہتے ہیں ان کا ایمان ختم ہونے کا بہت زیادہ خطرہ ہے کیونکہ ایک مسلمان کو آخرت میں ابدی سزا نہیں دی جائے گی۔ ایمان کے تصور کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ ایک ایسے پودے کے مشابہ ہے جسے پھانے پھولنے کے لیے فرمانبردارانہ اعمال کے ذریعے دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جس میں سورج کی روشنی جیسی پرورش نہیں ہوتی وہ کیسے مرجھا جاتا ہے اور اسی طرح انسان کا ایمان بھی اطاعت کی پرورش کے بغیر کم اور مر سکتا ہے۔ یہ سب سے بڑے نقصان کی نشاندہی کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات پر زور دیتا ہے کہ جو لوگ حقیقی معنوں میں ایمان رکھتے ہیں وہ ہمیشہ عمل کے ساتھ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت کرتے ہیں۔ اس فرمانبرداری کا ایک پہلو یہ ہے کہ غیر مسلموں اور ان لوگوں کے ساتھ گہری دوستی قائم کرنے سے گریز کیا جائے جو عمل کے ساتھ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 81

اور اگر وہ اللہ پر اور رسول پر اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے تو ان کو ساتھی ”نہ بناتے، لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔“

لہذا ان کے زبانی اعلان ایمان کی حمایت اعمال کے ساتھ کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان کا تقاضہ ہے کہ کسی کے بولے ہوئے عقیدے کو متعلقہ اعمال سے ہم آہنگ کیا جائے۔ ایک سچا مومن اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کرتا ہے اور اس کے بندے کے طور پر ان کے کردار کو خوشی سے قبول کرتا ہے۔ ایسا بندہ ذاتی تسکین کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی دوسروں سے اس کی خواہشات کو پورا کرنے کی توقع رکھتا ہے۔ اس کے بجائے، وہ اپنے مالک کی خوشنودی اور فرمانبرداری کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں، بشمول معاشرے کی خواہشات، ذاتی خواہشات، اور رجحانات کی رغبت۔ ان کی واحد تمنا اپنے مالک کی رضا حاصل کرنا ہے۔ مزید برآں، ایک عقیدت مند بندہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ان کی ہر چیز بشمول ان کی زندگی، ان کے خالق، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔ نتیجتاً، وہ ان تمام چیزوں کو استعمال کرنے کے لیے بے تاب ہیں جو انہیں اللہ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک سچا بندہ یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور تمام موجودات کا رب ہے، اس لیے حقیقی سکون اس کی نافرمانی سے حاصل نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ وہ لوگوں کے روحانی دلوں، ذہنی سکون کے گھر سمیت سب پر حکومت کرتا ہے۔ اس لیے وہ اس کی اطاعت کے لیے پوری تندہی سے کوشش کرتے ہیں، ان نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال، النحل 16 کرتے ہیں، کیونکہ یہی دنیا اور آخرت میں ذہنی سکون حاصل کرنے کا واحد راستہ ہے۔ باب : آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

،جتنا کوئی اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان اتنا ہی گہرا ہوتا جاتا ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھنے والا، یہ سمجھتا ہے کہ انہیں قیامت کے دن اپنے اعمال کے لیے جوابدہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ احساس انہیں ٹھوس تیاریوں کے ذریعے اپنے ایمان کو مجسم کرنے کی ترغیب

دیتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا شامل ہے جو اسلام کی تعلیمات سے ہم
:آہنگ ہوں اور اللہ تعالیٰ کو خوش ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 177

"...لیکن [حقیقی] نیکی [اس میں] ہے جو اللہ پر، یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے"

لہذا، جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے، پھر بھی اس کی اطاعت نہیں کرتا، اسے
چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کا تنقیدی جائزہ لے، کیونکہ ان کے اعمال صالحہ کی عدم موجودگی اللہ تعالیٰ
اور یوم آخرت پر ان کے ایمان میں کمی کی نشاندہی کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین کو مضبوط کرنے کے لیے قرآن پاک کے ساتھ مشغول ہونے اور اس
سے ظاہر ہونے والی مخلوقات کی نشانیوں کے ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات
پر غور کرنے سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی کائنات کے پیچیدہ متوازن
نظاموں کا جائزہ لیتا ہے — جیسے سورج کا زمین سے مثالی فاصلہ، پانی کا چکر، اور سمندر کی
کثافت جو کہ نیویگیشن اور سمندری زندگی دونوں کو سہارا دیتی ہے — وہ کسی خالق کے کام کو
پہچاننے میں مدد نہیں کر سکتے۔ ایسی قابل ذکر ہم آہنگی محض موقع سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ مزید
برآں، متعدد دیوتاؤں کا وجود خرابی کا باعث بنے گا، کیونکہ ہر ایک کی کائنات کے لیے متضاد
باب 21 خواہشات ہوں گی۔ واضح طور پر ایسا نہیں ہے، ایک خدا، اللہ، بلند پر یقین کو تقویت دینا۔
:الانبیاء، آیت 22

“اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔”

مزید برآں، اللہ تعالیٰ بنجر زمین کو بارش سے زندہ کرتا ہے، مخلوق کو برقرار رکھنے کے لیے بے جان بیجوں سے زندگی پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ زمین میں دانے کی طرح دفن انسانوں کو زندہ کرے گا۔ موسموں کی تبدیلی قیامت کی ایک طاقتور یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہے۔ سردیوں میں، درخت جیسے جیسے ان کے پتے گرتے ہیں مردہ نظر آتے ہیں، پھر بھی وہ بہار میں دوبارہ کھلتے ہیں، جوش و خروش کے ساتھ پھٹ جاتے ہیں۔ مزید برآں، نیند کے جاگنے کا چکر قیامت کی مثال دیتا ہے۔ نیند موت سے مشابہت رکھتی ہے، کیونکہ حواس غیر فعال ہیں۔ اللہ، عالی، روح کو بیدار کرنے والوں کی روح کو بحال کرتا ہے، نیند میں دوبارہ زندگی کا سانس دیتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحيں ان کی "نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحيں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیوں ہیں۔"

کائنات قیامت کے قریب آنے کی نشانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ جب کوئی ہم آہنگ نظاموں کا جائزہ لیتا ہے جو آسمانوں اور زمین پر حکومت کرتے ہیں، تو وہ واضح طور پر ایک اہم عدم توازن دیکھ سکتے ہیں: انسانی اعمال۔ جو لوگ اچھے کام کرتے ہیں وہ اکثر اس زندگی میں ان کا انصاف نہیں پاتے ہیں جبکہ ظالم اکثر پوری احتساب سے بچ جاتے ہیں، یہاں تک کہ دنیاوی نتائج کا سامنا کرتے ہوئے بھی۔ اس کا استدلال یہ ہے کہ ایک حقیقی خالق، اللہ تعالیٰ، جس نے پوری کائنات میں توازن قائم کر رکھا ہے، بالآخر انسانی اعمال کے عدم توازن کو ٹھیک کر دے گا۔ اس الہی توازن کے لیے، انسانی اعمال کو روکنا چاہیے۔ یہ یوم جزا کا نچوڑ ہے، ایک ایسا وقت جب ہر عمل کا جائزہ لیا جائے گا اور ہمیشہ کے لیے متوازن ہوگا۔

باب 5 المائدة، آیت 81

اور اگر وہ اللہ پر اور رسول پر اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے تو ان کو ساتھی" "نہ بناتے، لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا مطلب ہے ان کے طرز زندگی، اصولوں اور تعلیمات کو فعال طور پر اپنانا جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مثالی طرز عمل ان کے حسن اخلاق کو سمیٹتا اور بلند کرتا ہے۔ لہذا، اس کی تعلیمات، زندگی، اور نیک کردار کو مستعدی سے مطالعہ کرنے اور اسے مجسم کرنے کے ذریعے: اس پر ایمان کے زبانی اثبات کو تقویت دینا ضروری ہے۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت" "کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

:اور باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور" "تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

:اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

لہذا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور احترام کا دعویٰ کرتے ہوئے آپ کی تعلیمات اور کردار کو مجسم کرنے سے غافل ہونا اس دعوے کے منافی ہے۔ جس طرح بہت سے لوگ قیامت کے دن اس کی شفاعت کے خواہش مند ہیں، انہیں اس بات سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے کہ اس دن ان کے خلاف گواہی دی جائے گی اگر وہ اس کی روایات اور قرآن کریم کی ہدایت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ باب 25 الفرقان، آیت 30

”اور رسول نے کہا ہے کہ اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔“

یہ آیت مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ وہ واحد گروہ ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو قبول کیا، جب کہ غیر مسلموں نے اسے کبھی قبول نہیں کیا، اس لیے اسے ترک نہیں کر سکتے۔ یہ بات واضح ہے کہ علمی بصیرت کی ضرورت کے بغیر، ان مسلمانوں کے کیا نتائج ہوں گے جن کے خلاف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

قیامت کے دن ان کے خلاف اس کی گواہی کا سامنا کرنے کے بجائے اس کی شفاعت حاصل کرنے کے لیے قرآن پاک کی تعلیمات اور اس کی روایات کو اپنانا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ عزم ان کی رہنمائی کرے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، آخرکار اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون ملے گا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محض محبت اور احترام کا دعویٰ، آپ کے کردار اور اصولوں کو مجسم کیے بغیر اسلام میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ جس طرح پچھلی قوموں نے اپنے

انبیاء علیہم السلام سے محبت کا دعویٰ کیا تھا، اسی طرح ان کی تعلیمات پر عمل نہ کرنا انہیں آخرت میں ان کے ساتھ اتحاد سے روکے گا۔ لہذا، جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ متحد ہونا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ آخرت میں آپ کی تعلیمات اور مثالی طرز عمل پر دلجمعی سے عمل کرے اور زندگی بسر کرے۔

باب 5 المائدة، آیت 81

اور اگر وہ اللہ پر اور رسول پر اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے تو ان کو ساتھی "نہ بناتے، لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔"

قرآن پاک پر ایمان لانے کا مطلب ہے اس کے ساتھ متعدد سطحوں پر مشغول ہونا۔ اس میں نہ صرف اسے درست اور مستقل طور پر پڑھنا شامل ہے بلکہ اس کے معانی کو سمجھنا اور اس کے اسباق کو روزمرہ کی زندگی میں لاگو کرنا بھی شامل ہے۔ ایک سچے مسلمان کو اپنے آپ کو محض اس زبان میں قرآن پاک کی تلاوت تک محدود نہیں رکھنا چاہیے جس کی وہ سمجھ نہیں رکھتی۔ قرآن پاک صرف تلاوت کے لیے ایک متن سے زیادہ ہے۔ یہ گہری رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اس کی حکمت سے صحیح معنوں میں مستفید ہونے کے لیے، اس کی تعلیمات کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ جس طرح، ایک نقشہ صرف اس صورت میں اپنی منزل کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے جب وہ اس پر عمل کرے اسی طرح قرآن پاک اس کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد ہی دونوں جہانوں میں کسی کو ذہنی سکون کی طرف لے جائے گا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان جو قرآن پاک کی باقاعدگی سے تلاوت کرتے ہیں اندرونی سکون سے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ اس کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اس کی رہنمائی پر عمل کرتے ہوئے، وہ اپنی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند کرتے ہیں، بالآخر ذہنی سکون اور دونوں میدانوں میں کامیابی کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے برعکس، جو لوگ اس کی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں وہ ان کی نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا خطرہ مول لیتے ہیں، جس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ اور چیلنجز پیدا ہوتے ہیں۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔

:باب 5 المائدہ، آیات 80-81

تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو کافروں کے ساتھی بنتے ہوئے دیکھو، یہ کیسی بری بات ہے جو انہوں نے اپنے لیے پیش کی ہے کہ اللہ ان سے ناراض ہو گیا اور عذاب میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور اگر وہ اللہ اور رسول پر اور اس پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان رکھتے تو ان کو ساتھی نہ بناتے، لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

ان آیات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان کو غیر مسلموں سے دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ خاص طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں موجود غیر مسلموں کو مخاطب کرتا ہے۔ اس وقت، اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش کرنے والے غیر مسلم کے ساتھ قریبی تعلقات استوار کرنا خاص طور پر خطرناک تھا، کیونکہ یہ غیر مسلم اکثر مسلم کمیونٹی کے بارے میں انتہیلی جنس جمع کرتے تھے تاکہ وہ اسلام کی مخالفت کی حمایت کریں۔

عام طور پر، قرآن پاک واضح طور پر نصیحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر مسلموں سے دوستی کرنے سے منع نہیں کرتا۔ باب 60 الممتحنہ، آیت 8

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے، ان کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

زیر بحث اہم آیات مسلمانوں کو ان لوگوں سے دوستی کرنے کے خطرات کے بارے میں انتباہ کا کام دیتی ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت سے ہٹا سکتے ہیں۔ یہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی برکات کو استعمال کرنے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ یہ مشورہ مسلم اور غیر مسلم صحابہ دونوں پر لاگو ہوتا ہے۔ جیسا کہ سنن ابو داؤد نمبر 4833 کی ایک حدیث میں روشنی ڈالی گئی ہے، ممکن ہے کہ ایک مسلمان اپنے ساتھیوں کے طرز عمل کی تقلید کرے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ لاشعوری طور پر ان خصوصیات کو اپنا سکتے ہیں، خواہ وہ اچھے ہوں یا برے، جن کے ساتھ وہ وقت گزارتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے ساتھیوں کا انتخاب کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔

مزید برآں، ہر کسی کے ساتھ ہمدردی کا مظاہرہ کرنا، خواہ ان کے عقائد کچھ بھی ہوں، ایک سچے مومن کی ایک خاص صفت ہے۔ ایک حقیقی مومن دوسروں اور ان کے مالوں کو زبانی یا جسمانی نقصان پہنچانے سے گریز کرتا ہے، خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ یہ اصول سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث میں نمایاں ہے۔

صحت مند سماجی تعلقات کو پروان چڑھانے اور گہری دوستی کو فروغ دینے کے درمیان فرق کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ایک گہری دوستی کسی شخص پر گہرا اثر ڈالتی ہے، اکثر اسے اپنے ساتھی کے لیے محبت کی وجہ سے اپنے عقائد پر سمجھوتہ کرنے کی طرف لے جاتی ہے، جب کہ مثبت سماجی تعاملات اتنا مضبوط اثر نہیں ڈالتے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ حسن اخلاق اور اخلاق کا مظاہرہ کریں، لیکن اپنی قریبی دوستی ان لوگوں کے لیے محفوظ رکھیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کی ترغیب دیں۔ صرف ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے یہ معاون کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس، ایک غیر مسلم غیر ارادی طور پر کسی مسلمان کو اللہ کی اطاعت سے دور کر سکتا ہے، خواہ بد نیتی کے بغیر۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ غیر مسلم ایک مختلف

قدر کے نظام کے تحت کام کرتے ہیں، اور ان کے قبول کردہ طرز عمل اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہو سکتے۔

مسلمانوں کو ان منافقین کے نقش قدم پر نہ چلنے کی تنبیہ کرنے کے بعد جنہوں نے اسلام کی تباہی کے خواہشمند غیر مسلموں کے ساتھ گہری دوستی قائم کی تھی، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ غیر مسلموں کے رویہ پر کیا اثر رکھتے ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 82

”تم یقیناً اہل ایمان کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی میں یہودیوں اور شرک کرنے والوں کو پاؤ گے۔“

عام طور پر، جب کوئی اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں کوئی مختلف راستہ اختیار کرتا ہے، تو یہ دوسروں میں اپنے انتخاب کے بارے میں ناواقفیت کے جذبات کو جنم دے سکتا ہے، خاص طور پر جب وہ انتخاب ذاتی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس صورت حال کے نتیجے میں اکثر ان لوگوں پر تنقید کی جاتی ہے جو اپنے عقیدے کو برقرار رکھتے ہیں، اکثر خاندان کے افراد کی طرف سے جو شاید ان کے عزم کو نہیں سمجھتے۔

مزید برآں، سماجی اثرات جیسے کہ سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی توقعات اکثر اسلامی اصولوں کی پابندی کرنے والوں کے لیے چیلنج بنتے ہیں۔ اسلام کی وکالت کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے لیے ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ جن شعبوں پر اسلام تنقید کرتا ہے جیسے شراب اور تفریح سے منسلک، اسلامی اقدار کی قبولیت کو ختم کرنے اور مسلمانوں کو مکمل طور پر اپنے عقیدے کو قبول کرنے سے روکنے کے لیے تندہی سے کام کرتے ہیں۔ یہ متحرک سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت سمیت متعدد چینلز پر اسلام مخالف بیان بازی کے وسیع پیمانے پر پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

مزید برآں، جب لوگ اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات کے اعتدال کو فروغ دیتے ہیں تاکہ ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے صحیح استعمال کو یقینی بنایا جا سکے تو جو لوگ حد سے زیادہ اپنی خواہشات پر عمل کرتے ہوئے زندگی کا انتخاب کرتے ہیں، وہ اسلام، اور اس کے پیروکاروں کو منفی طور پر دیکھیں گے کیونکہ یہ انہیں حیوانیت کی شکل میں ظاہر کرتا ہے۔ نتیجتاً، یہ افراد دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتے ہیں، انہیں ایک ایسے طرز زندگی کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی خصوصیت غیر منظم خواہشات سے ہوتی ہے۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص پہلوؤں کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے خواتین کے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کے لیے۔ تاہم، جو لوگ سمجھ بوجھ رکھتے ہیں وہ اپنی تنقیدوں کی سطحی حیثیت کو آسانی سے پہچان سکتے ہیں، جو زیادہ تر اسلام کی خود کو کنٹرول کرنے پر توجہ دینے کی مزاحمت سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ کی مذمت کر سکتے ہیں، لیکن وہ دیگر سماجی لباس کے ضابطوں پر اسی سطح کی جانچ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں جو قانون نافذ کرنے والے فوجی، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار سمیت مختلف پیشوں میں ضروری ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دوسرے لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل کی کمزوری اور بے بنیاد نوعیت کو واضح کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے ماننے والوں کا طرز عمل ہے جو انہیں حیوانیت کا شکار بناتا ہے، جس کی وجہ سے وہ مختلف طریقوں سے اسلام پر حملہ کرتے ہیں، اس امید میں کہ دوسروں کو ان کے گمراہ راستوں پر لے جائیں۔ یہ حربہ، اسی طرح بنی اسرائیل اور ان کی اولاد یعنی اہل کتاب نے اسلام کے خلاف استعمال کیا۔ باب 5 المائدة، آیت 82:

”تم یقیناً اہل ایمان کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی میں یہودیوں اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں“ کو پاؤ گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جیسا کہ عیسائی عقیدہ ہمدردی اور رحم پر زیادہ زور دیتا ہے، اس کے نتیجے میں، مسلمانوں کو معلوم ہوگا کہ جو لوگ ان عیسائی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، جیسے کہ پادری، اکثر ان کے اور دوسرے عقائد اور پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لیے نرم ہوتے ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 82:

اور تم مومنوں کے ساتھ محبت میں ان میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں ”کہ ہم عیسائی ہیں۔“ یہ اس لیے کہ ان میں پادری اور راہب ہیں اور اس لیے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ اس آیت کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، ہمدردانہ ذہنیت کو اپنانے سے عاجزی پیدا ہوتی ہے جو انسان کو غرور اختیار کرنے سے روکتی ہے۔ یہ آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ یہودی اور مشرک اکثر مسلمانوں کے لیے سخت ترین ہوتے ہیں کیونکہ وہ عیسائیوں کے برعکس غرور رکھتے ہیں۔ یہودیوں کا غرور بنی نوع انسان پر ان کی برتری کے جھوٹے عقیدے سے قائم ہے۔ ان کے تکبر نے انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر مجبور کیا اور دوسروں پر ظلم کرنے پر مجبور کیا، وہ ایسا کرنے کے اپنے حق کے قائل تھے، جیسا کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسندیدہ، اور انسانیت کے مقرر کردہ حکمرانوں کا خیال کرتے تھے۔ باب 3 علی عمران، آیت 75

اور ان میں سے کوئی ایسا ہے کہ اگر تم اسے چاندی کا ایک سکہ سونپ دو تو وہ تمہیں اس وقت ”تک واپس نہیں کرے گا جب تک کہ تم اس کے اوپر کھڑے نہ ہو، یہ اس لیے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر ان پڑھوں کے بارے میں کوئی الزام نہیں ہے۔“ اور وہ جانتے ہوئے بھی اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

ان کی سماجی حیثیت کو بڑھانے کی خواہش کے نتیجے میں، اللہ تعالیٰ نے انہیں رسوائی اور مشکلات کا سامنا کرنے کی اجازت دی ہے۔ جب تک اہل کتاب اپنے احساس برتری پر قائم رہیں گے، اللہ تعالیٰ اور ان کے ساتھی انسانوں پر ان کا تکبر قائم رہے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کو وقت کے ساتھ ذلت و رسوائی کا نشانہ بناتا رہے گا، خواہ وہ اسے پہچانیں یا دوسرے۔ باب 17 الاسراء، آیت 4

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں پہنچا دیا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد برپا کرو گے اور تم“
”ضرور بڑے تکبر کو پہنچ جاؤ گے۔

:اور باب 7 الاعراف، آیت 167

اور جب آپ کے رب نے اعلان کیا کہ وہ ان پر قیامت تک ایسے لوگوں کو بھیجتا رہے گا جو انہیں“
بدترین عذاب میں مبتلا کریں گے، یقیناً آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے، لیکن بے شک وہ بخشنے
”والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مسلمانوں کو ان لوگوں کی تقلید سے پرہیز کرنا چاہیے جو تکبر کا مظاہرہ کرتے ہیں، اپنے آپ کو
دوسروں سے بالاتر سمجھتے ہیں، کیونکہ یہ ذہنیت زندگی کے ہر پہلو میں ان کی اپنی پستی اور رسوائی
کا باعث بن سکتی ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 112

اللہ کی طرف سے ایک رسی [یعنی عہد] اور لوگوں کی طرف سے ایک رسی [یعنی معاہدہ] کے علاوہ
جہاں بھی ان کو پکڑا گیا [اللہ کی طرف سے] ذلیل و خوار ہوئے اور انہوں نے اللہ کی طرف سے اپنے
آپ پر غصہ نکالا اور مفلس ہو گئے، یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں سے کفر کیا اور انبیاء کو
ناحق قتل کیا ۔

:باب 5 المائدة، آیت 82

تم یقیناً اہل ایمان کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی میں یہودیوں اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں”
”کو پاؤ گے۔

جہاں تک مشرکوں کا تعلق ہے تو ان کا طرز زندگی اپنی خواہشات کی تکمیل کے سوا کچھ نہیں ہے۔ درحقیقت، جو لوگ جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں وہ محض اپنی خواہشات کا احترام کرتے ہیں۔ ان کے دیوتا محض اس کی عکاسی کرتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں، اور یہ واضح ہے کہ جو شخص کسی بت کی پوجا کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ بے جان چیز ان کی زندگی کے انتخاب کا حکم نہیں دے سکتی۔ اس کے بجائے، پوجا کرنے والے اس بات کی تشریح کرتے ہیں کہ وہ کس طرح یقین رکھتے ہیں کہ یہ بے جان بت ان سے برتاؤ کرنا چاہے گا، جو صرف ان کی اپنی خواہشات کے مطابق ہے۔ اس طرح ان کی عبادت کا جوہر ان کی ذاتی خواہشات میں پیوست ہے۔ یہ ذہنیت خاص طور پر دولت مندوں اور طاقتوروں میں پائی جاتی ہے، جو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کی سچائی کو قبول کرنے کے لیے انہیں ایک مخصوص اخلاقی ڈھانچے پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہوگی، اور ان کی گمراہیوں کو روکنا ہوگا۔ وہ اکثر دوسروں کو ان کی قیادت کی پیروی کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اپنے اثر و رسوخ اور طاقت کے نقصان کے خوف سے۔ تاریخی طور پر، اس کی وجہ سے وہ سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے والوں میں شامل ہو گئے۔ اس رویہ کا واضح ثبوت پر مبنی اسلام کے صحیح یا غلط مذہب ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ صرف اپنی خواہشات کی تکمیل کے بارے میں ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 82

اور تم مومنوں کے ساتھ محبت میں ان میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں”
کہ ہم عیسائی ہیں۔“ یہ اس لیے کہ ان میں پادری اور راہب ہیں اور اس لیے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

تکبر انسان کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ سچائی کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اسے مسترد کر دے، کیونکہ سچائی ان کی خواہشات کے خلاف ہے۔ چونکہ بعض عیسائیوں میں تکبر نہیں تھا انہوں نے اسلام قبول کیا جب یہ ان کے سامنے پیش کیا گیا کیونکہ انہوں نے اس کے مصنف اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تھا اور جیسا کہ انہوں نے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تھا جیسا کہ ان دونوں کو سابقہ آسمانی صحیفوں میں بیان کیا گیا تھا۔ باب 6 الانعام، آیت 20

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک] جیسا کہ وہ اپنے [اپنے] بیٹوں کو”
”...پہچانتے ہیں

:اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو”
جانتے ہیں۔“

:اور باب 5 المائدہ، آیت 83

اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول پر نازل کیا گیا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھیں اس وجہ سے”
آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان
”لے آئے، پس ہمیں گواہوں میں شامل کر لے۔

قرآن پاک کے بارے میں اس طرح کا ردعمل صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ کھلے ذہن کے ساتھ اس کے واضح دلائل کا مطالعہ کریں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن پاک کو بغیر سمجھے اور غور کیے بغیر اس زبان میں پڑھنے سے اوپر اٹھیں، جس زبان میں وہ سمجھ نہیں پاتے، کیونکہ اس سے قرآن پاک کے مقصد کی نفی ہوتی ہے اور اس پر کسی کا ایمان مضبوط نہیں ہوتا ہے۔ اس کے بجائے، انہیں اس کی معجزانہ نوعیت کی تعریف کرنے کے لیے اس کا مطالعہ، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ تب ہی وہ صحیح معنوں میں پہچانیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

عام طور پر، قرآن پاک اپنے بے مثال تاثرات اور سیدھے سادے معانی کے ساتھ نمایاں ہے۔ اس کے فصیح الفاظ اور آیات موازنہ سے باہر ہیں، ان تضادات سے پاک ہیں جو دیگر مذہبی متون کو متاثر کرتے ہیں۔ یہ ماضی کی قوموں کا تفصیلی احوال پیش کرتا ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باوجود تاریخ میں رسمی تعلیم کا فقدان ہے۔ قرآن پاک ہر چیز کی حمایت کرتا ہے اور ہر برائی سے منع کرتا ہے، جو افراد اور معاشرے دونوں پر اثر انداز ہوتا ہے، ہر گھر اور معاشرے میں انصاف، سلامتی اور امن کو فروغ دیتا ہے۔ شاعری یا افسانوں کے برعکس، یہ مبالغہ آرائی اور جھوٹ سے گریز کرتا ہے، ایسی آیات پیش کرتا ہے جو روزمرہ کی زندگی کے لیے عملی اور فائدہ مند ہوں۔ یہاں تک کہ جب کہانیوں کو دہرایا جاتا ہے، قرآن پاک مختلف اہم اسباق پر زور دیتا ہے، اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ یہ بار بار مطالعہ کرنے پر مشغول رہے۔ یہ وعدے اور انتباہات پیش کرتا ہے، جس کی حمایت واضح اور ناقابل تردید ثبوتوں سے ہوتی ہے۔ صبر جیسے تجریدی تصورات کو حل کرتے وقت، یہ نفاذ کے لیے سادہ، قابل عمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن پاک لوگوں کو حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے، ان کی نعمتوں کو اس طرح استعمال کر کے اپنے مقصد کو پورا کریں جو اسے خوش کرتے ہیں، اس طرح ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ذہنی سکون اور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ یہ واضح طور پر سیدھے راستے کا خاکہ پیش کرتا ہے، جو اسے حقیقی امن اور کامیابی کے متلاشی افراد کے لیے پرکشش بناتا ہے۔ یہ رہنمائی انسانوں کے جوہر سے بات کرتی ہے، لازوال حکمت پیش کرتی ہے جو ہر فرد، برادری اور دور کو مالا مال کرتی ہے۔ جب اسے صحیح طریقے سے سمجھا اور لاگو کیا جائے تو یہ تمام جذباتی مالی اور جسمانی چیلنجوں کے علاج کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ افراد یا معاشروں کو درپیش کسی بھی مسئلے کو حل کرنے کی کلید رکھتا ہے۔ تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ جن کمیونٹیوں نے قرآن پاک کی تعلیمات کو قبول کیا وہ کس طرح ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے اس کی گہری اور پائیدار بصیرت سے مستفید ہوئے۔ صدیاں گزرنے کے باوجود، قرآن پاک میں کوئی تبدیلی نہیں

ہوئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا عہد کیا تھا۔ تاریخ کا کوئی دوسرا متن اس قدر قابل ذکر وصف کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ باب 15 الحجر، آیت 9

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ایک کمیونٹی کے بنیادی مسائل کو اجاگر کیا اور ہر ایک کے لیے ایک جامع حل فراہم کیا۔ ان بنیادی مسائل کو حل کرنے سے متعدد متعلقہ مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ یہ وہ نقطہ نظر ہے جو قرآن پاک افراد اور معاشروں کی دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 89

“اور ہم نے آپ پر ہر چیز کی وضاحت کے لیے کتاب نازل کی ہے۔“

یہ سب سے گہرا اور پائیدار معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ تاہم جو لوگ سچائی کے ساتھ سچائی کی پیروی کرتے ہیں اور اسے قبول کرتے ہیں وہ ہی اس کا ثواب حاصل کرتے ہیں، جب کہ جو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اس کی چن چن کر تعبیر کرتے ہیں وہ آخر کار دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔

اگلی آیت اسلام قبول کرنے والے عیسائیوں کی عاجزی اور اپنے ایمان کی مضبوطی کی طرف اشارہ کرتی ہے، جیسا کہ انہوں نے سچائی کو قبول کیا حالانکہ اسلامی تعلیمات بعض اوقات لوگوں کی خواہشات کے خلاف بھی ہوسکتی ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 84

”اور ہم اللہ پر ایمان کیوں نہ لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے؟“

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے اٹل عزم کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ خوشی کے وقت ہوں یا مشکل میں۔ اس گہرے ایمان کی آبیاری قرآن پاک میں موجود واضح نشانوں اور تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے فہم اور اطلاق سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت دنیا اور آخرت میں امن کو فروغ دیتی ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی اصولوں کا علم نہیں رکھتے ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اطاعت سے انحراف کا شکار ہو جاتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے متصادم ہوں۔ یہ جہالت اس حقیقت کو دھندلا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کے حصول کا راستہ ہے۔ لہذا افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات نے تجویز کیا ہے، بالآخر ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنتی ہے اور ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی مناسب ترجیح ہوتی ہے۔

اسلام قبول کرنے والے عیسائیوں نے ایک حقیقت بھی بیان کی جس کا سامنا ہر اس شخص کو کرنا پڑے گا جو اسلام قبول کرے گا یا اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔ باب 5 المائدة، آیت 84:

اور ہم اللہ پر اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اس پر کیوں ایمان نہ لائیں؟ اور ہم امید کرتے ہیں کہ "ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں میں داخل کرے گا۔"

جیسا کہ پہلے بات کی گئی، وہ سمجھتے تھے کہ اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے لوگوں کے ساتھ ان کے تعلقات خراب ہوں گے اور یہ وسیع تر معاشرے کی تنقید کو دعوت دے گا، جیسا کہ ہر نسل میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ اسلام لوگوں کو اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو پانے کی ترغیب دیتا ہے، وہ لوگ جن کی زندگی کا واحد مقصد اپنی خواہشات کو پورا کرنا ہے، وہ ان پر تنقید کریں گے کیونکہ اسلام انہیں حیوانیت پسند بناتا ہے۔ اس کے علاوہ، وہ کاروبار اور صنعتیں جو لوگوں کو اپنی خواہشات کو ہوا دینے سے فائدہ اٹھاتی ہیں، وہ بھی اسلام کے خلاف جدوجہد کریں گے جس کا مقصد لوگوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے بچنے کی ترغیب دینا ہے۔ اس تنقید کے مقابلہ میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے کیونکہ وہ انہیں ذہنی سکون اور لوگوں کے منفی اثرات سے تحفظ فراہم کرے گا، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ جبکہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے معاشرے کو راضی کرنا چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ نہیں رہے گا اور نہ ہی وہ معاشرے کو صحیح معنوں میں راضی کر سکے گا، کیونکہ لوگ اور دنیاوی چیزیں مثلاً سوشل میڈیا فیشن اور ثقافت، طبیعت میں چست ہیں۔ جب تک کوئی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے گا، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرے گا اور ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طور پر جگہ دے گا۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ ان کے برے ساتھیوں کی جگہ لے گا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر تنقید کرتے ہیں، اچھے ساتھی ان کو اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دیتے ہیں جس سے اس دنیا میں ان کے ذہنی سکون میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ ان کا طرز عمل انہیں قیامت کے دن ان کے احتساب کے لیے تیار کرتا ہے، وہ انہیں ایسی چیزوں کا بدلہ دے گا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ باب 5 المائدہ، آیات 84-85

اور ہم اللہ پر اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اس پر کیوں ایمان نہ لائیں؟ اور ہم امید کرتے ہیں کہ "ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ [جنت میں] داخل کرے گا۔" تو اللہ نے ان کو ان کے کہنے کے بدلے میں ایسے باغات [جنت میں] دیئے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔" اور یہ نیکی کرنے والوں کا بدلہ ہے۔

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہتا ہے اس مقصد سے کہ معاشرے کی خوشنودی اور اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کیا جائے وہ لازماً ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی خلفشار کا شکار ہوں گے، وہ اپنی ترجیحات اور تعلقات کو درست طریقے سے منظم کرنے میں ناکام رہیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ یہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے ان کے پاس کتنی ہی مادی آسائشیں کیوں نہ ہوں۔ درحقیقت جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے، جب کہ وہ زبانی طور پر اس پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، اس کے ایمان کے بغیر اس دنیا سے جانے کا خطرہ ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 86

”لیکن جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ جہنم کے ساتھی ہیں۔“

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پہلے پہولنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے دیکھ بھال اور پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی سے محروم پودا مرجھا کر مر جاتا ہے، اسی طرح کسی شخص کا ایمان بھی کم ہو کر مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ ایک گہرے نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

لہذا، افراد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانے اور نافذ کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے چاہے یہ تعلیمات ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ جس طرح ایک عقلمند مریض اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ اس کی اپنی بھلائی کے لیے ہے، خواہ اس میں ناخوشگوار علاج اور سخت غذائی پابندیاں شامل ہوں، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی اصولوں پر عمل کرتا ہے، ذہنی اور جسمانی تندرستی پائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دماغ اور جسم کی ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام پہلوؤں کو صحیح طور پر ترجیح دینے کے لیے ضروری حتمی علم ہے۔ معاشرے کے اندر انسانی ذہنی اور جسمانی حالات کی اجتماعی تفہیم، وسیع تحقیق کے باوجود، ہر ایک کو درپیش چیلنجوں سے نمٹنے میں ناکام ہے۔ انسانی مشورے ہر قسم کے

تناؤ کو ختم نہیں کر سکتے اور نہ ہی علم، تجربے، دور اندیشی اور تعصب کی وجہ سے زندگی کی پیچیدگیوں کو نیویگیٹ کرنے میں مدد کر سکتے ہیں۔ یہ جامع علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو اس نے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کے ساتھ شیئر کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرنے سے یہ بات ان لوگوں کے مقابلے میں واضح ہوتی ہے جو نہیں مانتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کے پیچھے سائنس کو نہیں سمجھ سکتے اور اپنے ڈاکٹروں پر اندھا بھروسہ کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ ان کے فائدہ مند اثرات کو پہچان سکے۔ وہ اندھا یقین نہیں مانگتا۔ بلکہ وہ لوگوں کو ان تعلیمات کی حقیقت کو واضح ثبوتوں کے ذریعے پہچاننے کی دعوت دیتا ہے۔ اس سفر کے لیے اسلام کے اصولوں کو تلاش کرتے وقت ایک کھلی اور غیر جانبدارانہ ذہنیت کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

، اس کے علاوہ، چونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے روحانی دلوں کا واحد مالک ہے، ذہنی سکون کا گھر ہے، اس لیے وہی طے کرتا ہے کہ یہ سکون کس کو ملتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔"

اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ہی سلامتی عطا کرتا ہے جو اس کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

”لیکن جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ جہنم کے ساتھی ہیں۔“

آخر میں، چونکہ تمام مخلوقات اللہ کے مکمل اختیار میں ہے، اس لیے افراد کو اس کے احکام پر عمل کرنا چاہیے۔ جس طرح کسی کو اپنی حکومت کے قوانین کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اسی طرح اگر وہ خالق کائنات کی ہدایات کو نظر انداز کر دیں تو انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ کوئی شخص کسی ملک کو چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے اگر وہ اس کے قواعد و ضوابط سے متفق نہ ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ کے غلبہ سے کوئی فرار نہیں ہے۔ اگرچہ معاشرتی قوانین کو بدلا جا سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ الہی قوانین ناقابل تغیر رہتے ہیں۔ جس طرح ایک گھر کا مالک دوسروں کی رائے سے قطع نظر اپنی رہائش کے قوانین قائم کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کائنات پر حکومت کرتا ہے اور اس کے قوانین کا تعین کرتا ہے، خواہ انسان کی رضامندی کچھ بھی ہو۔ اس لیے اپنے فائدے کے لیے ان الہی ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ رضامندی سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اس نے ان کو عطا کی ہیں جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں دی گئی ہے۔ افراد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممنوعات کے پیچھے حکمت کو سمجھنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، اپنے اور معاشرے کے لیے ان کے فوائد کو پہچانتے ہوئے، دونوں جہانوں میں سکون کا باعث بن سکتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک کر اسلامی تعلیمات کو مسترد کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، انہیں دونوں جہانوں میں اپنے فیصلوں کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض یا شکایت انہیں نتائج سے بچا نہیں سکتی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ
اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٨٧﴾

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ
﴿٨٨﴾

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُمْ الْأَيْمَانَ
فَكَفَرْتُمْ ؕ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ
كَسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ
أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ ءَايَتِهِ ؕ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ﴿٨٩﴾

يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْهَوْنَ ﴿٩١﴾

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ عَلَى رَسُولِنَا

الْبَلَّغُ الْمُبِينُ ﴿٩٢﴾

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا
وَءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَءَامَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

﴿٩٣﴾

يَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لِيَبْلُوَنَكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالَهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ

اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَن أَعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَعَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٤﴾

يَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَقْنَلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَن قَنَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ

مَا قَتَلَ مِنَ النِّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُم هَدِيًّا بَلِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَرَةٌ طَعَامُ

مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكِ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ

فَيَنْقِمِ اللَّهُ مِنْهُ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾

أَحَلَّ لَكُمْ صَيْدَ الْبَحْرِ وَطَعَامَهُ، مَتَّعْنَا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ

مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾

❁ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

وَالْقَلِيدَ ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ

اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٩٧﴾

أَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩٨﴾

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٩٩﴾

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَيْثُ وَالطَّيْبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَيْثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ

يَتَأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ﴿١٠٠﴾

يَتَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَ لَكُمْ تَسْأَلُكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا

عَنْهَا حِينَ يُنْزَلُ الْقُرْءَانُ تُبَدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾

قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ﴿١٠٢﴾

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَكَثُرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٣﴾

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا

وَجَدْنَا عَلَيْهِ ءَابَاءَنَا أُولُو كَانٍ ءَابَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٤﴾

يَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مِّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى

اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں" اور زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور کھاؤ جو اللہ نے تمہیں دیا ہے وہ حلال اور پاکیزہ ہے۔ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

اللہ تم پر تمہاری بے معنی قسموں کا الزام نہیں لگائے گا، لیکن وہ تم پر اس بات کا الزام عائد کرے گا کہ تم نے جو قسمیں کھائی تھیں۔ تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اس اوسط میں سے کھانا کھلانا ہے جو آپ اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہیں یا انہیں لباس پہناتے ہیں یا ایک غلام آزاد کرتے ہیں۔ لیکن جس کو نہ ملے [یا اس کی استطاعت [تو تین دن کا روزہ [ضروری ہے]۔ یہ قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا چکے ہو۔ لیکن اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اس طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ تم شکر گزار بنو۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بیشک نشہ، جوا، پتھر کی قربان گاہوں پر [قربانی [اور طاغوت کے تیر شیطان کے کام سے ناپاک ہیں، پس اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ نشہ اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کرے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے۔ تو کیا تم باز نہیں آؤ گے؟

اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور بچو۔ اور اگر تم روگردانی کرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو صرف واضح اطلاع ہے۔

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان پر جو کچھ کھایا ہے اس میں کوئی گناہ نہیں اگر وہ [اب] اللہ سے ڈریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں پھر اللہ سے ڈریں اور ایمان لائیں اور پھر اللہ سے ڈریں اور نیک عمل کریں۔ اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ ضرور تمہاری آزمائش اس کھیل کے ذریعے کرے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکتے ہیں، تاکہ اللہ ان لوگوں کو ظاہر کر دے جو بن دیکھے اس سے ڈرتے ہیں۔ اور جو اس کے بعد زیادتی کرے گا اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، حالت حج میں قتل و غارت نہ کرو۔ اور تم میں سے جو کوئی جان بوجھ کر اسے مارے تو قربانی کے جانوروں کے برابر اس کا جرمانہ ہے، جیسا کہ تم میں سے دو عادل آدمیوں نے کعبہ پر چڑھایا ہوا نذرانہ یا کفارہ ہے: مسکینوں کو کھانا کھلانا یا روزے کے برابر، تاکہ وہ اپنے انجام کا مزہ چکھے۔ اللہ نے جو گزر چکا ہے اسے معاف کر دیا ہے۔ لیکن جو واپس آئے گا اللہ اس سے بدلہ لے گا۔ اور اللہ غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔

تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے لیے حلال ہے اور تم پر خشکی کا شکار جب تک تم حج کی حالت میں ہو حرام ہے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم جمع کیے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے کھڑا کیا ہے اور حرمت والے مہینوں اور قربانی کے جانوروں اور ہاروں کو [جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں] کو بنایا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

رسول پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے سوائے اطلاع کے۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

کہو، "برائی اور نیکی برابر نہیں، اگرچہ برائی کی کثرت تمہیں متاثر کر سکتی ہے۔" پس اے عقل والو اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو اگر تمہیں دکھا دی جائیں تو تمہیں تکلیف پہنچتی ہیں۔ لیکن اگر آپ قرآن کے نازل ہونے کے وقت ان کے بارے میں پوچھیں گے تو وہ آپ کو دکھائے جائیں گے۔ اللہ نے اسے معاف کر دیا ہے [جو گزر چکا ہے]۔ اور اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے۔

تم سے پہلے لوگوں نے اس طرح کے سوالات کئے۔ پھر وہ اس طرح کافر ہو گئے۔

بحیرہ یا سائبہ یا وصیلہ یا حام کو مقرر نہیں کیا ہے۔ لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ حالانکہ ان کے باپ دادا کچھ نہیں جانتے تھے اور نہ وہ ہدایت یافتہ تھے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر اپنی ذمہ داری ہے۔ جو لوگ گمراہ ہوئے ہیں وہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے جب کہ آپ ہدایت پا چکے ہیں۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو مل کر لوٹنا ہے۔ "پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے تھے۔"

جب اللہ تعالیٰ، مومنین کو قرآن پاک میں طلب کرتا ہے، تو اس کی دعوت کو اکثر ان کے ایمان کے اعلانیہ کی حقیقت سے جوڑ دیا جاتا ہے۔ اسلام میں، عقیدے کا محض زبانی اثبات، متعلقہ اعمال کے بغیر کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اعمال کے ذریعے ہی انسان اپنی وابستگی کا مظاہرہ کرتا ہے اور دنیا اور آخرت دونوں میں اجر اور رحمت حاصل کرتا ہے۔ جس طرح ایک پھل دار درخت کی قدر اس کے پھل کے لیے ہوتی ہے، اسی طرح ایمان تب ہی معنی خیز ہے جب وہ مثبت اعمال میں ظاہر ہو۔ اس معاملے میں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ اہل کتاب کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کریں جن کی ابتدائی آیات میں بحث کی گئی ہے، جنہوں نے جان بوجھ کر اپنی دنیاوی خواہشات کے مطابق قوانین الہی کو تبدیل کیا۔ باب 5 المائدہ، آیت 87

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں۔"

اس لیے یہ آیت مذہبی بدعات کے خلاف تنبیہ کرتی ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو ہدایت کے دو ذرائع پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات دینی علم کے متبادل ذرائع سے مشغول اور دینی علم کے دیگر تمام ذرائع سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ہونا، خواہ وہ مثبت کاموں کی ترغیب دیتے ہوں، رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع پر عمل پیرا ہونے میں کمی لا سکتے ہیں، جو بالآخر گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو بھی عمل ان دو منابع میں نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید برآں، دیگر مذہبی تعلیمات پر انحصار افراد کو ایسے عقائد کو اپنانے پر مجبور کر سکتا ہے جو اسلامی اصولوں سے متصادم ہوں۔ یہ بتدریج انحراف یہ ہے کہ شیطان کس طرح لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، چیلنجوں کا سامنا کرنے والے شخص کو اسلامی تعلیمات کے خلاف کچھ روحانی مشقیں کرنے کی ترغیب دی جا سکتی ہے۔ اگر یہ فرد بے خبر ہے اور متبادل مذہبی ذرائع کی پیروی کرنے کا عادی ہے، تو وہ آسانی سے اس جال میں پھنس سکتا ہے، ایسے طریقوں میں ملوث ہو سکتا ہے جو براہ راست اسلام سے متصادم ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد رکھنے لگتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتے، جیسا کہ یہ تصور کہ لوگ یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کا حکم دے سکتے ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ دو اہم رہنماؤں سے باہر کے ذرائع سے اخذ کی گئی ہے۔ ان میں سے کچھ گمراہ کن عقائد اور عمل، جیسے کالا جادو کرنا، کفر کی صریح شکل ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سليمان عليہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور” جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں ”سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔

اس لیے ایک مسلمان غیر دانستہ طور پر مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرتے ہوئے اپنے عقیدے سے دور ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی اختراعات میں مشغول ہونا جن کی رہنمائی کے بنیادی ذرائع میں بنیاد نہیں ہے، شیطان سے متاثر ہونے والے راستے پر لے جا سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ: آیت 208

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو”
”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

شیطان کی پیروی کرنا فاسق ہے جس کے خلاف آیت 87 خبردار کرتی ہے جو کہ مذہبی بدعات کا براہ راست نتیجہ ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 87

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ”
”اور زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حتیٰ کہ ایسے حالات میں بھی جہاں ایک مسلمان کا مقصد روحانی تربیت حاصل کرنا ہے تاکہ وہ اپنی خواہشات پر قابو پا سکیں، انہیں حلال چیزوں کو حرام کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے

قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق روحانی تربیت کرنا چاہیے۔ روحانی مشقوں میں حصہ لیتے وقت دینی علم کے دیگر ذرائع کی پیروی صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے متصادم ہونے کا سبب بنے گی۔ اور یہ صرف گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو ایک خاص مثال کے ساتھ ہدایت کے دو ذرائع پر ہر وقت ثابت قدم رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 88

"...اور کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں دیا ہے حلال اور پاکیزہ "

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حلال کیا ہے وہ فطری طور پر پاکیزہ ہے اور لوگوں کے لیے فائدہ مند ہے اور توسیع کے لحاظ سے اس نے ہر چیز کو حرام قرار دیا ہے جو لوگوں کے لیے فطری طور پر نقصان دہ اور ناپاک ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ، کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کا واحد خالق ہے، اس لیے وہ اس بات کا حتمی فہم رکھتا ہے کہ انسانوں کے لیے کیا فائدہ مند اور نقصان دہ ہے، یہاں تک کہ جب ایسی سچائیاں فوری طور پر ظاہر نہ ہوں۔ مثال کے طور پر، حالیہ سائنسی مطالعات نے شراب کے جسم اور دماغ دونوں پر بہت سے نقصان دہ اثرات کی نقاب کشائی کی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے 1400 سال پہلے حرام کر دیا تھا۔

ایک مسلمان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ صرف وہی چیز تلاش کرے جو صحت بخش اور غذائیت سے بھرپور ہو۔ اس اصول کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر میں درج ایک حدیث میں نمایاں کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ دیا ہے کہ پیٹ کو 2380 متوازن طریقے سے بھرنا چاہیے: ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی ہوا کے لیے۔ اس توازن کو مکمل طور پر بھرا ہوا محسوس کرنے سے پہلے رکنے سے بہترین طریقے سے برقرار رکھا جاتا ہے، جس سے یہ واضح کیے بغیر کہ کسی نے پہلے ہی کھا لیا ہے، دوسرے

کھانے سے لطف اندوز ہونے کا امکان فراہم کیا جاتا ہے۔ ضرورت سے زیادہ خوراک اور ناقص غذا کا انتخاب متعدد ذہنی اور جسمانی صحت کے مسائل کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کے برعکس، ایک متوازن اور صحت مند غذا پر عمل کرنا جیسا کہ اسلام میں بیان کیا گیا ہے، دماغ اور جسم دونوں میں ہم آہنگی کے حصول میں نمایاں طور پر حصہ ڈال سکتا ہے، بالآخر سکون کے احساس کو فروغ دیتا ہے۔ اس کے برعکس، ان غذائی رہنما اصولوں کو نظر انداز کرنا اور جو حرام ہے اس کا استعمال ذہنی اور جسمانی عدم توازن کا باعث بنے گا جو صحت کے مختلف مسائل کا باعث بنے گا۔

عام طور پر، اسلام میں، صرف مٹھی بھر اعمال کو غیر قانونی سمجھا جاتا ہے، خاص طور پر وہ جہاں ممکنہ نقصان کسی بھی سمجھے جانے والے فوائد سے زیادہ ہو۔ مثال کے طور پر، شراب اور جوئے پر پابندی سے پہلے، اللہ تعالیٰ نے اس اصول پر روشنی ڈالتے ہوئے اعلان کیا کہ ان سرگرمیوں کا نقصان ان فوائد سے کہیں زیادہ ہے جو ان سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ ہر ایک کے لیے واضح ہے جس میں معمولی سی عقل ہے۔ باب 2 البقرہ 219

وہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور ”لوگوں کے لیے کچھ فائدہ بھی ہے۔“

اس کے علاوہ اسلام کے اصول صرف اور صرف انسانیت کی فلاح کے لیے موجود ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو انسانوں کی پیروی یا سرکشی سے نہ کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور نہ نقصان۔ باب 60 الممتحنہ، آیت 6

”اور جو منہ پھیرے گا تو اللہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔“

لہذا، اپنی فلاح و بہبود کے لیے، افراد کو چاہیے کہ وہ اسلام کے اصولوں کو اپنائیں اور ان پر عمل کریں، اور ان کو عطا کردہ تحائف کو اس طریقے سے استعمال کریں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ یہی دنیا اور آخرت دونوں میں سکون اور کامیابی کا : النحل، آیت 97 16 راستہ ہے۔ باب

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اگر وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتے ہیں، تو وہ مادی اموال جن سے وہ چمٹے ہوئے ہیں، دونوں جہانوں میں پریشانی، اضطراب اور انتشار کا باعث بن جائیں گے، کیونکہ وہ ان چیزوں کا پیچھا کرتے ہیں جو بالآخر انہیں جسم اور دماغ دونوں میں نقصان پہنچاتی ہیں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

:باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

انہیں عقلمند مریض کی تقلید کرنی چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کی ہدایت پر دھیان دیتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، یہاں تک کہ جب ناخوشگوار دوائیوں اور سخت غذا کا سامنا کرنا پڑے۔

باب 5 المائدة، آیت 88

"...اور کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں دیا ہے حلال اور پاکیزہ "

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ غیر قانونی طریقوں سے حاصل کی گئی کوئی بھی دولت یا مال بالآخر فرد پر بھاری پڑے گا۔ اس طرح کے ناجائز مال سے کیے جانے والے تمام نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی نظروں سے اوجھل ہوں گے، جس کے نتیجے میں ان کے گناہوں اور عذابوں میں اس دنیا اور آخرت میں اضافہ ہوگا، جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیتوں پر ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کی کمائی اور استعمال میں ہے۔ اگر بنیاد ہی خراب ہے تو اس سے پیدا ہونے والی ہر چیز بھی فاسد ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا، خواہ وہ اعمال کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن اس طرح کا برتاؤ کرنے والے کے انجام کی پیشین گوئی کے لیے کسی کو عالم ہونے کی ضرورت نہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 88

”اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔“

مسلمانوں کو مذہبی بدعات سے بچنے کی تنبیہ کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی تعلیمات کو ہر حال میں عملی طور پر نافذ کرنے کی تاکید کرتا ہے، خواہ دنیوی ہو یا مذہبی، ایک خاص مثال کے ساتھ باب 5 المائدة، آیت 89

اللہ تم پر تمہاری بے معنی قسموں کا الزام نہیں لگائے گا، لیکن وہ تم پر اس بات کا الزام عائد کرے " ...گا کہ تم نے جو قسمیں کھائی ہیں

ایک مسلمان کو چاہیے کہ جب بھی اس کے دنیاوی مفادات کے مطابق وعدہ خلافی کی منافقانہ صفت اختیار کرنے سے گریز کرے۔ سب سے اہم عہد جو مسلمان کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، جو اسے اپنا رب اور خدا تسلیم کرنے پر قائم ہوتا ہے۔ یہ عہد اس کے احکام پر عمل کرنے، اس کی ممانعتوں سے بچنے اور زندگی کے چیلنجوں کا صبر کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق مقابلہ کرنے پر مشتمل ہے۔

مزید برآں، دوسروں سے کیے گئے تمام وعدوں کا احترام کیا جانا چاہیے، خاص طور پر وہ وعدے جو والدین نے اپنے بچوں سے کیے ہیں، جب تک کہ ایسا نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہ ہو۔ وعدوں کی پاسداری میں ناکامی بچوں میں منفی خصلتوں کو جنم دے سکتی ہے اور انہیں یقین دلاتی ہے کہ بے ایمانی اور خیانت ایک قابل قبول رویہ ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2227 میں درج ایک آسمانی حدیث میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص اس کے نام پر کوئی وعدہ کرے اور بعد میں اسے بغیر کسی جواز کے توڑ دے تو وہ اس کی مخالفت کرے گا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس طرح اٹھائی ہو وہ قیامت کے دن کامیابی کی امید کیسے رکھ سکتا ہے؟ جب ممکن ہو دوسروں سے وعدے کرنے سے گریز کرنا عموماً دانشمندی ہے۔ تاہم جب کوئی جائز وعدہ کیا جائے تو اسے پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ باب 17 الاسراء، آیت 34

”اور [ہر عہد کو پورا کرو، بیشک عہد ہمیشہ] جس کے بارے میں [سوال کیا جائے گا۔“

باب 5 المائدة، آیت 89

اللہ تم پر تمہاری بے معنی قسموں کا الزام نہیں لگائے گا، لیکن وہ تم پر اس بات کا الزام عائد کرے"
"...گا کہ تم نے جو قسمیں کھائی ہیں

عام طور پر، یہ آیت مسلمانوں کو اپنی تقریر پر قابو پانے کی ترغیب دیتی ہے۔ تقریر کو تین الگ الگ اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم نقصان دہ تقریر ہے جس سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔ دوسری قسم فائدہ مند تقریر ہے، جس کا اظہار صحیح وقت پر ہونا چاہیے۔ تیسری قسم فضول گفتگو ہے۔ جب کہ یہ نہ تو گناہ ہے اور نہ ہی نیکی، یہ کسی کو گناہ کی بات کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے، اور اسے اس سے دور رہنے میں بھی عقلمندی پیدا کر سکتا ہے۔ مزید برآں، فضول باتوں میں مشغول ہونا قیامت کے دن پشیمانی کے جذبات کا باعث بن سکتا ہے، جب لوگ فضول باتوں اور چیزوں پر ضائع ہونے والے وقت اور مواقع پر غور کرتے ہیں۔ اس طرح، ایک مسلمان کو یا تو مثبت بات کرنے یا خاموش رہنے کی ترغیب دی جاتی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 176 میں موجود ایک حدیث میں مشورہ دیا گیا ہے۔

جیسا کہ وعدہ کی پاسداری ایک سنگین معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کرنے والے کے لیے کفارہ مقرر کرتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 89

پس اس کا کفارہ ہے دس مسکینوں کو کھانا کھلانا اس اوسط میں سے جو تم اپنے اہل و عیال کو..."
کھلاتے ہو یا ان کو لباس پہناتے ہو یا ایک غلام آزاد کرتے ہو، لیکن جس کو نہ ملے تو تین دن کا

روزہ [ضروری ہے]، یہ قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا چکے ہو، لیکن اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

چونکہ اسلام بالکل متوازن مذہب ہے، یہاں تک کہ اس کا کفارہ بھی لوگوں کی طاقت کے مطابق ہے۔
باب 2 البقرہ، آیت 286:

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اس کے علاوہ، پوری تاریخ میں، تنازعات اور جنگوں کے دوران افراد کو غلام بنانے کے لیے ان کو پکڑنے کا رواج تمام ثقافتوں میں رائج تھا۔ اس تناظر میں، اسلام نے اس بات کو یقینی بنانے کی ضرورت کو تسلیم کیا کہ غیر مسلم جنگ میں غلاموں کو پکڑنے سے منع کر کے مسلمانوں سے ناجائز فائدہ حاصل نہ کریں۔ اس طرح کی ممانعت مسلم غلاموں کی بڑھتی ہوئی آبادی کا باعث بنے گی جبکہ غیر مسلم غلاموں کی تعداد کم ہو جائے گی۔ مزید برآں، اس سے اسلام کے دشمنوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے میں مزید جرات ہوتی۔ نتیجتاً اسلام نے غلاموں کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے اہم اقدامات کیے، ان کے ساتھ انتہائی احترام اور ہمدردی کے ساتھ سلوک کرنے کی تلقین کی۔ اللہ تعالیٰ نے غلاموں کے ساتھ خاندان جیسا سلوک کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے غلاموں کو وہی کھانا فراہم کریں جو وہ کھاتے ہیں، انہیں اسی طرح کے کپڑے پہنائیں، اور ان پر ضرورت سے زیادہ کام کرنے سے گریز کریں، بجائے اس کے کہ ان کے روزمرہ کے کاموں میں مدد کریں۔ یہ رہنمائی صحیح مسلم نمبر 4313 کی ایک حدیث میں درج ہے۔ مزید برآں، اسلام کا مقصد غلامی کو ختم کرنا ہے اور غلام آزاد کرنے کے عمل کو ایک انتہائی نیک عمل کے طور پر فروغ دینا ہے، اس طرح کے اعمال کے لیے خاطر خواہ انعامات کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے غلاموں کو آزاد کیا، انہیں جہنم سے آزادی کی یقین دہانی کرائی گئی، جیسا کہ جامع ترمذی، نمبر 1541 کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔ مزید برآں، اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کے عمل کے طور پر مخصوص گناہوں کے کفارہ کی پہلی شکل قائم کی۔ مثال کے طور پر، باب 58 المجادلہ، آیت 3:

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے احرار کرتے ہیں اور پھر اپنی کہی ہوئی بات پر پلٹ جاتے ہیں تو ان کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ضروری ہے، اس سے تمہیں یہی نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اسلامی معاشرے میں ان تعلیمات کو اپنانے کے بعد، غلاموں کو خاندان کا حصہ سمجھا جاتا تھا، جس کے نتیجے میں غلامی کے وسیع پیمانے پر رواج کا خاتمہ ہوا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ دنیا کے بعض خطوں میں مالی غلامی سمیت مختلف قسم کی غلامی برقرار ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالی امداد سمیت اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اس طرح کی ناانصافیوں کے مکمل خاتمے میں اپنا حصہ ڈالیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو رہنمائی فراہم کی ہے اس کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ اس کی رہنمائی اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ لوگ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس سے انہیں دماغ اور جسم کا ہم آہنگ توازن حاصل کرنے میں مدد ملے گی اور انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طریقے سے ترجیح دینے میں مدد ملے گی، ساتھ ہی ساتھ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے بھی تیار ہوں گے۔ ایسا طرز عمل بالآخر دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ اس کے علاوہ، الہی ہدایت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق پورے ہوں۔ اس سے معاشرے میں انصاف اور امن پھیلے گا۔ انفرادی اور سماجی سطح پر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کی صلاحیت حاصل کرنا ایک ایسی چیز ہے جس کے لیے ہر ایک کو شکر گزار ہونا چاہیے۔ باب 5 المائدة، آیت 89

”اس طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر گزار بنو۔“

نیت میں سچی شکرگزاری کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ تقریر میں، اس میں مثبت تقریر کا اظہار کرنا یا خاموشی کا انتخاب کرنا شامل ہے۔ اعمال میں، اس کا تقاضا ہے کہ کسی شخص کو عطا کی گئی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو باب 14 عملاً شکر ادا کرے گا اسے دونوں جہانوں میں زیادہ برکتیں، رحمتیں اور سکون ملے گا۔
:ابراہیم، آیت 7

”... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا“

اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو اہل کتاب کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کرنے کی ترغیب دیتا رہتا ہے جو عمل کے ساتھ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت کرنے میں ناکام رہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 90:

اے ایمان والو، بے شک نشہ، جوا، پتھروں کی بدولت اور طاغوتی تیر شیطان کے کاموں سے ناپاک ”
“ہیں، لہذا اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اسلام کے ابتدائی دنوں میں، شراب اور جوئے پر مکمل پابندی نہیں تھی، کیونکہ وہ عرب ثقافت کے تانے بانے میں گہرے طور پر بنے ہوئے تھے۔ بالکل ایک ماہر طبیب کی طرح جو مریض کی دوائیوں کو احتیاط سے ایڈجسٹ کرتا ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ یہ قابل برداشت ہے، اللہ تعالیٰ نے بعض احکام اور ممانعتوں کے ساتھ تدریجی طریقہ اختیار کیا، جن میں شراب اور جوئے کے متعلق بھی شامل ہیں۔ یہ طریقہ غیر مسلم طرز زندگی سے ایک مضبوط مسلم عقیدے کی طرف منتقل ہونے والے افراد کے لیے ایک ہموار منتقلی کی سہولت کے لیے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ تمام حتمی احکام اور ممنوعات کو ایک ساتھ نافذ کرنا اس سفر کو مزید مشکل بنا دیتا۔ باب 2 البقرہ، آیت 219

وہ تم سے نشہ اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدہ بھی ہے۔ لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔

:اور باب 4 النساء آیت 43

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ تم یہ نہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“

:اور آخر میں باب 5 المائدہ آیت 90

اے ایمان والو، بے شک نشہ، جوا، پتھر کی چٹانیں، اور طاغوتی تیر شیطان کے کام سے ناپاک ہیں“ لہذا اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

تاہم، اللہ تعالیٰ نے شروع سے ہی واضح کر دیا کہ اسلام میں ایک بنیادی اصول ہے جسے تسلیم کرنا ضروری ہے، چاہے اس وقت کسی چیز کو حرام ہی کیوں نہ سمجھا گیا ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 219

وہ تم سے نشہ اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدہ بھی ہے۔ لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ سکھاتا ہے کہ اگر کسی چیز کے منفی نتائج اس کے ظاہری فوائد سے زیادہ ہوں تو اسے ترک کر دینا چاہیے، چاہے اسے اسلام میں واضح طور پر حرام نہ سمجھا جائے۔ اس اصول پر عمل کرنا انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔ مزید برآں اسلام ایک شفاف اور سچا عقیدہ ہے، جو اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ غیر قانونی اعمال کچھ وقتی لذت پیش کر سکتے ہیں۔ تاہم، ایک سمجھدار فرد ان عارضی اور معمولی فوائد کو نظر انداز کر دے گا جب اپنے اور اپنے پیاروں کے لیے مجموعی طور پر نقصان زیادہ اہم ہو گا۔

سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 3371 میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ مسلمان کو شراب پینے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ یہ ہر قسم کی برائیوں کا دروازہ ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان یہ سنگین فتنہ گزشتہ برسوں میں بڑھتا چلا گیا ہے۔ یہ تمام برائیوں کی جڑ کے طور پر کام کرتا ہے، جس سے دوسرے گناہوں کی جھڑپ ہوتی ہے۔ یہ واضح ہے، کیونکہ نشہ کسی کی بات اور عمل کو خراب کرتا ہے۔ خبروں پر ایک نظر شراب کے استعمال سے منسلک جرائم کی حد کو ظاہر کرتی ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ اعتدال پسندی میں مبتلا ہیں وہ اپنے جسم کو نقصان پہنچاتے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے جس کی سائنسی تحقیق سے تائید ہوتی ہے۔ الکحل سے منسلک جسمانی اور ذہنی صحت کے بے شمار مسائل نیشنل ہیلتھ سروس اور ٹیکس دہندگان پر یکساں طور پر کافی دباؤ پیدا کرتے ہیں۔ یہ درحقیقت تمام برائیوں کی جڑ ہے، جس کا جسم، دماغ اور روح پر منفی اثر پڑتا ہے۔ الکحل باہمی تعلقات کو ختم کرتا ہے، کیونکہ یہ رویے کو منفی طور پر تبدیل کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، شراب کے استعمال اور گھریلو تشدد کے درمیان ایک واضح ربط موجود ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 90

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بے شک نشہ، جوا، پتھر کی چٹانیں اور طاغوتی تیر شیطان کے کام سے ”
”ناپاک ہیں، لہذا اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت میں شرک سے جڑے عناصر کے ساتھ شراب نوشی کا جوڑ اس سے دور رہنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

یہ سخت فسق اس قدر شدید ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 3376 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ شراب نوشی کرنے والوں کو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا۔

سنن ابن ماجہ، نمبر 3380 کی ایک حدیث میں شراب کی دس الگ الگ طریقوں سے مذمت کی گئی ہے، شراب ایک اہم گناہ کے طور پر سامنے آئی ہے۔ اس مذمت میں شراب خود، اس کا پیدا کرنے والا، مطلوبہ وصول کنندہ، بیچنے والا، خریدار، ٹرانسپورٹر، نقل و حمل کا وصول کنندہ، اس کے پینے والے مالی طور پر فائدہ اٹھانے والے، اس کی خدمت کرنے والے فرد کو شامل کیا گیا ہے۔ کسی ایسی چیز کے ساتھ مشغول ہونا جو اس قدر اچھی طرح سے ملعون ہو اس وقت تک حقیقی کامیابی کی کمی کا باعث بنے گی جب تک کہ کوئی واقعی توبہ نہ کرے۔

الکحل کی لت پر قابو پانا بلاشبہ ایک مشکل کام ہے، لیکن اس کے باوجود زہریلے دوستوں جیسے منفی اثرات سمیت فتنوں کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ مشاورت کے ذریعے مدد کی تلاش بہت ضروری ہے۔
یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کی طاقت سے زیادہ ذمہ داریاں نہیں ڈالتا۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔“

یہ ٹولز اس بڑے گناہ سے مستقل طور پر پاک رہنے میں مدد کریں گے۔

باب 5 المائدة، آیت 90

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بے شک نشہ، جوا، پتھر کی چٹانیں اور طاغوتی تیر شیطان کے کام سے ”ناپاک ہیں، لہذا اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

جوا کسی فرد کے وجود کے ہر پہلو پر تباہی مچا دیتا ہے، جس سے ان کے کیریئر، صحت، مالیات اور خاندانی تعلقات متاثر ہوتے ہیں۔ اس کا تعلق متعدد دیگر برائیوں اور ذہنی صحت کے چیلنجوں سے ہے، بشمول شراب نوشی، ڈپریشن، اور خودکشی کے خیالات۔ جیسا کہ آیت 219 میں روشنی ڈالی گئی ہے جب کہ کوئی شخص کبھی کبھار جوئے کے ذریعے پیسہ جیت سکتا ہے، بالآخر، وہ خود کو نقصان میں پائیں گے۔ یہ ان لوگوں میں بھی واضح ہے جو جیتنے نظر آتے ہیں، کیونکہ زیادہ دولت کے لیے ان کی لاتعلقی کا لالچ صرف شدت اختیار کرتا ہے، اور ان سے ذہنی سکون چھین لیتا ہے جو ان کے جوئے کے فوائد سے حاصل ہو سکتا ہے۔ مزید برآں، چونکہ جوا حرام ہے، اس لیے حاصل کی گئی کوئی بھی دولت بوجھ بن جاتی ہے، جس سے دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں تناؤ، مایوسی اور پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں، لطف اندوزی کے لمحات کے باوجود، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قابو اور قدرت سے نہیں بچ سکتے۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور باب 9 توبہ آیت 82 میں

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ ہر وہ نیک عمل جس کی جڑیں ناجائز منافع پر ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ نتیجتاً، ایک فرد کو شراب، جوا، اور کسی بھی دوسری سرگرمیوں سے دور رہنا چاہیے جہاں ممکنہ نقصان کسی بھی سمجھے جانے والے فوائد سے کہیں زیادہ ہو۔ باب 5 المائدۃ: آیت 91

شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ تم میں نشہ اور جوئے کے ذریعے عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز نہیں آتے؟

یہ واضح ہے کہ شراب اور جوا کس طرح لوگوں کے درمیان عداوت اور نفرت کو فروغ دیتا ہے۔ شرابی اکثر ایسا کہتا اور کرتا ہے جو دوسروں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے اور جواہی کا لالچ ہی ان کے رشتوں کو تباہ کرتا ہے۔ ان برائیوں سے شیطان کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو بھول جائے۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی انتشار کی حالت میں پائیں گے، اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے آپ کو اپنے آپ کو جوابدہی کے لیے ناکافی طور پر تیار کر رہے ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، باوجود اس کے کہ وہ اس دنیا میں تجربہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو لوگ شراب اور جوا کھیلتے ہیں وہ فرض نماز جیسے بنیادی واجبات سے بچ جائیں گے۔ جیسا کہ فرض نمازوں میں سے ایک بنیادی کردار لوگوں کو روز قیامت کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے کی یاد دہانی کرنا ہے، کیونکہ نماز کا ہر مرحلہ قیامت کے دن ہونے والے واقعات سے براہ راست جڑا ہوا ہے، اس لیے جو اپنی نماز قائم کرنے میں ناکام رہے گا، وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے میں لامحالہ ناکام رہے گا۔ لہذا یہ رویہ انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی مزید ترغیب دے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے تو وہ لامحالہ اپنے تناؤ کی وجہ سے اپنی شریک حیات کی طرح دوسروں پر اپنا الزام غلط ٹھونس دیں گے۔ ان مثبت اثرات سے خود کو دور کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل کو بڑھاتے ہیں، جو ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ نمونہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو ان کو دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ مالدار اور مشہور، مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود۔

باب 5 المائدة، آیت 90

اے ایمان والو، بے شک نشہ، جوا، پتھر کی چٹانیں، اور طاغوتی تیر شیطان کے کام سے ناپاک ہیں”
 “لہذا اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

وہ جانور جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر معبودوں کے لیے پیش کیے گئے ہیں، کھانے سے روحانی خرابی پیدا ہو سکتی ہے جس سے کسی کے ایمان کو خطرہ ہو گا۔ اس طرح کے طریقوں میں مشغول ہونا اس یقین کو فروغ دے سکتا ہے کہ یہ دوسری چیزیں اس زندگی اور بعد کی زندگی میں فوائد فراہم کرسکتی ہیں۔ اس طرز فکر نے تاریخی طور پر شرک کو ہوا دی ہے اور ایک مسلمان کو نسبتاً عقائد کی طرف مائل کر سکتا ہے، چاہے یہ رجحانات فوری طور پر ظاہر نہ ہوں۔ باب 39 از زمر، آیت 3

بلاشبہ اللہ ہی کے لیے خالص دین ہے اور جو لوگ اس کے سوا کارساز بناتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ”ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔“

اپنے آپ کو دوسروں کے لیے وقف کرنا دونوں جہانوں میں مدد اور نجات کے لیے ان پر انحصار پیدا کر سکتا ہے، جو غیر ارادی طور پر سست اور گمراہ رویہ کی حوصلہ افزائی کر سکتا ہے۔ یہ رویہ لوگوں کو اس غلط تصور کے تحت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر مجبور کر سکتا ہے کہ دونوں جہانوں میں کوئی اور ان کی مدد کو آئے گا۔ بالآخر، یہ ذہنیت دونوں جہتوں میں مصیبت اور تکلیف کا باعث بنتی ہے۔ لہذا، زیر بحث اہم آیات اس بات پر روشنی ڈالتی ہیں کہ مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کے لیے مکمل اخلاص پیدا کرنے کی تاکید کی گئی ہے، دوسروں سے توثیق حاصل کرنے کے بجائے اس کی خوشنودی پر توجہ دیں۔ جو لوگ صرف اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی رضا حاصل کرنے کے لیے عمل کرتے ہیں، وہ اس کی طرف سے کوئی اجر نہیں پاتے، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں درج ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے۔

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ آیت 90 میں جو حتمی نکتہ اٹھایا گیا ہے، فیصلہ سازی کے لیے طاغوتی تیروں کے استعمال کے بارے میں، شرک کی ایک شکل کو ظاہر کرتا ہے۔ حرام کھانے کے عمل کو شرک کے ساتھ جوڑ کر اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اسلام طرز عمل کے لیے ایک جامع رہنما کے طور پر کام کرتا ہے۔ پیروکاروں کو اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیے، خواہ وہ ان کی خوراک، مالی معاملات، دوسروں کے حقوق، یا ان کے مذہبی عبادات بشمول فرض نمازیں۔ اس طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، جیسے کہ فرض نمازوں میں، لیکن دوسروں میں اس کے احکام کو نظر انداز کرتا ہے، مثلاً مالی معاملات میں، وہ ایک قسم کے معمولی شرک میں مبتلا ہے۔ وہ بنیادی طور پر بعض شعبوں میں اپنا اخلاقی ضابطہ تیار کر

رہے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کردہ الہی رہنمائی کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ اسلام ایک مکمل طرز عمل کا فریم ورک پیش کرتا ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں اور درپیش ہر چیلنج سے نمٹنا چاہیے۔ یہ کوئی لباس نہیں ہے جسے اپنی مرضی سے پہنا یا چھوڑ دیا جائے۔ جو لوگ اس طرح سے کام کرتے ہیں وہ بالآخر اپنی خواہشات کی تکمیل کرتے ہیں، قطع نظر اس کے برعکس کسی بھی: باب 25 الفرقان، آیت 43 دعوے کے۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جب کوئی شخص دل و جان سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتا ہے، زندگی کے تمام شعبوں میں خواہ وہ سیکولر ہو یا روحانی، وہ ہر حال میں صحیح رہنمائی حاصل کرے گا اور راہِ راست سے بھٹکنے سے بچ جائے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 90

”پس اس سے بچیں تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔۔۔“

جیسا کہ اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، اس کامیابی کی بنیاد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ اطاعت ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 92

”اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔“

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں قرآن کریم کے مختلف پہلوؤں کو پورا کرنا شامل ہے۔ اس میں اسے صحیح اور باقاعدگی سے پڑھنا، سمجھنا اور پھر اس پر عمل کرنا شامل ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو صرف اس زبان میں تلاوت کرنے سے گریز کرنا چاہیے جسے وہ سمجھ نہیں پاتے کیونکہ یہ قرآن پاک کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں ہے، کیونکہ یہ صرف تلاوت کی کتاب نہیں بلکہ ہدایت کی کتاب ہے۔ جس طرح نقشہ کسی انسان کو اس وقت تک منزل تک نہیں پہنچا سکتا جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے، اسی طرح قرآن پاک انسان کو دونوں جہانوں میں سکون قلب کی رہنمائی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اسے سمجھ کر اس پر عمل نہ کرے۔

اطاعت میں آپ کی زندگی اور تعلیمات کو سیکھنے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باب 3 ان پر عمل کرتے ہوئے ایمان، محبت اور احترام کے زبانی اعلان کی حمایت کرنا شامل ہے۔
:علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

:اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

:باب 4 النساء آیت 80 اور

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

اور باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

حسد، غرور اور لالچ جیسی برائیوں کو چھوڑتے ہوئے صبر، شکر اور سخاوت جیسی خوبیوں کو اپنانا، اس کی قابل احترام فطرت کی تصویر میں اپنے کردار کی آبیاری کرنا ضروری ہے۔ یہ تبدیلی اندرونی سکون کو پروان چڑھاتی ہے، کیونکہ مثبت خصلتوں کا مجسم ہونا ایک مثبت ذہنیت کو پروان چڑھاتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات سے سیکھ کر اور ان کو مجسم کر کے، لوگ مستند طور پر دنیا کے سامنے ان کی نمائندگی کر سکتے ہیں۔ اس ذمہ داری کو نظر انداز کرنے سے غلط بیانی کا خطرہ ہے، جو غیر مسلموں اور ساتھی مسلمانوں دونوں کو اسلامی تعلیمات کی خوبصورتی سے دور کر سکتا ہے۔ اس طرح کی غلط بیانی سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بلاجواز تنقید ہو سکتی ہے، خاص طور پر جب بعض مسلمانوں کے منفی اعمال دیکھے جائیں۔ ہر مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وسیع تر کمیونٹی کے سامنے درست طریقے سے نمائندگی کرے۔

مزید برآں، سابقہ قوموں کی طرح جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا اقرار کیا، جن لوگوں نے ان کی تعلیمات کو مجسم نہیں کیا وہ آخرت میں ان کے ساتھ دوبارہ نہیں ملیں گے۔ اسی طرح جو مسلمان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی پیروی سے غافل ہوں وہ آخرت میں ان کے ساتھ نہیں ہوں گے۔ اس کے بجائے، افراد ان لوگوں کے ساتھ متحد ہو جائیں گے جن کی انہوں نے اس

زندگی میں تقلید کرنے کا انتخاب کیا ہے۔ یہ اصول سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں درج ایک حدیث میں نمایاں ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جو انہیں قرآن پاک میں بیان کی گئی ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ انہیں دماغ اور جسم کے درمیان ایک ہم آہنگ توازن حاصل کرنے کے قابل بنائے گا اور یہ انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کے دوران اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ترجیح دینے میں مدد دے گا۔ اس طرح کا رویہ بالآخر دونوں جہتوں میں امن کو فروغ دے گا۔

لیکن اگر کوئی عمل کے ساتھ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ایک افراتفری کی ذہنی اور جسمانی حالت میں ختم ہو جائیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا، اگرچہ انہیں اس دنیا میں عارضی خوشیوں کا سامنا کرنا پڑے۔ باب 5 المائدۃ، آیت 92

اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو، اور اگر تم روگردانی کرو تو "جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف واضح پیغام دینا ہے۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطلاع دی ہے اور بنی نوع انسان کو اپنا کردار، مثالی نمونہ فراہم کیا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ اگر کوئی شخص اس سے فائدہ اٹھانے میں ناکام رہتا ہے تو اس کا اپنے سوا کوئی قصور نہیں ہے اور وہ اپنے فیصلے کے نتائج سے نہ دنیا میں بچ سکے گا اور نہ آخرت میں۔

ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں سے کمال کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس کے نتیجے میں، وہ توبہ کا دروازہ
:سب کے لیے کھلا چھوڑ دیتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 93

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان پر جو کچھ کھایا ہے اس میں کوئی گناہ نہیں اگر ”
وہ اللہ سے ڈریں اور ایمان لائیں۔“

سچے پچھتاوے میں گہرا احساس جرم اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا شامل ہے اور ساتھ ہی ان لوگوں
سے جن پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ یہ مزید پیچیدگیوں کا باعث نہ بنے۔ ایک ہی یا اس سے ملتی جلتی
غلطیوں سے بچنے کے لیے حقیقی طور پر عہد کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ، برگزیدہ اور دیگر کے تعلق
سے جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کرنا چاہیے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی
عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت کو جاری رکھنا بہت
ضروری ہے۔

یہ بات اہم ہے کہ اس آیت میں کھانے کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات
ہے جو عبادات سے بالاتر ہے اور اس لیے اس کا اطلاق زندگی کے ہر پہلو پر ہونا چاہیے۔ اسلام کو
ہرگز اس کوٹ کی طرح نہیں سمجھنا چاہیے جسے ان کی خواہشات کے مطابق پہنا اور اتارا جاسکتا
ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ صرف اپنی خواہشات کی پرستش کرتا ہے، خواہ وہ کوئی اور
:دعویٰ کرے۔ باب 25 الفرقان، آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی کچھ عبادتیں ہی کیوں نہ کرے۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ایک بے ترتیب ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کریں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، باوجود اس کے کہ اس دنیا میں خوشی کے لمحات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس رویہ اور نتائج سے بچنا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ڈرنے کی اہمیت پر زور دیتا ہے جس میں دونوں جہانوں میں اپنے اعمال کے نتائج سے ڈرنا بھی شامل ہے اور کیوں کہ وہ اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اچھے کام کرنے پر قائم رہنے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 93

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان پر ان چیزوں میں کوئی گناہ نہیں جو انہوں نے " (پہلے (کھائے ہیں اگر وہ [اب [اللہ سے ڈریں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، پھر اللہ سے ڈریں اور ایمان لائیں، پھر اللہ سے ڈریں اور نیک کام کریں، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور نیک اعمال کرنے کی تکرار بھی مضبوط ایمان کو اپنانے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل۔ یہ گہرا ایمان قرآن پاک میں موجود واضح دلائل اور تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ یہ تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون لاتی ہے۔ دوسری طرف، جو لوگ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں وہ اپنے ایمان کو کمزور پاتے ہیں، اور جب ان کی خواہشات الہی ہدایت سے متصادم ہوتی ہیں تو وہ نافرمانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں پیش کرنے سے دونوں جہانوں میں حقیقی ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی

علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کیا جائے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کو یقینی بنایا جائے۔ اس میں ان کو عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، جو بالآخر ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی مناسب ترجیح کے ساتھ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے گی۔

باب 5 المائدة، آیت 93

پھر اللہ سے ڈرو اور ایمان لاؤ، پھر اللہ سے ڈرو اور نیکی کرو، اور اللہ نیکی کرنے والوں سے ' ' محبت کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کو الگ الگ عقیدہ اور اعمال صالحہ کے ساتھ جوڑا گیا ہے اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دونوں جہانوں میں کامیابی اور ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے اندرونی ایمان اور ظاہری اطاعت دونوں ضروری ہیں۔ درحقیقت جو شخص اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اپنے ایمان کے ضائع ہونے کے بڑے خطرے میں ہے۔ ایمان ایک نازک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے فرمانبرداری کے اعمال کی پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا سورج کی روشنی جیسے اہم عناصر کے بغیر مرجھا جاتا ہے اور مر جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے اعمال سے تعاون نہ ملے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی طرف جاتا ہے

باب 5 المائدة، آیت 93

پھر اللہ سے ڈرو اور ایمان لاؤ، پھر اللہ سے ڈرو اور نیکی کرو، اور اللہ نیکی کرنے والوں سے ' ' محبت کرتا ہے۔

یہ واضح طور پر واضح کرتا ہے کہ الہی محبت ایمان کے محض زبانی اثبات کے بجائے اطاعت کے اعمال سے حاصل ہوتی ہے۔ جتنا زیادہ نیک کام کرنے کا عزم کرتا ہے - اسلامی اصولوں کے مطابق، ان پر دی گئی نعمتوں کو استعمال کرتا ہے - اسے دونوں جہانوں میں اتنی ہی زیادہ الہی دیکھ بھال محبت اور تحفظ حاصل ہوگا۔ یہ عزم دونوں جہانوں میں امن کے احساس کی ضمانت دیتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ الہی محبت اور دیکھ بھال ہر خواہش کی تکمیل یا زندگی میں چیلنجوں کی عدم موجودگی کی ضمانت نہیں دیتی۔ اس کے بجائے، یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں دل کو سکون فراہم کرے گا، خواہ وہ راحت کے لمحات ہوں یا سختی، جب تک انسان: باب 5 المائدہ، آیت 93 اس کی اطاعت میں ثابت قدم رہے گا۔

پھر اللہ سے ڈرو اور ایمان لاؤ، پھر اللہ سے ڈرو اور نیکی کرو، اور اللہ نیکی کرنے والوں سے ' ' محبت کرتا ہے۔

مزید برآں، چونکہ اچھے کام کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے، اس لیے افراد کو بے عملی کا کوئی جواز نہیں چھوڑا جاتا ہے۔ اطاعت کے کاموں میں مشغول ہونے کا مطلب ہے اسلامی اصولوں کے مطابق

، جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا صحیح طور پر استفادہ کرنا، اسے سب کے لیے قابل رسائی بنانا، خواہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے مال کی کثرت یا کمی کیوں نہ ہو۔

مسلمانوں کو اس سے ڈرنے اور ان کے اعمال کے نتائج کی یاد دہانی کرنے کے بعد، ایک مخصوص مثال کے ذریعے، اللہ تعالیٰ انہیں یاد دلاتا ہے کہ اس دنیا میں زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے اس کی اطاعت کرتے ہیں یا نہیں جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 94:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ ضرور تمہاری آزمائش اس کھیل کے ذریعے کرے گا جس تک تمہارے ”ہاتھ اور نیزے پہنچ سکتے ہیں، تاکہ اللہ ان لوگوں کو ظاہر کر دے جو بن دیکھے اس سے ڈرتے ہیں۔“

اور باب 67 الملک، آیت 2:

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“

جیسا کہ آیت 95 میں وضاحت کی گئی ہے، حجاج کے لیے زمینی جانوروں کا شکار کرنا ممنوع ہے جو ایک اضافی آزمائش اور روحانی نظم و ضبط کے طور پر کام کرتا ہے۔ جس طرح روزہ کھانے پینے سے منع کرتا ہے، یہ بھی ایمان کا امتحان ہے۔ ان آزمائشوں اور روحانی مشقوں کا مقصد اپنے ارادوں، قول اور عمل پر زیادہ قابو پا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بڑھانا ہے۔ اس اعلیٰ اطاعت کو سال بھر، ہر حال میں برقرار رکھنا چاہیے۔ یہ روحانی مشقیں اصل جنگ کی تیاری کے لیے سخت تربیت یافتہ سپاہیوں سے ملتی جلتی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے پیچھے حکمت کو سمجھنے کی جدوجہد کرتا ہے، تب بھی اسے اس کی حاکمیت اور اس کے بندوں کے طور

پر اپنے کردار کو تسلیم کرنا چاہیے۔ یہ اعتراف ایک یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے کہ رب ہمیشہ وہی حکم دیتا ہے جو انسانیت کے لیے بہترین ہے، چاہے بندہ اس کے فیصلوں کے پیچھے استدلال کو: باب 2 البقرہ، آیت 216 نہ سمجھ سکے۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لیکن جیسا کہ آیت 96 میں متنبہ کیا گیا ہے، جو لوگ اس دنیا میں زندگی کے امتحان میں کامیاب ہونے کی اہمیت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں، وہ دونوں جہانوں میں نقصان اٹھائیں گے، کیونکہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے لازماً زندگی کے امتحان میں ناکام ہوں گے۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ایک ہنگامہ خیز ذہنی اور جسمانی حالت میں پائیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کریں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، باوجود اس کے کہ اس دنیا میں خوشی کے لمحات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 94

”اور جو اس کے بعد زیادتی کرے گا اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

اور باب 5 المائدہ آیت 95

اے ایمان والو، کھیل کو قتل نہ کرو جب کہ تم حج کی حالت میں ہو، اور تم میں سے جو کوئی جان " بوجھ کر اسے مارے، اس کی سزا قربانی کے جانوروں کے برابر ہے جو اس نے قتل کیا، جیسا کہ تم

میں سے دو عادل آدمیوں کے ذریعہ کعبہ کی طرف چڑھایا گیا ، یا کفارہ :مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا ...روزہ داروں کو اس کا مزہ چکھنا۔ عمل

اس آیت کا آخری حصہ لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ وہ اس دنیا میں ہمیشہ اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتیں گے، چاہے یہ ان پر واضح نہ ہو۔ اس کے علاوہ، یہ اپنی ماضی کی غلطیوں اور دوسروں کی غلطیوں سے سیکھنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ تاریخ خود کو دہرائے نہیں۔ عام طور پر، یہ افراد کو خود غرض ذہنیت سے دور رہنے کی ترغیب دیتا ہے، جہاں وہ مکمل طور پر اپنی زندگی اور مسائل پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ جو لوگ ایسا رویہ اپناتے ہیں وہ عام تاریخ اور اپنے ذاتی تجربات کے ساتھ ساتھ اپنے اردگرد کے لوگوں کے حالات دونوں سے قیمتی سبق کھو دیتے ہیں۔ ان پہلوؤں سے بصیرت حاصل کرنا کسی کے رویے کو بڑھانے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے روکنے کے لیے سب سے مؤثر طریقوں میں سے ایک ہے، جو بالآخر اندرونی سکون کی طرف لے جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، دولت مند اور مشہور لوگوں کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے دیکھنا جو انہیں عطا کی گئی ہیں، صرف تناؤ، ذہنی صحت کے مسائل، لت، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات — خوشی اور عیش کے لمحات کے باوجود — ایک طاقتور سبق کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ مبصرین کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے گریز کرنے کی تعلیم دیتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں، اس خیال کو تقویت دیتے ہیں کہ حقیقی ذہنی سکون مادی املاک اور کسی کی تمام خواہشات کو پورا کرنے میں نہیں ملتا۔ اسی طرح، کسی بیمار کو دیکھنے سے اپنی صحت کے لیے شکر گزاری پیدا کرنی چاہیے اور اس کے ضائع ہونے سے پہلے اس کے صحیح استعمال کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ لہذا، اسلام مسلمانوں کو اپنی زندگیوں میں اس قدر مگن رہنے کے بجائے ہوشیار رہنے کی تلقین:باب 47 محمد، آیت 10 کرتا ہے کہ وہ اپنے اردگرد کی دنیا کو نظر انداز کر دیں۔

”کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی اور دیکھا کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“

اللہ تبارک و تعالیٰ سچے دل سے توبہ کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے، جس کا ایک پہلو مستقبل میں اپنے کردار کی اصلاح کرنا ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ وہ وہی غلطیاں نہ دہرائیں۔ باب 59 المائدہ، آیت 95

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ گزر چکا ہے اسے معاف کر دیا ہے، لیکن جو شخص (خلاف ورزی کی طرف) ”رجوع کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا، اور اللہ غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔“

حقیقی پچھتاوا گناہ کے گہرے احساس اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے بھی جن کو نقصان پہنچا ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی مسائل پیدا نہ ہوں۔ اسی یا اس جیسی غلطیوں کو دہرانے سے باز رہنے کا اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کے لیے صحیح معنوں میں عہد کرنا ضروری ہے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وفاداری کے ساتھ اطاعت پر قائم رہنا بہت ضروری ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ایک خاص مثال کے ذریعے اسلام کے ایک عمومی اصول کو واضح کرتا ہے۔ باب المائدۃ، آیت 596

تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے لیے حلال ہے اور ”تم پر خشکی کا شکار حرام ہے جب تک تم حج کی حالت میں ہو۔“

اسلام کا ایک عمومی اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی استطاعت سے زیادہ نہیں آزماتا، کیونکہ وہ ایسی چیزوں کو حلال کر دیتا ہے جو انسان کو آسانی سے حرام کی طرف رجوع کرنے کے لیے کافی ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

نتیجتاً، افراد اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت میں اپنی ناکامی کا جواز پیش نہیں کر سکتے۔ جب یہ واضح ہو کہ وہ نہیں ہیں تو محض اپنی پوری کوشش کرنے کا دعویٰ کرنے کی مطمئن ذہنیت کو ترک کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ واقعی ہوتے تو یقیناً وہ اپنی تمام ذمہ داریوں کو کامیابی سے پورا کرتے۔ اس طرح، صحیح ذہنیت کو اپنانا چاہیے، کیونکہ وہ دونوں جہانوں میں جوابدہ ہوں گے، اور کوئی جواز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ لہذا اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے اور ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ان سے ہر نیت، قول اور عمل کے لیے دونوں جہانوں میں جوابدہ ہوں گے۔ باب 5 المائدة، آیت 96

”اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم جمع کیے جاؤ گے۔“

حج کی حالت کے بعض پہلوؤں پر بحث کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ مکہ، کعبہ میں اپنے گھر کے قیام کی اصل وجہ اور حج سے منسلک رسومات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 97

کعبہ کو جو مقدس گھر بنایا ہے، لوگوں کے لیے کھڑا کیا ہے اور حرمت والے مہینوں اور قربانی کے جانوروں اور ہاروں کو [مقدس قرار دیا ہے]، تاکہ تم جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اللہ کا گھر اور اس سے منسلک عبادات اس بات کی مستقل یاد دہانی ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کا مقروض ہے۔ جس طرح ایک مسلمان مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کی طرف دن میں پانچ مرتبہ فرض نمازوں کے دوران کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کے گھر کا رخ کرتا ہے، اسی طرح انہیں اپنے دن اور راتوں میں مسلسل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا سامنا کرنا چاہیے۔ اس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ اس سے وہ اپنے دماغ اور جسم کے درمیان متوازن ہم آہنگی حاصل کر سکیں گے، ان کی زندگی کے ہر پہلو کو مؤثر طریقے سے ترجیح دینے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار ہونے میں ان کی مدد کر سکیں گے۔ یہ طرز عمل بالآخر دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ لوگوں کی نیتوں، قول و فعل سے پوری طرح باخبر ہے، اس لیے دونوں جہانوں میں ان کا جوابدہ ہوگا۔ باب 5 المائدة، آیت 97

یہ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ”
 “اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

لہذا انسان کو اپنے مفاد کے لیے اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرنی چاہیے۔ اگر ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنا چاہیں جو انہیں دی گئی ہیں تو ان کی نافرمانی ان کے لیے دونوں جہانوں میں عذاب کا باعث بن جائے گی۔ باب 5 المائدة، آیت 98

جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“

ان کا طرز عمل ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنے گا، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دے دیں گے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کریں گے۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی، اس دنیا میں کسی بھی وقتی خوشی کے باوجود وہ تجربہ کر سکتے ہیں۔

لیکن ہمیشہ کی طرح ان لوگوں کے لیے توبہ کے دروازے کھلے ہیں جو دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 98

”اور یہ کہ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، حقیقی پشیمانی جرم کے گہرے احساس پر محیط ہے، اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی مسائل پیدا نہ ہوں۔ ایک جیسی یا اسی طرح کی غلطیوں کو دہرانے سے باز رہنے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے خلاف سرزد ہونے والی غلطیوں کو درست کرنے کا صحیح معنوں میں عہد کرنا ضروری ہے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے صحیح طور پر استفادہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو مستقل طور پر قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 98

”جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

یہ آیت اسلام کی تمام تعلیمات کی طرح خواہش مندانہ سوچ کے تصور کو ختم کرتی ہے اور اس کے بجائے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں حقیقی امید اختیار کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ خواہش مند سوچ سے مراد اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو نظر انداز کرنے کا رجحان ہے، جبکہ اس کی رحمت اور بخشش کی دنیا اور آخرت میں بے دریغ توقع کرنا۔ یہ رویہ اسلام میں غیر معمولی ہے۔ اس

کے برعکس، حقیقی امید کی بنیاد فعال طور پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کے مطابق اور خود کو بہتر بنانے کے لیے کام کرنا ہے۔ صرف اسی طرح وہ حقیقی طور پر دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی امید رکھ سکتے ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2459 کی ایک حدیث میں اس فرق پر زور دیا گیا ہے۔ اس فرق کو سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں حقیقی امید پیدا کرنا، خواہش مندانہ سوچ سے اجتناب کرنا ضروری ہے، جس سے اس زندگی یا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

چونکہ اسلام کا پیغام بنی نوع انسان تک مکمل اور پہنچا دیا گیا ہے اور جیسا کہ انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کامل نمونہ فراہم کیا گیا ہے، اس لیے لوگوں کے پاس کوئی ایسا بہانہ نہیں بچا جو انہیں ذہنی اور جسمانی دباؤ اور پریشانی سے بچائے اگر وہ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اصرار کریں اور ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کریں۔ باب 5 المائدة، آیت 99:

رسول پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے سوائے اطلاع کے، اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔
"اور جو کچھ چھپاتے ہو۔"

چونکہ معاشرے کے اندر مختلف عناصر جیسے سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر کے ذریعے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور رکھا جائے گا، یہ سب اپنے پیروکاروں سے ان نعمتوں کے غلط استعمال کے عوض دل کی سلامتی کا جھوٹا وعدہ کرتے ہیں، اس لیے انسان کو اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، چاہے دنیاوی کامیابیوں کی ظاہری شکل سے قطع نظر، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ان لوگوں کے لیے جو ان کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 100:

... "کہو، "برائی اور نیکی برابر نہیں، اگرچہ برائی کی کثرت تمہیں متاثر کر سکتی ہے۔"

درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حاصل ہونے والی دنیاوی چیزیں مثلاً شہرت اور دولت اس کے حامل کے لیے پریشانی اور پریشانی کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ انہیں غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف لے جاتا ہے، یہ انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے رکھنے سے روکتا ہے اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری سے روکتا ہے۔ نتیجتاً، ان کے وجود کا ہر پہلو خواہ وہ خاندانی ہو، دوستی ہو، کیرئیر ہو یا مالی حیثیت ہو، پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے تو وہ اپنی مایوسیوں کو غلط جگہ دیں گے اور اپنے ہنگاموں کا ذمہ دار اپنے شراکت داروں جیسی معصوم جماعتوں کو ٹھہرائیں گے۔ ان مثبت اثرات کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے سے، وہ صرف اپنے دماغی صحت کے مسائل کو بڑھاتے ہیں، ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خود کو نقصان پہنچانے کے خیالات میں بھی اضافہ کرتے ہیں۔ یہ نمونہ ان لوگوں میں واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے جو مادی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے امیر اور معروف۔ باب 5 المائدہ، آیت 100

... "کہو، "برائی اور نیکی برابر نہیں، اگرچہ برائی کی کثرت تمہیں متاثر کر سکتی ہے۔"

جیسا کہ آیت 100 میں اشارہ کیا گیا ہے، دنیاوی چیزوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور ہونے کے لالچ سے بچنے کے لیے مضبوط ایمان کو اپنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو برقرار رکھنے کے لیے ایک مضبوط عقیدہ بہت ضروری ہے، خواہ حالات کچھ بھی ہوں، خواہ آسودگی ہو یا مشکل۔ اس گہرے ایمان کی آبیاری قرآن پاک میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت دنیا اور آخرت میں سکون لاتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں وہ اپنے ایمان کو زائل کرتے ہوئے دیکھیں گے، جب ان کی خواہشات الہی ہدایت سے ٹکرا جائیں گی تو وہ نافرمانی کا شکار ہو جائیں گے۔ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کے حوالے کر دینا ہی اندرونی سکون کا حقیقی راستہ ہے۔ لہذا، اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کرنا بہت ضروری ہے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنانا۔ یہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کو یقینی بناتا ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، جو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے کر اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو

، مناسب طور پر ترجیح دے کر دونوں شعبوں میں سکون حاصل کرنے کا باعث بنتا ہے۔ باب 5 المائدة
آیت 100

”پس اے عقل والو! اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

جب کوئی شخص قرآن مجید کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطالعہ اور عمل کے ذریعے ایمان کا یقین حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے ایک مشترکہ رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو ان کو بھٹکائے اور گمراہ کرے۔ باب 5 المائدة، آیت 101

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایسی چیزوں کے بارے میں مت پوچھو جو اگر تمہیں دکھا دی جائیں تو تمہیں تکلیف ہو، لیکن اگر تم قرآن کے نازل ہونے کے وقت ان کے بارے میں پوچھو گے تو وہ تمہیں "دکھا دی جائیں گی، اللہ نے ماضی کو معاف کر دیا ہے، اور اللہ بخشنے والا اور بردبار ہے۔"

اگرچہ وحی الہی بند ہو چکی ہے، لیکن یہ آیت بے معنی علم کے حصول کے خلاف خبردار کرتی ہے۔ دینی علم کے سلسلے میں، افراد کو اپنی تحقیق ان موضوعات پر مرکوز رکھنی چاہیے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھے گا، جیسے پڑوسیوں کے ساتھ سلوک۔ جن موضوعات پر اس دن توجہ نہیں دی جائے گی وہ غیر متعلقہ ہیں اور محض خلفشار کا کام دیتے ہیں۔ صرف وہی لوگ جو پہلے سے ہی متعلقہ مضامین کے ساتھ مشغول ہو چکے ہیں چھوٹی چھوٹی باتوں میں جانے کے متحمل ہوسکتے ہیں۔ چونکہ ضروری موضوعات پر مکمل عبور حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہے، اس لیے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا وقت، توانائی اور کوششیں مذہبی علم کے ان پہلوؤں کے مطالعہ اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کریں جن کی جانچ قیامت کے دن کی جائے گی، باقی سب کو چھوڑ کر۔ ایسا کرنے میں ناکامی کسی کو فضول علم میں مبتلا کرنے کا سبب بن سکتی ہے جو اسے خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے سے غافل کر دے گی، جس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ بعض

صورتوں میں، غیر متعلقہ علم کی پیروی کسی کو ایسے عقائد اور نظریات کو اپنانے کا سبب بن سکتی ہے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، کیونکہ یہ شخص اکثر ہدایت کے دو ذرائع سے ہٹ کر مذہبی علم کی طرف رجوع کرے گا: قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ جو شخص اس راہ پر گامزن ہو سکتا ہے وہ ان باطل عقائد کی وجہ سے اپنا ایمان کھو بیٹھتا ہے جو انہوں نے اختیار کیے ہیں۔ باب 5 المائدة، آیت 102:

”تم سے پہلے ایک لوگوں نے ایسے سوالات کیے، پھر وہ کافر ہو گئے۔“

اس کے علاوہ، یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کوئی شخص ثانوی اسلامی میں شامل ہو۔ موضوعات اور اس کے نتیجے میں وہ وسیع تر عوام کے لیے اسلامی قانون کو پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ یہ یہودیوں کی غلطی تھی جنہوں نے ثانوی مذہبی مسائل پر زیادہ توجہ دے کر اپنے مذہب کو پیچیدہ بنا لیا اور اس کے نتیجے میں انہوں نے بے شمار چیزوں کو حرام کر دیا۔ یہ رویہ بہت سے مسلم علماء نے اپنایا ہے جو ثانوی اسلامی مسائل پر زیادہ توجہ دیتے ہیں اور اس کے نتیجے میں اسلام کو پیچیدہ بنا دیتے ہیں جب کہ حقیقت میں یہ سادہ اور سیدھا ہے۔ جب اسلام کو ان لوگوں نے پیچیدہ بنا دیا تو انہوں نے مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کی، جو انہیں کفر کی طرف لے جا سکتا ہے۔

لہذا ایسی چیزوں کی پیروی کرنے سے گریز کرنا چاہیے جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال نہیں کیا جائے گا اور ہدایت کے دو ماخذ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر ہر وقت سختی سے عمل کرنا چاہیے اور دینی علوم کے دوسرے ذرائع سے بھی گریز کرنا چاہیے جن کی جڑیں ہدایت کے دو ذرائع میں نہیں ہیں۔ اس تنبیہ کی بازگشت اگلی آیت میں آئی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 103:

بحیرہ یا سائبہ یا وسیلہ یا حام کو نہیں مقرر کیا ہے لیکن کافر اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔

جیسا کہ پہلے زیر بحث آیا، دینی علم کے مختلف ذرائع کو تلاش کرنا اور ان پر عمل کرنا، حتیٰ کہ وہ بھی جو نیک اعمال کو فروغ دیتے ہیں، رہنمائی کے دو اہم ذرائع: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے وابستگی کو کمزور کر سکتے ہیں، جو ممکنہ طور پر گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو بھی عمل ان دو منابع میں جڑا نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید یہ کہ ان متبادل ذرائع سے جتنا زیادہ علم حاصل کیا جائے گا، اسلامی تعلیمات سے متصادم عقائد کو اپنانے کا خطرہ اتنا ہی بڑھ جائے گا۔ یہ سست رفتار یہ ہے کہ شیطان کس طرح لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے کو بعض روحانی طریقوں کو تلاش کرنے کے لیے لالچ میں لایا جا سکتا ہے جو اسلامی اقدار سے متصادم ہوں۔ اگر یہ شخص بے خبر ہے اور ان متبادل تعلیمات پر عمل پیرا ہے تو وہ اس فریب کا شکار ہو سکتا ہے اور اسلام کے خلاف رسومات میں مشغول ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ اور کائنات کے بارے میں غلط فہمیاں بھی پیدا کر سکتے ہیں جو اسلامی عقائد سے متصادم ہیں، جیسا کہ یہ خیال کہ افراد یا مافوق الفطرت ہستیاں اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتی ہیں، کیونکہ ان کا نقطہ نظر دو بنیادی گائیڈز سے باہر کے ذرائع سے تشکیل پاتا ہے۔ ان میں سے کچھ گمراہ کن اعمال اور عقائد سراسر کفر کا باعث بن سکتے ہیں، جیسے کہ کالا جادو۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

ایک مسلمان غیر دانستہ طور پر مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرتے ہوئے اپنے عقیدے سے دور ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی اختراعات میں مشغول ہونا جن کی رہنمائی کے بنیادی ذرائع میں بنیاد نہیں ہے، شیطان سے متاثر ہونے والے راستے پر لے جا سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو“
”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

باب 5 المائدة، آیت 103

بحیرہ یا سائبہ یا وسیلہ یا حام کو نہیں مقرر کیا ہے لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ پر اللہ تعالیٰ نے ”
“جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔“

پوری تاریخ میں، لوگوں نے ہمیشہ مذہبی اور ثقافتی طریقوں کو من گھڑت اور اختراع کیا ہے کیونکہ یہ انہیں اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے، جیسے دولت اور قیادت حاصل کرنا۔ اس طرح کے برتاؤ سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ انہیں صرف ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ذہنی اور جسمانی پریشانیوں میں مبتلا ہو جائیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے، اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری سے روکیں گے۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کا باعث بنے گا اگرچہ انہیں اس دنیا میں خوشی کے مختصر لمحات کا سامنا کرنا پڑے۔ اس کے علاوہ جو شخص گمراہ کن طریقوں کو ایجاد کرتا ہے اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا جائے گا جب تک کہ دوسرے ان کی بری نصیحت اور ہدایات پر عمل کرتے رہیں۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

جیسا کہ آیت 104 میں اشارہ کیا گیا ہے، لوگوں کی عقل استعمال کرنے میں ناکامی اور اس کے نتیجے میں بے بنیاد مذہبی اختراعات اور ثقافتی طریقوں پر قائم رہنے کی ایک وجہ دوسروں کی اندھی تقلید ہے، جیسے کہ ان کے بزرگ۔ باب 5 المائدة، آیت 104

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ" تو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، حالانکہ ان کے باپ "دادا کچھ نہیں جانتے تھے اور نہ وہ ہدایت یافتہ تھے۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کی نقل کرنے سے پرہیز کریں اور اس کے بجائے اسلامی علم کو تلاش کریں اور اس کا اطلاق کریں۔ یہ انہیں سچی ہدایت اور باطل میں فرق کرنے کی طاقت دیتا ہے۔ اسلام واضح طور پر بغیر فہم تعلیمات پر عمل کرنے کی مذمت کرتا ہے، مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اور بصیرت کے ساتھ اسلامی اصولوں کے ساتھ جڑیں اور ان پر عمل کریں، اس طرح غیر سوچی سمجھی تقلید کے نقصانات سے خود کو محفوظ رکھیں۔ باب 12: یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو" "...میری پیروی کرتے ہیں

اندھی تقلید بھی کمزور ایمان کو جنم دیتی ہے۔ کمزور ایمان والے لوگ اللہ تعالیٰ کی بے توقیری کرنے میں جلدی کرتے ہیں جب ان کی خواہشات اس کے احکام سے ٹکرا جاتی ہیں۔ اس کے برعکس، وہ افراد جو اسلامی تعلیمات کو سمجھ کر قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں وہ ایک مضبوط ایمان پیدا کرتے ہیں۔ یہ اٹل عقیدہ انہیں مسلسل اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی طاقت دیتا ہے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ زندگی اور آخرت دونوں میں حقیقی سکون اسی طرز عمل سے حاصل ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ معاشرے کے مختلف عناصر مثلاً افراد، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کی اندھی تقلید سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے اپنی ذات کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا چاہیے، ان

نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، خواہ ان کی خواہشات کے خلاف ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح کام کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بالآخر ان کے اپنے ہی فائدے کے لیے ہے، باوجود اس کے کہ کڑوی دوائیوں کی ناخوشگواہی اور سخت خوراک کے طریقہ کار کے باوجود۔ جس طرح یہ ہوشیار مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ لوگ بھی جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد ذات ہے جس کے پاس جامع علم ہے جو افراد کو ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد فراہم کرتا ہے اور ہر چیز اور ہر ایک کو ان کی زندگی میں مناسب جگہ دیتا ہے۔ معاشرے کے اندر انسانی ذہنی اور جسمانی حالات کی اجتماعی تفہیم، وسیع تحقیق کے باوجود، اس مقصد کو حاصل کرنے میں ناکام ہے، کیونکہ یہ زندگی میں پیش آنے والے ہر چیلنج کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان کی رہنمائی کسی کو ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ سے نہیں بچا سکتی اور نہ ہی علم، تجربے، دور اندیشی اور تعصبات کی موروثی حدود کی وجہ سے کسی کی زندگی کے مناسب انتظام کو یقینی بنا سکتی ہے۔ یہ گہرا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے سے عیاں ہو جاتی ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں بمقابلہ جو نہیں کرتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کے پیچھے سائنسی دلیل کو نہیں سمجھ پاتے ہیں اور اس طرح اپنے ڈاکٹروں پر اندھا بھروسہ کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگیوں پر اس کے فائدہ مند اثرات کو پہچان سکیں۔ وہ اسلامی تعلیمات پر اندھا اعتماد کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ لوگ واضح ثبوت کے ذریعے ان کی سچائی کو تسلیم کریں۔ تاہم، اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کے لیے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے باب 12 یوسف، آیت 108 نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے روحانی دلوں کا واحد مالک ہے، ذہنی سکون کا گھر ہے، اس لیے وہی طے کرتا ہے کہ یہ سکون کس کو دیا گیا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے گا وہ دوسرے لوگوں کے گمراہ کن طریقوں اور عقائد سے محفوظ رہے گا۔ باب 5 المائدة، آیت 105

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر ہی ذمہ داری ہے، جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے جب کہ تم ہدایت پا چکے ہو۔“

غور طلب ہے کہ یہ آیت کسی مسلمان کو نیکی کا صحیح حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے اہم فریضے سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے فرائض ادا کرے گا، جس کا ایک پہلو صحیح علم اور رویہ کے ساتھ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے، دوسروں کی گمراہی سے محفوظ رہے گا۔

لہذا مسلمانوں کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے اخذ کرتے ہوئے نیکی کی مسلسل ترویج کریں اور برائی کی حوصلہ شکنی کریں۔ ایک مسلمان کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ان کو گمراہ افراد کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گی۔ جس طرح ایک صحت مند سیب بوسیدہ سیب کے درمیان رکھ کر خراب کر سکتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان جو نیکی کی ترغیب

دینے میں کوتاہی کرتا ہے وہ خود کو اردگرد کی منفیات سے متاثر پا سکتا ہے، خواہ وہ ظاہری ہو یا لطیف۔ یہاں تک کہ اگر معاشرہ مجموعی طور پر لاتعلق نظر آتا ہے، تب بھی اپنے خاندان اور انحصار کرنے والوں کی رہنمائی کرنا ضروری ہے، کیونکہ ان کے نقصان دہ رویے ان پر زیادہ گہرے اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔ اس ذمہ داری کو سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں ایک حدیث سے واضح کیا گیا ہے۔ بے حسی کے عالم میں بھی، ایک مسلمان کو ٹھوس علم اور شواہد کی بنیاد پر نرم نصیحت جاری رکھنی چاہیے۔ اچھائی کو فروغ دینا اور بُرائی سے منع کرنا بغیر سمجھے یا شائستگی کے صرف دوسروں کو سچائی اور صحیح رہنمائی سے دور کر دے گا، بالآخر پوری کمیونٹی کو نقصان پہنچائے گا۔

معاشرتی برائیوں سے حقیقی حفاظت اور قیامت کے دن معافی صرف انہی کو ملتی ہے جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ باب 7 الاعراف، آیت 164:

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ "تو انہوں نے کہا: تمہارے رب کے سامنے بری ہو جاؤ اور شاید کہ وہ اس سے ڈریں۔"

:اور باب 5 المائدہ، آیت 105

”تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے تھے۔“

تاہم، اگر وہ مکمل طور پر اپنے مفادات پر مرکوز ہیں اور اپنے اردگرد کے لوگوں کے رویے کو نظر انداز کرتے ہیں، تو یہ ایک حقیقی تشویش ہے کہ دوسروں کے نقصان دہ اثرات بالآخر انہیں راستے سے ہٹا سکتے ہیں۔

يَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ
أَشْنَانٍ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ ءَاخِرَانِ مِّنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ
فَأَصْبَحْتُمْ مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسُبُونَهُمَا مِّنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ
إِنْ أُرْتَبِتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذَا
لَّمِنَ الْأَثِمِينَ ﴿١٠٦﴾

فَإِنْ عُرِيَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخِرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ
اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوَّلَيْنِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَشَهِدْنَا أَحَقُّ مِنْ شَهِدَتِيهِمَا
وَمَا أَعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذَا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٧﴾

ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهَهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَنُهُمْ بَعْدَ أَيْمَنِهِمْ
وَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَسْمِعُوا ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٠٨﴾

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمْ قَالَوْا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ
عَلَّمُ الْغُيُوبِ﴾ ﴿١٠٩﴾

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَلَدَتِكَ إِذْ
أَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ
الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ
وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِيَ
إِسْرَءِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا

سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١١٠﴾

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْخَوَارِجِ أَنْ ءَامِنُوا بِي وَبِرُسُولِي قَالُوا ءَامَنَّا وَأَشْهَدُ

بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿١١١﴾

إِذْ قَالَ الْخَوَارِجُ يَٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ

عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾

قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا

وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿١١٣﴾

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا
عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَءَاخِرِنَا وَءَايَةً مِنْكَ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١٤﴾

قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ^ط فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا
أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١١٥﴾

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَعْيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّي إِلهَيْنِ
مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ إِنْ كُنْتُ
قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عََلَمُ
الْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ
شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾

إِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبْدُكَ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾

قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١٩﴾

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٢٠﴾

- اے ایمان والو جب تم میں سے کسی کو وصیت کے وقت موت آئے تو تم میں سے گواہی لی جائے " تم میں سے دو عادل آدمی ہوں یا دو باہر سے ہوں اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو اور موت کی آفت تم پر آجائے، ان کو نماز کے بعد روک لو اور دونوں کو اللہ کی قسم کھانے چاہو اگر تم کو شک ہو تو [ان کی گواہی، یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے بدلے میں قیمت نہیں لیں گے]۔ اگر وہ قریبی رشتہ "دار ہو، اور ہم اللہ کی گواہی کو نہیں روکیں گے۔ یقیناً ہم گنہگاروں میں سے ہو جائیں گے۔

لیکن اگر یہ پایا جاتا ہے کہ وہ دونوں گناہ [جھوٹی] کے مرتکب ہوئے ہیں، تو ان کی جگہ دو اور کھڑے ہوں [جو] [ان لوگوں میں سے] [دعویٰ میں] [سب سے آگے ہیں جن کا قانونی حق ہے۔ اور وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ سچی ہے اور ہم نے زیادتی نہیں کی تو یقیناً ہم ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔

یہ زیادہ امکان ہے کہ وہ اس کے [حقیقی] مقصد کے مطابق گواہی دیں گے، یا [کم از کم] وہ ڈریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد [دوسری] قسمیں اٹھا لی جائیں گی۔ اور اللہ سے ڈرو اور سنو۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا اور کہے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں، بے شک تو ہی غیب کا جاننے والا ہے۔

جب اللہ کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم اپنے اوپر اور تمہاری ماں پر میرے احسان کو یاد کرو جب میں نے تمہیں پاک روح (فرشتہ جبرائیل) سے مدد دی تھی اور تم لوگوں سے گہوارہ اور جوانی میں گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تمہیں کتاب و حکمت اور تورات و انجیل سکھائی تھی اور جب تم نے میری شکل و صورت کو مٹی سے بنایا تھا اس میں پھونک ماری اور وہ میری اجازت سے پرندہ بن گیا اور تم نے میری اجازت سے اندھوں کو اور کوڑھی کو شفا بخشی اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکا جب کہ تم ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے اور ان میں سے کافروں نے کہا:

اور [یاد کرو] جب میں نے حواریوں کو الہام کیا کہ "مجھ پر اور میرے رسول [پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام] پر ایمان لاؤ۔" انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں لہذا گواہ رہو کہ ہم یقیناً مسلمان ہیں۔

(اور یاد کرو) جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تمہارا رب ہم پر آسمان سے دسترخوان اتار سکتا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو تسلی ہو اور جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچا اور اس کے گواہوں میں شامل ہو جائیں۔

عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے اللہ ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان اتار دے جو ہمارے لیے ہم میں سے پہلے اور آخری کے لیے عید ہو اور تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق دے اور تو بہترین رزق دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک میں اسے تم پر نازل کروں گا لیکن جو اس کے بعد تم میں سے کفر کرے گا تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا جو میں نے دنیا والوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔

اور جب اللہ کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو، تو وہ کہے گا کہ تو پاک ہے، میرے بس کی بات نہیں تھی کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں کہتا تو تجھے معلوم ہوتا، تو جانتا ہے کہ جو کچھ تیرے اندر ہے، اور میں نہیں جانتا کہ تیرے اندر کیا ہے، جو تیرے اندر موجود ہے۔

میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اور جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ رہا۔ لیکن جب آپ نے مجھے اٹھایا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ ہر چیز کے گواہ ہیں۔

اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ لیکن اگر تو انہیں معاف کردے تو یقیناً تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جب سچوں کو ان کی سچائی سے فائدہ پہنچے گا۔ ان کے لیے جنت میں (باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر جو کچھ ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر "قادر ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں مومنین کو پکارتا ہے تو وہ ان کے بولے ہوئے عقیدے کو عمل سے ثابت کرنے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ اسلام میں، عمل کے بغیر محض ایمان کا دعویٰ بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ثواب اور رحمت حاصل کرنے کے لیے ضروری ثبوت کے طور پر کام کرتے ہیں۔ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی قیمتی ہوتا ہے جب وہ پھل دیتا ہے اسی طرح ایمان بھی اسی وقت بامعنی ہوتا ہے جب وہ نیکیوں کی طرف لے جائے۔ اس معاملے میں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے تاکید کرتا ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کی گواہی لے کر ان کی وراثت کو صحیح طریقے سے تقسیم کیا جائے۔ باب 5 المائدة، آیت 106

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم میں سے کسی کو وصیت کے وقت موت آئے تو تم میں سے "گواہی لی جائے" - تم میں سے دو عادل آدمیوں کی یا دو باہر سے اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو اور "موت کی آفت تم پر آجائے۔"

غور کرنے والی پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پر ایمان کے جسمانی اظہار کو دنیاوی معاملے میں جوڑ دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی دنیاوی

اور مذہبی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے۔ اس لیے اسلام کو کبھی بھی ایسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ صرف عبادات کا مجموعہ ہے اور اس کا ان کی دنیاوی سرگرمیوں پر کوئی اثر نہیں ہے۔ ہر حال میں، خواہ دنیوی ہو یا دینی، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرنی چاہیے، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھنے کی یہی شرط ہے۔ اس سے انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد ملے گی اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار رہتے ہوئے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طریقے سے ترجیح دینے میں مدد دے گا۔ نتیجے کے طور پر، یہ ذہنیت اس زندگی اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون کو فروغ دے گی۔

باب 5 المائدة، آیت 106

[کہ [دو عادل آدمی تم میں سے ہوں یا دو اور باہر سے ہوں اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو اور ... "موت کی آفت تم پر آجائے، انہیں نماز کے بعد روک لیا کرو۔

جن دو افراد کو منتخب کیا جائے وہ وصیت کرنے والے کو اچھی طرح جانتے ہوں اور وہ ثقہ ہوں۔ اگر کوئی سفر میں ہو اور موت واقع ہو جائے تو وہ دو مسلمانوں پر بھروسہ کرے جو نماز باجماعت کے بعد مسجد میں واقع ہوں اور منتخب ہوں۔ جیسا کہ آیت 106 میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور گواہی کے طور پر اپنے فرض کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کا زیادہ امکان رکھتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 106

اور اگر آپ کو ان کی گواہی پر شک ہو تو وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں، "ہم اپنی قسم کو قیمت کے بدلے میں نہیں لیں گے، چاہے وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، اور ہم اللہ کی گواہی کو نہیں روکیں گے۔ یقیناً ہم گنہگاروں میں سے ہو جائیں گے۔"

یہ آیت جھوٹ کے ارتکاب سے خبردار کرتی ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2673 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو لوگ دوسروں کے مال کو ناجائز طور پر چھیننے کے لیے جھوٹی گواہی دیتے ہیں وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حال میں ہوں گے کہ وہ ان سے ناراض ہوگا۔

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اس کا اطلاق ہر کسی کے سامان پر ہوتا ہے، چاہے ان کے عقائد کچھ بھی ہوں۔ یہ صورت حال اس وقت بھی پیدا ہو سکتی ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں فرض شناس ہو، جیسے فرض نمازوں کی ادائیگی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ اکثر ترقی پذیر ممالک میں دیکھا جاتا ہے، جہاں کچھ مسلمان پیسے اور جائیداد سمیت ایسی جائیدادیں حاصل کرنے کے لیے عدالت میں دھوکہ دہی کے دعوے دائر کر سکتے ہیں۔ صحیح بخاری کی حدیث نمبر 2654 اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ یہ کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ حدیث شرک اور والدین کی بے عزتی کے ساتھ جھوٹی باتوں کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 30

”پس بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے بچو۔“

سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 2373 جھوٹی گواہی سے سچی توبہ نہ کرنے کے خطرات سے سختی سے خبردار کرتی ہے۔ جو لوگ توبہ نہیں کرتے وہ قیامت کے دن اس وقت تک کھڑے رہیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم کی طرف نہ لے جائے۔ درحقیقت جو بھی شخص ناحق کسی چیز کو حاصل کرنے کی جھوٹی گواہی دیتا ہے، خواہ وہ درخت کی ٹہنی کی طرح کتنی ہی چھوٹی ہو اسے جہنم کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 353 میں موجود حدیث میں موجود ہے۔

جھوٹی گواہی دینا ایک سنگین گناہ ہے جو جھوٹ سمیت دیگر بہت سے سنگین جرائم کو گھیرے ہوئے ہے۔ جب کوئی دوسرے کے خلاف جھوٹی گواہی دیتا ہے، تو وہ اس شخص کے خلاف گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ مظلوم ظالم کو معاف کرنے کا انتخاب نہ کرے۔ اگر معافی نہ دی جائے تو جھوٹے گواہ کی نیکیاں مقتول کو منتقل کر دی جائیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو قیامت کے دن انصاف کو یقینی بنانے کے لیے مقتول کے گناہ جھوٹے گواہ پر ڈال دیے جائیں گے۔ یہ بالآخر جھوٹے گواہ کے جہنم میں ڈالے جانے کا باعث بن سکتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 6579 میں ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، جھوٹا گواہ اگر کسی اور کی طرف سے گواہی دیتا ہے تو گناہ کرتا ہے، اور اس شخص کو غلط طریقے سے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرنے کے قابل بناتا ہے جو ان کا نہیں ہے۔ اس طرح کا رویہ قرآن پاک کی تعلیمات سے براہ راست متصادم ہے، جو مسلمانوں کو غلط کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے سے باز رہنے اور نیک کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی ہدایت کرتی ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

بے ایمان گواہ کسی ایسی چیز کو استعمال کرنے سے مزید گناہوں کا ارتکاب کرے گا جو حاصل کرنے کے طریقے کی وجہ سے حرام ہو گئی ہے۔ مثال کے طور پر، اگر کسی نے بد دیانتی سے مال حاصل کیا اور پھر اسے خیرات میں دے دیا، تو وہ فعل رد اور گناہ شمار ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف حلال کو قبول کرتا ہے۔ اس کی تائید صحیح مسلم نمبر 2342 کی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ درحقیقت اس مال سے جو بھی عمل کیا جائے گا اس میں برکت کی کمی ہوگی اور اسے گناہ سمجھا جائے گا کیونکہ یہ ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا تھا۔

تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں، چاہے وہ عام گفتگو میں ہو یا عدالت میں گواہی دیتے وقت۔ جھوٹ کی کوئی بھی شکل گناہ ہے اور جہنم کی طرف لے جا سکتی ہے۔ دھوکہ دہی پر قائم رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ بہت بڑا جھوٹا قرار دے گا۔ یہ واضح ہے کہ قیامت کے دن کسی ایسے شخص کا کیا انجام ہو گا جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا لیل حاصل کیا ہو۔ یہ تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1971 کی ایک حدیث میں ہے۔

بالآخر، جو چیز دوسروں کی ہے اسے غیر قانونی طور پر لینے سے، چاہے قانونی کارروائی ہو یا دیگر طریقوں سے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ایک حقیقی مسلمان اور مومن کے اصولوں کے خلاف ہے۔ ایک سچا مسلمان اور مومن دوسروں اور ان کے سامان کو زبانی یا جسمانی نقصان پہنچانے سے گریز کرتا ہے۔ یہ ہدایت سنن نسائی نمبر 4998 کی ایک حدیث میں نمایاں ہوئی ہے۔ دوسروں اور ان کے مالوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا ضروری ہے جیسا کہ کوئی چاہتا ہے۔

،اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کے جھوٹے ہونے کے امکانات کو کم کرنے کا ذریعہ دیتا ہے۔ باب 5 المائدة
:آیات 107-108

لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ وہ دونوں جھوٹے تھے، تو ان کی جگہ دو اور کھڑے ہوں جو جائز حق رکھنے والوں میں سے سب سے آگے ہوں، اور وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ سچی ہے، اور ہم نے زیادتی نہیں کی۔ یقیناً ہم ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ "اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ وہ اس کے [حقیقی مقصد کے مطابق گواہی دیں، یا کم از کم [وہ ڈرتے ہوں کہ ان کی قسموں کے بعد [دوسری قسمیں اٹھا لی جائیں گی۔ اور اللہ سے ڈرو۔

جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی تعظیم کی اہمیت اور اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کے نتائج دونوں پر زور دیتا ہے۔ یہ دوہرا نقطہ نظر معاشرے میں انصاف اور امن کے فروغ کے لیے ضروری ہے۔ صرف ایک مضبوط قانونی ڈھانچہ ناکافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے بغیر، جیسا کہ افراد قانون کو توڑنے کی ہمت محسوس کر سکتے ہیں اگر وہ محسوس کریں کہ وہ دنیاوی نتائج سے بچ سکتے ہیں۔ مزید برآں، ایک اچھے قانونی نظام سے اس وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جب خدائی احتساب کا خوف نہ ہو۔ اس کے علاوہ، لوگوں کو جرائم کے ارتکاب سے روکنے کے لیے ایک اچھے اور منصفانہ نظام کی ضرورت ہے، خاص طور پر وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ لہذا، انصاف اور امن کو فروغ دینے کے لیے ایک معاشرے کو ایک مضبوط اور غیر جانبدارانہ دونوں طرح کے

قانونی نظام کی ضرورت ہوتی ہے، جو صرف اللہ تعالیٰ ہی فراہم کر سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

باب 5 المائدة، آیت 108

”اور اللہ سے ڈرو اور سنو۔“

اس کے علاوہ، یہ آیت الہی علم کو صحیح طور پر سننے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے تاکہ یہ اطاعت کے جسمانی اعمال کی طرف لے جائے۔ صحیح طور پر سننے میں اسلامی علم سیکھتے وقت توجہ مرکوز کرنا شامل ہے تاکہ معلومات کو سنا اور سمجھا جائے۔ انہیں علم پر غور کرنا چاہیے اور اس کی تعریف کرنی چاہیے کہ یہ ان کے ماضی کے اعمال سے کیسے جڑا ہوا ہے۔ انہیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ مستقبل میں جس علم پر بات کی گئی تھی اس کو کیسے عملی جامہ پہنایا جائے اور اسے خلوص نیت سے اپنی زندگیوں میں لاگو کیا جائے۔ جو شخص یہ اقدامات نہیں کرتا اس نے الہی تعلیمات کو صحیح طور پر نہیں سنا ہے اور اس وجہ سے ان کو اپنی زندگی میں نافذ نہیں کرے گا۔ اسلامی علم کو صحیح طور پر سننے میں ناکامی ایک بڑی وجہ ہے کہ جن مسلمانوں کو اسلامی علم، جیسے لیکچرز تک رسائی حاصل ہے، اپنے طرز عمل یا عمل میں بالکل بھی تبدیلی نہیں لاتے کیونکہ وہ غلط طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ صرف اسلامی علم کو سننا ہی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کافی ہے، چاہے وہ تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔ باب 5 المائدة، آیت 108:

”اور اللہ سے ڈرو اور سنو، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اسلامی تعلیمات کو درست طریقے سے سننے اور اس پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں، کوئی شخص لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی عدم توازن کی حالت میں پائیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس کا نتیجہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بن سکتا ہے، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی مادی آسائش کو حاصل کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پر ایمان لانے کو ایک دنیوی معاملہ سے جوڑ دیا جیسے کہ میراث، یہ واضح کرنے کے لیے کہ اسلام تمام دنیوی اور دینی معاملات کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس اہم اسلامی اصول پر مزید زور دینے کے لیے اگلی آیت ایک دنیوی معاملے پر بحث کرنے کے بعد قیامت کی طرف موڑ دیتی ہے، کیونکہ قیامت کے دن تمام چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، خواہ دنیوی ہو یا مذہبی۔ باب 5 المائدہ، آیت 109

”جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟“

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ جس طرح لوگ انبیاء علیہم السلام سے شفاعت کی امید رکھتے ہیں، اسی طرح قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام بھی لوگوں کے خلاف گواہی دیں گے۔ اس لیے نیک لوگوں کی شفاعت کے سلسلے میں خواہش مندانہ سوچ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس میں سچی امید اختیار کرنی چاہیے۔ خواہش مند سوچ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہنا اور پھر ان کو بچانے کے لیے نیک لوگوں کی شفاعت کی امید رکھنا شامل ہے۔ یہ تمسخرانہ رویہ قیامت کے دن شفاعت سے محروم ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔ درحقیقت، جیسا کہ اس آیت اور دیگر میں تنبیہ کی گئی ہے، جو شخص اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے، اسے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ صالحین، جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ باب 4 النساء، آیت 41

تو کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے؟

اور باب 25 الفرقان آیت 30

"اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

یہ آیت مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ صرف انہوں نے ہی قرآن پاک کو قبول کیا تھا، جب کہ غیر مسلموں نے اسے کبھی بھی قبول نہیں کیا۔ یہ واضح ہے کہ کسی عالم کی ضرورت کے بغیر قیامت کے دن ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کے خلاف آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے۔

شفاعت کی حقیقی امید میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اور پھر صالحین کی شفاعت کی امید کرنا شامل ہے، جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ باب 5 المائدة، آیت 109

جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ "وہ کہیں گے "ہمیں" کچھ علم نہیں۔ بے شک تو ہی غیب کا جاننے والا ہے۔"

یہ خاص تبادلہ انبیاء علیہم السلام کی رحمت کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ وہ لوگوں کے خلاف گواہی دینے کی خواہش نہیں رکھتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کسی کے خلاف ان کی گواہی ان کی لعنت کا باعث بنے گی۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے لیے ان کا ردعمل اس حقیقت کو تقویت دیتا ہے کہ بلند مرتبہ ہونے کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، جن کا درجہ اور علم محدود ہے، خواہ لوگ ان کے درجات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ رتبہ سے بلند تر سمجھتے ہوں۔ لوگوں نے یہ سلوک اپنے آپ کو اور دوسروں کو یہ باور کرانے کے لیے کیا کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے اعمال کے لیے جوابدہ نہیں ہوں گے، جیسا کہ ان کے انبیاء علیہم السلام شفاعت کریں گے اور ان کی حفاظت کریں گے۔ یہ یہودیوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ ہے اور بعض مسلمانوں کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اور جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 110

"جب اللہ کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم، یاد کرو میرا احسان تم پر اور تمہاری ماں پر۔"

یہ ذکر کرتے ہوئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہر مبارک صفت اور معجزہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت اور فضل ہے، ان کی یا ان کی والدہ سے منسوب الوہیت کو ختم کر دیتا ہے، کیونکہ ایک الہی ہستی فطری طور پر اچھی صفات اور طاقت کی حامل ہوتی ہے اور اس لیے انہیں کسی دوسرے کی طرف سے عطا نہیں کیا جاتا۔ باب 5 المائدہ، آیت 110

جب اللہ کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم، یاد کرو میرے اس احسان کو جو تم پر اور تمہاری ماں پر ہو۔
"جب میں نے تمہیں روح پاک سے مدد دی تھی۔"

پاک روح سے مراد فرشتہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جن کا کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حمایت کرنا تھا۔ ایک بار پھر، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف الوہیت کو منسوب کرنے کی نفی کرتا ہے کیونکہ ایک ہستی کو دوسروں کے سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ دوسروں کی حمایت کرتا ہے۔

:باب 5 المائدة، آیت 110

“...اور تم نے لوگوں سے گہوارہ اور پختگی میں بات کی”

ایک بچے کے طور پر بولنے کی صلاحیت واقعی معجزاتی ہے، جبکہ ایک بالغ کے طور پر بولنا بہت عام ہے۔ اس طرح، جب اس سے مراد ایک بالغ آدمی کے طور پر بات کی گئی ہے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ دنیا کے خاتمے سے پہلے مسلمانوں کی رہنمائی اور مخالف مسیح کا مقابلہ کرنے کے لیے زمین پر واپس آئے گا۔ ان کی واپسی کا تذکرہ متعدد احادیث میں ہے، جن میں صحیح مسلم نمبر 7381 میں موجود حدیث بھی شامل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت زندہ اٹھایا گیا جب 7381 ان کے دشمنوں نے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی، اور توقع کی جاتی ہے کہ وہ آخری وقت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کے طور پر واپس آئیں گے۔

:باب 5 المائدة، آیت 110

“اور [یاد کرو] جب میں نے تمہیں کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی تھی۔”

اس آیت میں مذکور کتاب اور حکمت کو تورات اور بائبل کہا گیا ہے۔ کتاب اس قانون کا حوالہ دے سکتی ہے، جو افراد کے لیے ایک رہنما اصول کے طور پر کام کرتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس قانون پر عمل پیرا ہو کر، وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر ایک اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر، اندرونی سکون حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ، اس میں اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے ذمہ واجب الادا حقوق کو پورا کرنا شامل ہے، جو معاشرے میں امن اور انصاف کے پھیلاؤ کا سبب بنیں گے۔ اس لیے یہ قانونی ڈھانچہ معاشرے میں امن اور انصاف کے قیام کو فروغ دیتا ہے۔ حکمت ایک اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ یہ افراد کو ہدایت دیتی ہے کہ کس طرح اپنے علم کو مؤثر طریقے سے بروئے کار لایا جائے، بشمول قانون، اس کی زندگی اور آخرت دونوں میں اپنے اور دوسروں کے فائدے کے لیے۔ ایک منصفانہ اور ہم آہنگ معاشرے کو فروغ دینے کے لیے قانون اور حکمت دونوں ضروری ہیں۔ حکمت کے بغیر، قانون کی غلط تشریح کی جا سکتی ہے، جو افراد کو دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لیے خامیوں کا فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ اس کے برعکس، قانونی ڈھانچے سے عاری حکمت لوگوں کو صحیح اور غلط کے ذاتی عقائد کی بنیاد پر اپنے اخلاقی ضابطے بنانے کی طرف لے جا سکتی ہے۔ علم، تجربہ، دور اندیشی، اور موروثی تعصبات میں محدودیتوں کی وجہ سے، خواہ جان بوجھ کر ہو یا نہ ہو، انسانی ساختہ اخلاقی رہنما خطوط کا حقیقی سکون حاصل کرنے کا امکان نہیں ہے۔ اس طرح، قانون کا فقدان، صرف حکمت بھی اندرونی امن کے حصول اور معاشرے میں انصاف اور ہم آہنگی کے فروغ میں رکاوٹ بنے گی، کیونکہ افراد دوسروں کے حقوق کی تکمیل کے لیے جدوجہد کریں گے۔

بنی اسرائیل نے ایک ذہنیت تیار کی جس نے تورات کے قوانین پر ضرورت سے زیادہ توجہ مرکوز کی جبکہ اس میں موجود حکمت کو نظر انداز کیا۔ اس کی وجہ سے ان کے علماء نے تورات کی تعلیمات کو ذاتی فائدے کے لیے استعمال کیا، جیسے دولت اور طاقت۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بائبل کے ساتھ ان کی رہنمائی کے لیے بھیجا گیا تھا، جس میں حکمت پر زور دیا گیا تھا تاکہ وہ قانون اور حکمت کے درمیان توازن تلاش کریں، بالآخر ان کی برادری میں امن اور انصاف کو فروغ دیں۔

اور جب تم نے مٹی سے میری اجازت سے پرندے کی شکل بنائی تو اس میں پھونک ماری، اور وہ ”میری اجازت سے پرندہ بن گیا، اور تم نے میرے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو شفا بخشی، اور جب تم نے میری اجازت سے مردوں کو نکالا۔“

ہر موقع پر اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ یہ معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیے تھے۔ اگر وہ الہی ہوتا تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیے بغیر اپنے طور پر یہ معجزات انجام دینے کے قابل ہوتا۔

عام طور پر دیکھا جائے تو مسلمانوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کی قدر کرنی چاہیے اور ان کے اسباق کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ سمجھ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے پابند رہنے میں مدد دے گی۔ یہ ضروری ہے کہ ان معجزات کو محض دل لگی کہانیوں کے طور پر نہ دیکھا جائے جو سامعین کو کوئی معنی خیز سبق سکھائے یا دیگر قیمتی اسلامی تعلیمات پر غور و فکر کی ترغیب دیے بغیر انبیاء کرام علیہم السلام کے قابل ستائش خصائص کے طور پر نہ دیکھے، جنہیں تمام مسلمانوں کو قبول کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم کی اسی طرح کی ایک آیت میں اگرچہ متعدد معجزات کا تذکرہ کیا گیا ہے پھر بھی انہیں ایک ہی قرار دیا گیا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 49:

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اندھے اور کوڑھی کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں، اللہ کے حکم سے اور تمہارے

گھر میں جو کچھ تمہارے پاس ہے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ کھاتا ہوں۔ اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک جامع مشاہدہ ضروری ہے۔ جب اس طرح سے رجوع کیا جائے تو یہ معجزات قیامت تک کے لیے ثبوت کے طور پر کام کرتے ہیں۔ پہلا معجزہ، مٹی سے ایک زندہ پرندے کی تخلیق، انسانیت کی تخلیق کی علامت ہے۔ اس کے بعد کے معجزات، نابینا اور کوڑھیوں کو شفا دیتے ہیں، ان بیماریوں اور بڑھاپے کی عکاسی کرتے ہیں جن کا ہر ایک کو زندگی میں سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگلا معجزہ، مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا، قیامت کے دن جی اٹھنے کی علامت ہے۔ آخر میں، لوگوں کے چھپے ہوئے اعمال کو ظاہر کرنے کا معجزہ اس دن اپنے اعمال کا جوابدہ ہونے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ ایک حقیقی مومن قیامت کے دن اپنے احتساب کے بارے میں پختہ یقین رکھتا ہے اور اس کے لیے سرگرمی سے تیاری کرتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 49

”بلاشبہ اس میں تمہارے لیے ایک نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔“

قیامت کے لیے مؤثر طریقے سے تیار ہونے کا مطلب ہے کہ کسی کو عطا کی گئی نعمتوں کو خدائی ہدایت کے مطابق استعمال کرنا۔ لہذا، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قیامت کے دن اپنے احتساب پر پختہ یقین پیدا کریں تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ صحیح معنوں میں تیار ہیں۔ کچھ لوگ اندرونی طور پر اپنی جوابدہی کو تسلیم کر سکتے ہیں، پھر بھی وہ تیاری کے لیے ضروری اقدامات نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ایسے مسلمانوں کو دیکھا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ قیامت کے دن اپنے جوابدہی پر یقین رکھتے ہوئے بھی۔

مزید برآں، قیامت کے دن اپنے احتساب کے بارے میں صحیح ذہنیت کو اپنانا ضروری ہے۔ انہیں خواہش مندانه سوچ سے پرہیز کرنا چاہیے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہنے کی طرف لے جائے اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ اس دن کسی نہ کسی طرح کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ وہ

خواہش مندانه سوچ ہے جو عیسائیوں نے اختیار کی ہے جو یقین رکھتے ہیں کہ آخرت میں ان کے لیے نجات کی ضمانت ہے، خواہ ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ یاد رکھیں، اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے باب 45 اعمال کو برائی کرنے والوں کے ساتھ برابر نہیں کرے گا، خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔
:الجثیہ، آیت 21

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

قیامت کے دن جوابدہی کے لیے صحیح معنوں میں تیاری کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کسی کے زبانی اعلان ایمان کو اطاعت کے اعمال کے ساتھ پیش کیا جائے۔ اس طرح وہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں امن اور کامیابی کی امید رکھ سکتے ہیں۔ جامع ترمذی کی ایک حدیث نمبر 2459، محض خواہش مندانه سوچ اور اللہ تعالیٰ پر حقیقی امید کے درمیان فرق کو واضح کرتی ہے۔ خواہش مندانه سوچ سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ اللہ کی مسلسل نافرمانی کا باعث بن سکتا ہے، اس دنیا سے جانے سے پہلے کسی کے ایمان کو ممکنہ طور پر خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ ایمان ایک ایسے پودے کی مانند ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی سے محروم پودا بڑھ نہیں سکتا اور مرجھا کر مر سکتا ہے اسی طرح ایک شخص کا ایمان جس کی اطاعت کے ساتھ پرورش نہیں ہوتی، جمود کا خطرہ ہے اور بالآخر فنا ہو سکتا ہے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

عام طور پر دیکھا جائے تو قیامت کے دن انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے امکان سے انکار کرنا ایک عجیب دعویٰ ہے جب کہ قیامت کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو دنوں، مہینوں اور سالوں میں پیش آتی ہیں۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ بارش کا استعمال کرتے ہوئے ایک مردہ بنجر زمین کو زندہ کرتا ہے اور مخلوق کو مہیا کرنے کے لیے ایک مردہ بیج کو زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس مردہ بیج کو بھی زندہ کر سکتا ہے جس کا نام انسان ہے، جو زمین میں دفن ہے، اس مردہ بیج کی طرح جو زندہ ہو جاتا ہے۔ موسموں کا بدلنا قیامت کو صاف ظاہر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سردیوں میں درختوں کے پتے مر کر گر جاتے ہیں اور درخت بے جان دکھائی دیتا ہے۔ لیکن دوسرے موسموں

میں، پتے ایک بار پھر اگتے ہیں اور درخت زندگی سے بھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تمام مخلوقات کی نیند کے جاگنے کا چکر قیامت کی ایک اور مثال ہے۔ نیند موت کی بہن ہے جیسے سونے والے کے حواس کٹ جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی شخص کی روح ان کو واپس کر دیتا ہے اگر وہ اس پر زندہ رہنا مقصود ہو تو سوئے ہوئے شخص کو ایک بار پھر زندگی بخشتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحوں ان کی "نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحوں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیوں ہیں۔

مزید یہ کہ قیامت ایک ناگزیر واقعہ ہے۔ کائنات کا مشاہدہ کرنے سے توازن کی متعدد مثالیں سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر، زمین سورج سے ایک مثالی فاصلے پر واقع ہے؛ اگر یہ تھوڑا سا بھی قریب یا دور ہوتا تو زمین ناقابل رہائش ہوتی۔ اسی طرح، پانی کا چکر کامل ہم آہنگی کے ساتھ چلتا ہے، جس میں سمندر سے پانی بخارات بنتا ہے، فضا میں گاڑھا ہوتا ہے، اور بارش کے طور پر گرتا ہے، زمین پر زندگی کے جاری رہنے کو یقینی بناتا ہے۔ مٹی کو متوازن بنانے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے، جس سے انکروں کی نازک ٹہنیاں ٹوٹ سکتی ہیں جبکہ بھاری ڈھانچے کو سہارا دینے کے لیے کافی مضبوط ہیں۔ یہ مثالیں نہ صرف ایک خالق کے وجود کو اجاگر کرتی ہیں بلکہ توازن کے اصول کو بھی اجاگر کرتی ہیں۔ تاہم، دنیا میں ایک واضح عدم توازن موجود ہے: انسانی اعمال۔ ایک اکثر ایسے ظالم لوگوں کو دیکھتا ہے جو نتائج سے بچ جاتے ہیں، جب کہ بہت سے لوگ جو جبر اور مشکلات کا شکار ہوتے ہیں ان کی برداشت کا پورا انعام نہیں ملتا۔ بہت سے متقی مسلمانوں کو اس زندگی میں بے شمار چینلجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کو ان کے واجب انعامات کا صرف ایک حصہ ملتا ہے، جب کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، وہ کم سے کم مسائل کے ساتھ دنیاوی، آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں توازن قائم کیا ہے اسی طرح اعمال کی جزا و سزا کا نظام بھی اسی توازن کی عکاسی کرے۔ چونکہ موجودہ دنیا میں ایسا نہیں ہے، اس لیے اس کا احساس کسی اور وقت، خاص طور پر قیامت کے دن ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اس زندگی میں پوری طرح جزا اور سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ تاہم، ایک وجہ جو کہ وہ یہاں پوری طرح سے سزا نہ دینے کا انتخاب کر سکتا ہے وہ ہے لوگوں کو حقیقی طور پر توبہ کرنے اور اپنے اعمال کو بہتر بنانے کے لیے شمار مواقع فراہم کرنا۔ اسی طرح وہ مسلمانوں کو اس دنیا میں مکمل انعامات نہیں دیتا کیونکہ یہ ان کی آخری جنت نہیں ہے۔ مزید برآں، غیب پر ایمان رکھنا، خاص طور پر مکمل انعامات جو مسلمانوں کے لیے آخرت میں منتظر ہیں، ایمان کا ایک اہم حصہ ہے۔ درحقیقت غیب پر یہ یقین ہی ایمان کو حقیقی معنوں میں تقویت بخشتا ہے، کیونکہ صرف اس چیز پر ایمان لانا جس کا احساس کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ اس زندگی میں مکمل انعامات حاصل کرنا، اسی اہمیت کا فقدان ہے۔ آخرت میں مکمل انعامات حاصل کرنے کی امید کے ساتھ مکمل سزا کا خوف لوگوں کو گناہوں سے بچنے اور اچھے اعمال میں مشغول ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔

جزا کا دن شروع ہونے کے لیے، طبعی دنیا کا خاتمہ ضروری ہے۔ یہ ضروری ہے کیونکہ جزا اور سزا صرف اس وقت مقرر کی جا سکتی ہے جب ہر ایک کے اعمال ختم ہو جائیں۔ اس طرح یوم جزا اس وقت تک واقع نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام انسانی اعمال ختم نہ ہو جائیں، یعنی مادی دنیا بالآخر ختم ہو جائے گی۔

اس بحث پر غور کرنے سے قیامت کے دن پر یقین بڑھ سکتا ہے، انہیں ان نعمتوں کو عقلمندی کے ساتھ استعمال کرنے کی ترغیب ملتی ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، جو بالآخر دنیا اور آخرت میں سکون اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 22

کیونکہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ایک مقصد کے لیے پیدا کیا ہے، تاکہ ہر شخص کو اس کے "کیے کا بدلہ دیا جائے، اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکا جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے اور ان ”میں سے کافر کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔“

،اگر چہ اہل کتاب میں سے علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بائبل کو واضح طور پر پہچان لیا، جیسا کہ وہ انبیاء علیہم السلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آسمانی تعلیمات سے واقف تھے، پھر بھی انہوں نے انکار کیا اور آپ کو قتل کرنے کی کوشش بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد یعنی اہل کتاب کو اس رویے سے متنبہ کیا جیسا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ساتھ سلوک: باب 6 الانعام، آیت 20 کرتے تھے، حالانکہ وہ اسلام کی حقانیت کو واضح طور پر پہچانتے تھے۔

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک] جیسا کہ وہ اپنے [اپنے] بیٹوں کو ”...پہچانتے ہیں

اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو ”جانتے ہیں۔“

اور باب 5 المائدہ آیت 59

کہہ دو کہ اے اہل کتاب کیا تم ہم سے ناراض ہو مگر اس کے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ”
”ہم پر نازل ہوا اور جو پہلے نازل ہوا اور تم میں سے اکثر نافرمان ہیں۔

مزید برآں، اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں دونوں نے تسلیم کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو پہلے کی آسمانی نصوص میں تعلیم نہیں دی گئی تھی، جس کی وجہ سے ان کے لیے قرآن
مجید کی ایجاد کرنا ممکن نہیں تھا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر ”
”(یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

اہل کتاب کو مقدس حکمت کے علمبردار کے طور پر دیکھا جاتا تھا، جس نے انہیں معاشرے میں، یہاں
تک کہ بت پرستوں میں بھی ایک منفرد مقام عطا کیا تھا۔ تاہم اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی اس معزز
مقام کو خاصی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

اہل کتاب کو بھی حسد کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائی
حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نازل ہوئے تھے جیسا کہ انہوں
نے کیا تھا۔ ان کے عقائد نسب کی اہمیت سے مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے، جس کے بارے میں ان
کا خیال تھا کہ انہیں دوسروں پر برتری حاصل ہے۔ نتیجتاً، ان کو ایک مختلف نسب سے تعلق رکھنے
والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنا مشکل معلوم ہوا، کیونکہ اس نے ان کی سمجھی ہوئی
برتری کو چیلنج کیا۔

مزید برآں، اہل کتاب کے علماء نے تسلیم کیا کہ اسلام قبول کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ انہیں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ضرورت ہوگی جو انہیں خدائی اصولوں میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ اس بات پر بھی فکر مند تھے کہ اسلام قبول کرنے سے ان کے معاشرے میں قائم کردہ اختیار احترام اور سماجی حیثیت میں کمی آسکتی ہے، جس نے مذہب کو قبول کرنے میں ان کی ہچکچاہٹ کا باعث بنا۔ باب 2 البقرہ، آیت 87

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب [یعنی تورات] دی اور ان کے پیچھے رسول بھی لائے اور ہم نے "عیسیٰ ابن مریم کو روشن دلائل دیے اور روح پاک (یعنی جبرائیل) سے ان کی تائید کی، لیکن کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول آیا، جس چیز کی تمنا تمہارے دلوں نے نہیں کی تھی تم مجھ میں سے ہو گئے؟ اور ایک اور پارٹی کو تم نے مار ڈالا۔

مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کرنا چاہیے اور یہ چننا چاہیے کہ کون سی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اور کن کو اپنی خواہشات کے مطابق نظر انداز کرنا ہے۔ جو اس طرح کا، باب 25 الفرقان برتاؤ کرتا ہے وہ صرف اپنی عبادت کر رہا ہے خواہ وہ اس کے علاوہ دعویٰ کرے۔ آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں، خواہ وہ اپنی زندگی کے بعض پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے۔ نتیجتاً، وہ ذہنی اور جسمانی توازن کے ساتھ جدوجہد کریں گے، اپنے رشتوں اور ذمہ داریوں کو نبھانا مشکل ہو جائے گا اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ لہذا

یہ طرز عمل اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنے گا، خواہ وہ کسی بھی مادی دولت سے لطف اندوز ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی حیثیت پر بحث کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگوں نے آپ کو صحیح طور پر قبول کیا اور ان کی پیروی کی۔ باب 5 المائدہ، آیت 111:

،اور (یاد کرو) جب میں نے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ پر ایمان لاؤ” تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، لہذا تم گواہ رہو کہ ہم (اللہ کے فرمانبردار) ہیں۔

یہ ان عیسائیوں پر تنقید تھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں کے نقش قدم پر چلنے کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ وہ ان کے راستے سے بہت دور تھے۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے ایسا ہی رویہ اختیار کیا ہوا ہے جس کے تحت وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، حالانکہ وہ ان کے راستے سے دور ہیں، کیونکہ وہ عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتے ہیں، جیسا کہ انہوں نے اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے کیا تھا۔ اس کے بجائے بہت سے اسلامی مبلغین کی عادت ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بہت زیادہ احترام اور محبت کرتے ہیں، جو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھا، اور اسلام کی نظر میں ان کے اونچے درجات تھے، کیونکہ یہ چیزیں ان کے سامعین کو محظوظ کرتی ہیں، جب کہ وہ جان بوجھ کر ان کی اچھی خصوصیات، قربانیوں اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے جدوجہد کرنے سے گریز کرتے ہیں، جیسا کہ وہ اپنے سننے والوں کو برا محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح اس رویہ سے بچنا چاہیے اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام پر حقیقی عقیدہ اختیار کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں نے کیا تھا۔ باب 5 المائدہ، آیت 111:

اور) یاد کرو (جب میں نے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ پر ایمان لاؤ" تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، لہذا تم گواہ رہو کہ ہم) اللہ کے فرمانبردار (ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے بولے ہوئے عقیدے کو عمل سے سہارا دینا۔ ایک سچا مومن اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کرتا ہے اور اس کے بندے کے طور پر ان کے کردار کو خوشی سے قبول کرتا ہے۔ ایسا بندہ ذاتی تسکین کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی دوسروں سے اس کی ضروریات پوری کرنے کی توقع رکھتا ہے۔ اس کے بجائے، وہ اپنے مالک کی رضا اور فرمانبرداری کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں، بشمول پیروی کے رجحانات، سوشل میڈیا، یا دوسروں کی خواہشات۔ ان کا مقصد صرف اپنے مالک کو راضی کرنا ہے۔ مزید برآں، ایک سچا بندہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ان کی ہر چیز، حتیٰ کہ ان کی اپنی جان، ان کے خالق، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔ چنانچہ وہ اپنے پاس موجود تمام چیزوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنے کے لیے بے تاب ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے رہنمائی ملتی ہے۔ ایک متقی بندہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے حقیقی سکون حاصل نہیں کیا جا سکتا، جو وجود کے تمام پہلوؤں پر حکومت کرتا ہے، بشمول لوگوں کے دلوں، ذہنی سکون کا گھر۔ اس لیے وہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے پوری تندی سے اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں سکون حاصل کرنے کا راستہ ہے، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر درست طریقے سے رکھ کر قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب : النحل، آیت 16 97 تیاری کرتے ہیں۔ باب

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

،جتنا کوئی اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان اتنا ہی گہرا ہوتا جاتا ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے اعمال کے ذمہ دار ہوں گے۔ یہ آگاہی انہیں متحرک طور پر اس کی تیاری کے ذریعے اپنے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے کی

ترغیب دیتی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو جو نعمتیں ملی ہیں ان کو اسلامی اصولوں کے مطابق ان طریقوں سے استعمال کریں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔ باب 2 البقرہ، آیت 177

"...لیکن [حقیقی] نیکی [اس میں] ہے جو اللہ پر، یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے"

لہذا، جو شخص اللہ تعالیٰ، برتر، اور یوم آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس عقیدے کی عکاسی کرنے والے اعمال کی پیروی نہیں کرتا اسے اپنے ایمان پر غور کرنے کے لیے ایک لمحہ نکالنا چاہیے، کیونکہ ان کے اچھے اعمال کی عدم موجودگی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ان کے ایمان کی کمزوری کی نشاندہی کرتی ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ اور اس کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کے ساتھ ساتھ کائنات میں اس کی تخلیق کی نشانیوں کو پہچان کر، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں روشنی ڈالی گئی ہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان کو گہرا اور مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی کائنات کے متعدد ہم آہنگ نظاموں کو دیکھتا ہے — جیسے سورج کا زمین سے مثالی فاصلہ پانی کا چکر، اور سمندر کی کثافت جو جہازوں اور سمندری زندگی دونوں کو سہارا دیتی ہے — وہ ایک خالق کے کام کو دیکھ سکتا ہے۔ ایسا پیچیدہ توازن محض بے ترتیب واقعات سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں، اگر بہت سے دیوتا ہوتے تو اس کے نتیجے میں انتشار پیدا ہوتا، کیونکہ ہر دیوتا کی کائنات کے لیے متضاد خواہشات ہوں گی۔ یہ واضح طور پر ایسا نہیں ہے، جو ایک خدا، اللہ، بلند کے وجود: باب 21 الانبیاء، آیت 22 کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

“اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔”

:باب 5 المائدة، آیت 111

،اور (جب میں نے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ پر ایمان لاؤ” تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، لہذا تم گواہ رہو کہ ہم) اللہ کے فرمانبردار (ہیں۔

انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے طرز زندگی، طرز عمل اور تعلیمات کو فعال طور پر اپنانا جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثالی طرز عمل ان کے حسن اخلاق کو سمیٹتا اور بڑھاتا ہے۔ لہذا اس کی زندگی، تعلیمات اور نیک کردار کا سنجیدگی سے مطالعہ اور مجسمہ سازی کرتے ہوئے اس پر ایمان کے زبانی اثبات کی حمایت ضروری ہے۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت” کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

:اور باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور” تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

:اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور احترام کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی تعلیمات اور نمونہ پر عمل نہ کرنا اس دعوے سے مطابقت نہیں رکھتا۔ جس طرح بہت سے لوگ قیامت کے دن اس کی شفاعت چاہتے ہیں، انہیں اس امکان کو بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اگر وہ اس کی روایات اور قرآن پاک کی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں تو وہ ان کے خلاف گواہی دے سکتا ہے۔ باب 25 الفرقان، آیت 30

”اور رسول نے کہا ہے کہ اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔“

یہ آیت مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ صرف انہوں نے ہی قرآن پاک کو قبول کیا تھا، جب کہ غیر مسلموں نے اسے شروع سے قبول نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ علمی بصیرت سے محروم لوگوں کے لیے بھی قیامت کے دن ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کے خلاف آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے۔

قیامت کے دن اس کی گواہی کا سامنا کرنے کے بجائے اس کی شفاعت حاصل کرنے کے لیے قرآن پاک کی تعلیمات اور اس کی روایات کو اپنانا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ طریقہ ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو اس انداز میں استعمال کرنے میں مدد کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور آخرکار اس زندگی اور آخرت میں ذہنی سکون حاصل کرے۔

آخر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محض محبت اور احترام کا اظہار، آپ کے کردار و عمل کو مجسم کیے بغیر اسلام میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ پچھلی قوموں نے بھی اپنے انبیاء علیہم السلام سے اپنی محبت کا اقرار کیا لیکن ان کی ان تعلیمات پر عمل نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آخرت میں ان کے ساتھ متحد نہیں ہوں گے۔ لہذا جو کوئی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ متحد ہونا چاہتا ہے اسے آخرت میں آپ کی تعلیمات اور سیرت پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں کے صحیح عقیدہ کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ قرآن پاک میں پائی جانے والی نشانیوں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات اور کائنات کے اندر ایمان کا یقین حاصل کرنے کی بجائے عارضی مظاہر سے تلاش کریں۔ جیسا کہ آیت 112 میں تنبیہ کی گئی ہے، اس طرز عمل سے ایک ایسا رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ سے ان کی اور ان کی خواہشات کی خدمت کی توقع رکھتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ اس کی بندگی کو قبول کریں اور جیسا کہ اس نے حکم دیا ہے۔ باب 5 المائدة: آیات 112-113:

[اور یاد کرو] جب حواریوں نے کہا: "اے عیسیٰ ابن مریم، کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے دسترخوان اتار سکتا ہے؟" حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو تسلی دیں اور جان لیں کہ آپ ہمارے ساتھ سچے ہیں اور اس کے گواہوں میں شامل ہو جائیں۔

مطالبہ کرنے والا رویہ اختیار کرنے والا دنیاوی چیزوں کے بدلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے گا۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے خزانے کو ایک دکان کی طرح سمجھیں گے جس میں وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ عبادات کے بدلے دنیاوی چیزیں مانگتے ہیں۔

اگرچہ اس معجزے کی درخواست کرنے والے حواریوں نے اس کے ذریعے یقین کا یقین حاصل کرنا چاہا، لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، یقین کے حصول کا صحیح طریقہ کائنات کے اندر موجود الہامی تعلیمات اور نشانیوں کے ذریعے ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں، جن میں سے کچھ: پر پہلے تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیات 50-51

لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں اتاری جاتیں؟ "کہ دو کہ" نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور میں تو صرف ایک واضح ڈرانے والا ہوں، اور کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر وہ کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے، یقیناً اس میں ایمان والوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے۔

عام طور پر، مضبوط ایمان کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ افراد کو ہر حال میں، خواہ خوشحالی یا مشکل وقت میں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے وقف رہنے کے قابل بناتا ہے۔ اس پختہ ایمان کی پرورش قرآن پاک میں دی گئی واضح رہنمائی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطالعہ اور عمل سے ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون کو فروغ دیتی ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کے حامل ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے بھٹکنا آسان ہو جاتا ہے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات اس کی ہدایات سے متصادم ہوں۔ وہ اکثر اس بات کو تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کا نتیجہ حقیقی امن کا باعث بن سکتا ہے۔ لہذا، یہ ضروری ہے کہ اسلامی علم حاصل کر کے اور اس پر عمل کرتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کیا جائے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنایا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی اصولوں نے بیان کیا ہے، جس کا نتیجہ بالآخر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت اور زندگی کے تمام پہلوؤں کی مناسب ترجیح کی صورت میں نکلتا ہے۔

مزید یہ کہ، کسی کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا، وہ زندگی میں درپیش چیلنجوں کے پیچھے کی حکمت کو اتنا ہی بہتر سمجھیں گے۔ مثال کے طور پر، مضبوط ایمان رکھنے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ صبر کے ساتھ مشکلات کو برداشت کرنا اس کے چھوٹے گناہوں کو مٹا سکتا ہے۔ یہ تصور امام بخاری کی ادب المفرد نمبر 492 کی ایک حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن ان گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہونے سے زیادہ مصائب کا مقابلہ کر کے صغیرہ گناہوں کو معاف کر دینا زیادہ مفید ہے۔ مزید برآں، پختہ ایمان ایک مسلمان کو سکھاتا ہے کہ زندگی کے امتحان کا ایک حصہ یہ ہے کہ ان کی مشکلات کے پیچھے تمام اسباب انبیاء علیہم السلام کو دیے گئے الہی علم کے ذریعے ظاہر نہیں ہوں گے۔

چونکہ معجزہ کی درخواست کرنے والے حواریوں کی نیت خراب نہیں تھی، اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معجزہ کی درخواست کرنے کا فیصلہ کیا، تاکہ آپ کے شاگرد اور آنے والے پیروکار اس کے ذریعے ایمان کا یقین حاصل کر سکیں۔ باب 5 المائدة، آیت 114

ابن مریم نے کہا اے اللہ ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان اتار دے جو ہمارے لیے عیسیٰ عید ہو اور ہم میں سے سب سے آخری اور تیری طرف سے نشانی ہو۔ اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر اپنی لازوال روایت بیان کی۔ جب بھی کسی قوم نے کسی خاص معجزے کی درخواست کی لیکن عطا ہونے کے بعد اس سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ باب 17 الاسراء، آیت 59

اور ہمیں نشانیاں بھیجنے سے کسی چیز نے نہیں روکا سوائے اس کے کہ پہلی قوموں نے ان کو ”جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی دی تھی جو ظاہری نشانی کے طور پر دی تھی لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں صرف تنبیہ کے لیے نہیں بھیجتے۔“

باب 5 المائدہ، آیت 115 اور

تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اسے تم پر نازل کروں گا لیکن جو تم میں سے اس کے بعد کفر کرے گا تو اللہ میں اسے ایسا عذاب دوں گا جو میں نے دنیا والوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔

چونکہ ماضی کے معجزات عارضی نوعیت کے ہوتے ہیں، جیسا کہ وہ اس وقت کے لوگوں کو دکھائے گئے اور آنے والی نسلوں کے لیے کہانیاں بن گئے، اس لیے مسلمانوں کو کائنات کے اندر موجود لازوال نشانیوں اور قرآن کریم کی لازوال تعلیمات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے یقین کا یقین حاصل کرنا چاہیے۔ ایمان کا یہ یقین اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتا ہے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ انہیں ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور اپنی زندگی کے ہر پہلو کو مؤثر طریقے سے ترجیح دینے میں مدد فراہم کرے گا۔ مزید برآں، جیسا کہ اگلی آیت سے اشارہ کیا گیا ہے، جو یوم جزا کی طرف پلٹتی ہے، یقین کا یقین اختیار کرنے والے عملاً قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار ہوں گے۔ باب 5 المائدہ، آیت 116

اور اس دن سے بچو جب اللہ کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے ”سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ میرے بس میں نہیں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے اندر کیا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ آپ کے اندر کیا ہے۔ بے شک تو ہی غیب کا جاننے والا ہے۔“

یہ آیت ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہونے کی نفی کرتی ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا آپ کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا الہی ہوتیں تو ظاہر اور پوشیدہ چیزوں کا علم رکھتے۔

اس کے بجائے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام واضح طور پر اپنے مشن کو اللہ کا رسول بتا کر عیسائیوں کے خلاف گواہی دیں گے۔ باب 5 المائدہ، آیت 117

میں نے ان سے نہیں کہا سوائے اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو جو ”میرا اور تمہارا رب ہے۔“

،ایک الہی ہستی کا کوئی رب نہیں ہے اور وہ درحقیقت دوسروں پر رب ہے۔ یہ حقیقت کہ اللہ عزوجل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رب ہے، ایک بار پھر ان کی طرف منسوب ہونے کی نفی کرتا ہے۔

عام طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل، اس کی سچی اطاعت کرنا شامل ہے۔ اس اطاعت میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ انہیں دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کرنے کے قابل بنائے گا، ان کی مدد کرے گا کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو ترجیح دیں اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار رہیں۔ نتیجتاً یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا دائرہ عملی عبادات جیسا کہ فرض نمازوں سے بڑھ کر ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ جو مسلمان اس کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں وہ مختلف عبادات کو پورا کرنے کے باوجود ذہنی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، کیونکہ وہ ان تمام نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔

باب 5 المائدة، آیت 117

اور جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان کا گواہ رہا۔“

یہ حقیقت کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف اپنی قوم کے گواہ تھے جب تک کہ وہ ان کے ساتھ رہے، ان سے منسوب الوہیت کی مزید نفی کرتا ہے، کیونکہ ایک ہستی ہر وقت مخلوق کو دیکھ سکتی ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 117

"لیکن جب آپ نے مجھے اٹھایا تو آپ ان پر نگران تھے، اور آپ، ہر چیز کے گواہ ہیں۔۔۔"

اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر معراج کے ذریعے اور ان کی وفات کے وقت اٹھا لیا جو قیامت کے قریب ان کی زمین پر واپسی کے بعد ہو گا۔ اگر وہ الہی ہوتا تو اس کا اپنی حرکات پر مکمل کنٹرول ہوتا اور نہ ہی وہ دوسرے انسانوں کی طرح مرتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان عیسائیوں کی خواہش مندانہ سوچ کی نفی کرتا ہے جو جھوٹا یقین رکھتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن نجات کی ضمانت ہیں، خواہ ان کے اعمال کچھ بھی ہوں، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں بچائیں گے۔ باب 5 المائدة، آیت 118

اگر تو ان کو سزا دے تو یقیناً وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ نیک لوگوں کی شفاعت کے بارے میں خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کیا جائے اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حقیقی امید پیدا کی جائے۔ خواہش مند سوچ اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی کا باعث بنتی ہے، جبکہ یہ توقع رکھتے ہوئے کہ صالحین کی شفاعت ان کے بجائے گی۔ اس قسم کا رویہ مذاق کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے اور اس کے نتیجے میں قیامت کے دن شفاعت سے انکار کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت اور دیگر میں واضح کیا گیا ہے کہ جو لوگ اس طرح عمل کرتے ہیں ان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ صالحین بھی اس دن ان کے خلاف گواہی دے سکتے ہیں۔
باب 4 النساء، آیت 41

تو کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے؟

اور باب 25 الفرقان آیت 30

"اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

یہ آیت مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ وہ قرآن پاک کے واحد پیروکار ہیں جیسا کہ غیر مسلموں نے اسے کبھی قبول نہیں کیا۔ علمی چہان بین کے بغیر بھی ظاہر ہے کہ قیامت کے دن اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کے خلاف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہی دیں گے۔

شفاعت کی سچی امید کا مطلب ہے حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنا، جیسے کہ روز قیامت صالحین کی شفاعت، جیسے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

باب 5 المائدہ، آیات 116-118

اور اس دن سے بچو جب اللہ کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے ”سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ میرے بس میں نہیں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے اندر کیا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ آپ کے اندر کیا ہے۔ بے شک تو ہی غیب کا جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اور جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ رہا۔ لیکن جب آپ نے مجھے اٹھایا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ ہر چیز کے گواہ ہیں۔ اگر تو انہیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ لیکن اگر تو ان کو ”معاف کر دے تو یقیناً تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔“

عام طور پر دیکھا جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط فہمیوں کے پھیلاؤ کو ان کی معجزانہ ولادت، ان کے عجائبات، اور ان کے زندہ ہوتے ہوئے آسمان پر چڑھنے سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ قرآن پاک اس کی معجزانہ پیدائش کی تصدیق کرتا ہے اور واضح طور پر اس کی پیدائش کو بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت کی گواہی دیتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 47

اس نے کہا :اے میرے رب، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی آدمی نے چھوا تک نہیں؟ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے وجود میں لایا، جس طرح اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر باپ اور ماں کے پیدا کیا۔ اس حقیقت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ الوہیت کے مالک ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 59

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے ”کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا۔“

یہ بات کافی حیران کن ہے کہ مسیحی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ تاہم، وہ اس عقیدہ کو حضرت آدم علیہ السلام تک نہیں پھیلاتے، جو بھی بغیر باپ یا ماں کے پیدا ہوئے تھے۔ منطقی طور پر یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہلانے کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مضبوط دعویٰ ہے لیکن یہ ان کا عقیدہ نہیں ہے۔ یہ دیکھنا دلچسپ ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے معاملے میں کس طرح منطق اور عقل کا اطلاق کرتے ہیں، لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات آتی ہے تو اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔

قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی تصدیق کرتا ہے لیکن اس بات پر زور دیتا ہے کہ یہ عجائب اللہ تعالیٰ کی مرضی، اجازت اور حکم سے انجام پائے۔ اگر وہ الہی ہوتا تو اسے اللہ تعالیٰ کی مرضی یا اجازت کی ضرورت نہ ہوتی۔ باب 3 علی عمران، آیت 49

اور بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنو [جو کہے گا] کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے "نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے بناتا ہوں [جو کہ پرندے کی طرح ہے، پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے جنم دیتا ہوں] مردوں کو زندہ کرنا - اللہ کے حکم سے اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو۔

مزید برآں، عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح معجزات دکھائے۔ تاہم یہ بات دلچسپ ہے کہ وہ اپنے معجزاتی کاموں کے باوجود ان دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف الوہیت کو منسوب نہیں کرتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمانوں پر تشریف لے جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہے جس نے ان کی اس شاندار سفر میں رہنمائی فرمائی۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام الوہیت کے مالک ہوتے تو وہ اپنی فطری قوت سے اس سفر پر روانہ ہوتے۔ باب 3 علی عمران، آیت 55

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ، بیشک میں تمہیں لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور ”تمہیں کافروں سے پاک کروں گا۔“

قرآن پاک عیسائیوں کو آگاہ کرتا ہے کہ ان کے عقیدے کے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب نہیں دیا گیا تھا۔ اس کے بجائے صلیب پر نظر آنے والا شخص اس سے مشابہت رکھتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر پہنچا دیا تھا۔ باب 4 النساء: آیات 156-158

اور ان کے کفر اور مریم پر بہتان تراشی کی وجہ سے، اور ان کے یہ کہنے کے لیے کہ "بے شک" ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے۔ "اور انہوں نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ اس کو ان کے مشابہ بنایا گیا تھا، بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا۔

عیسائیوں کا یہ غلط عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا تھا، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو قتل کر دیا گیا تھا، کافی عجیب ہے کیونکہ ایک حقیقی الہی ہستی موت سے بالاتر ہے۔ اگر کوئی چیز مر سکتی ہے تو اسے خدائی نہیں سمجھا جا سکتا۔ لہذا، اس کی مصلوبیت پر ان کا غلط عقیدہ فطری طور پر اس کی الوہیت کے بارے میں ان کے ناقص نظریہ سے متصادم ہے۔

ایک الہی ہستی، اپنی فطرت کے لحاظ سے، خود کو برقرار رکھنے والی ہے، یعنی وہ اپنے وجود کے لیے دوسروں پر انحصار نہیں کرتی ہے۔ اگر کوئی ہستی رزق کے لیے دوسرے پر منحصر ہو تو اسے الہی نہیں سمجھا جا سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام دونوں خدائی مخلوق نہیں تھے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غذا کی ضرورت تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود کفیل نہیں تھے۔ باب 5 المائدہ، آیت 75

مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، اور اس کی "ماں حق کی حمایتی تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم ان کے لیے کیسے نشانیاں بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو کہ وہ کس طرح دھوکے میں پڑتے ہیں۔

مزید یہ کہ یہ دعویٰ کرنا غلط ہے کہ فرشتوں کو محض اس لیے الہی سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ کھانا نہیں کھاتے۔ درحقیقت، ان کی تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہوتی ہے، حالانکہ انوکھے انداز میں، یعنی وہ خود کفیل نہیں ہیں۔ محض یہ حقیقت کہ وہ تخلیق کیے گئے تھے اور موت کا سامنا کریں گے بالکل دوسرے تمام مخلوقات کی طرح، الوہیت کے کسی تصور کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

ایک حیاتیاتی بچہ ہمیشہ اپنے والدین سے کچھ خاص خصلتوں کا وارث ہوتا ہے۔ تاہم، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بات آتی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت الہی نہیں رکھتے۔ بلکہ اس کی تمام خصلتیں انسانیت کے لیے مشترک ہیں۔ وہ پیدا ہوا، خوراک اور پانی سے پرورش پایا، اور ہر دوسرے انسان کی طرح موت اور قیامت کا تجربہ کرے گا۔ یہ خصلتیں واضح طور پر ظاہر کرتی ہیں کہ وہ الہی نہیں ہے۔

عیسائیت قبول کرنے والے رومیوں نے اپنی سابقہ کافر روایات سے اخذ کرتے ہوئے، اپنے عقائد میں الہی کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تصور کو شامل کیا۔ انہوں نے اس قابل احترام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا اور اسے زیوس، ہرکولیس اور اوڈن جیسے افسانوں اور افسانوں سے جوڑ دیا۔ یہ سمجھنے کے لیے صرف تھوڑی سی عقل درکار ہوتی ہے کہ ایک وجود جو تخلیق کیا گیا ہو، دوسرے کی مدد سے ہو، اور مرنے کے قابل ہو وہ الہی نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ صفات الوہیت کے جوہر سے متصادم ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مضبوط شواہد کے باوجود، بحیثیت رسول اللہ، بہت سے عیسائی آپ کے بارے میں اپنے غلط عقائد پر قائم ہیں۔ یہ حیران کن رویہ اکثر اپنے بزرگوں کی اندھی پیروی کرنے کے رجحان سے ہوتا ہے۔ اس طرح کی تقلید افراد کو علم اور شواہد کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ان عقائد پر سوال اٹھانے سے روکتی ہے جن کے ساتھ وہ پالے گئے تھے۔ یہ اسلام کے اصولوں اور عقل کے خلاف ہے، کیونکہ انسانوں کا مقصد بھیڑ بکریوں کی طرح دوسروں کی پیروی کرنے کے بجائے تنقیدی سوچنا ہے۔ اس لیے اندھی تقلید سے بچنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کے بجائے، افراد کو چاہیے کہ وہ اپنے استدلال کو بروئے کار لاتے ہوئے

علم اور شواہد کو ہر صورت حال میں جانچیں، چاہے وہ دنیاوی معاملات میں ہوں یا مذہبی، اچھی طرح، سے باخبر انتخاب کرنے کے لیے۔ یہاں تک کہ اسلام کے اندر بھی، اندھی تقلید کی مذمت کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو دوسروں کی تقلید کے بجائے فہم کی بنیاد پر اسلامی تعلیمات کو سیکھنے: باب 12 یوسف، آیت 108 سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

ایک اور اہم وجہ عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے عقائد سے چمٹے رہنے کے باوجود، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی کردار کے واضح ثبوت کے باوجود، ان کی دنیاوی خواہشات کی تسکین ہے۔ بہت سی مسیحی تعلیمات ان لوگوں کے لیے اس زندگی اور اگلے دونوں میں نجات کا وعدہ کرتی ہیں جو عیسائیت پر یقین رکھتے ہیں، ان کے اعمال سے قطع نظر۔ یہ عقیدہ نظام انہیں دونوں جہانوں میں نجات کا یقین دلاتے ہوئے اپنے دنیاوی عزائم کو آگے بڑھانے کے قابل بناتا ہے۔ نتیجتاً، وہ اپنے مسیحی عقیدے سے چمٹے رہتے ہیں، کیونکہ اس زندگی میں ان کی بنیادی توجہ ایک اعلیٰ اخلاقی معیار پر قائم رہنے کی بجائے اپنی دنیاوی خواہشات میں شامل ہونا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کے صحیح استعمال کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

:باب 5 المائدہ، آیت 118

اگر تو ان کو سزا دے تو یقیناً وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

عام طور پر، جیسا کہ اللہ تعالیٰ، ہر چیز کا خالق اور رب ہے، وہی اپنے بندوں کو ان قوانین کا فیصلہ کرتا ہے جن پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ ان اصولوں کو توڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینے کا حق رکھتا ہے۔ لیکن اگر وہ ان کے گناہوں کو نظر انداز کرنے اور معاف کرنے کا انتخاب کرتا ہے جیسا کہ انہوں نے سچے دل سے اس کی فرمانبرداری کرنے کی کوشش کی تھی، تو اپنی ابدی حکمت سے، اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن یہ معافی کمزوری کی نشاندہی نہیں کرتی، کیونکہ وہ غالباً غالب نہیں آ سکتا۔

لہذا، جیسا کہ اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حقیقی امید رکھنی چاہیے، تاکہ وہ اس کی بخشش حاصل کریں اور اس کے عذاب سے بچ سکیں۔ باب 5 المائدہ، آیت 119

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جب سچوں کو ان کی سچائی سے فائدہ پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے اور اس کے عذاب سے بچنے کا خلاصہ سچائی کو اپنانا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 1971 کی ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچے ہونے اور باطل سے پرہیز کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ ابتدائی حصہ اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ ایماندار ہونا راستبازی کو فروغ دیتا ہے، جو بالآخر جنت کی طرف لے جاتا ہے۔ جب کوئی مستقل طور پر سچائی کو اپناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک سچا فرد تسلیم کرتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 119

ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ”
“تھا اور وہ اس کے ساتھ تھے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ سچائی کے تین درجے ہیں۔ پہلے درجے میں اپنے ارادوں میں ایماندار ہونا، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا شامل ہے۔ یہ اصول اسلام کی باطنی بنیاد ہے جیسا کہ ہر عمل کی جانچ نیت کی بنیاد پر کی جاتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری، نمبر 1 میں موجود ایک حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔ اخلاص کا صحیح پیمانہ وہ ہے جب کوئی شخص دوسروں سے شکرگزاری کی امید نہ رکھے۔

اگلا مرحلہ وہ ہے جب کوئی شخص سچ بولتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام قسم کی زبانی غلطیوں سے صاف رہنا، نہ کہ صرف جھوٹ۔ کوئی شخص جو زبانی بدتمیزی کی دوسری شکلوں میں ملوث ہوتا ہے اسے صحیح معنوں میں ایماندار نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کو حاصل کرنے کا ایک بہترین طریقہ جامع ترمذی نمبر 2317 کی ایک حدیث پر عمل کرنا ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ کسی شخص کا اسلام صرف ان امور میں ملوث ہونے سے گریز کر کے مکمل ہو سکتا ہے جن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جب ایک مسلمان ان چیزوں کے بارے میں بات کرتا ہے جو اس کا کاروبار نہیں ہیں تو بہت سی زبانی غلطیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس میں فضول گپ شپ سے پرہیز کرنا بھی شامل ہے، کیونکہ اس سے گناہ کی باتیں ہو سکتی ہیں اور قیمتی وقت ضائع ہو سکتا ہے، جس کا انہیں قیامت کے دن پچھتانا پڑے گا۔ ایمانداری کی اس سطح تک پہنچنے کے لیے، کوئی بھی مثبت بات کہہ سکتا ہے یا خاموش رہنے کا انتخاب کر سکتا ہے۔

آخری مرحلہ ایمانداری کے ساتھ کام کرنا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی حقیقی تعمیل سے ہوتا ہے، جس میں اس کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے بچنا، اور تقدیر پر صبر کرنا شامل ہے جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ذاتی خواہشات کے مطابق اسلامی تعلیمات کی منتخب تشریح یا غلط تشریح سے گریز کیا جائے۔ انسان کو اپنے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ ترتیب اور ترجیحات کا احترام کرنا چاہیے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ان کو حاصل ہونے والی ہر نعمت کو ان طریقوں سے استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

بے ایمانی کے اثرات، خاص طور پر جھوٹ بولنا، جیسا کہ اس سے پہلے حدیث میں آیا ہے، شدید ہیں۔ یہ نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے، جس کا نتیجہ آخر کار جہنم کے عذاب میں ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس

راہ پر گامزن رہے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑا جھوٹا قرار پائے گا۔ جیسا کہ سچائی کے، تین درجوں میں بحث کی گئی ہے، نیت میں جھوٹ بولنے کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہونا اور دوسروں کی خاطر اچھے کام کرنا۔ تقریر میں جھوٹ بولنا گناہ کی تمام اقسام کو شامل کرتا ہے۔ اعمال کے ذریعے جھوٹ بولنے میں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنا شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں جس سے اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔ جھوٹ کی ان تمام شکلوں کو مجسم کرنے والا شخص بڑا جھوٹا سمجھا جاتا ہے۔ اگر سچوں کو ان کی سچائی سے فائدہ پہنچے گا تو یہ واضح ہے کہ جھوٹوں کو ان کے جھوٹ کا نقصان ہوگا۔ باب 5 المائدہ، آیت 119

اللہ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جب سچوں کو ان کی سچائی سے فائدہ پہنچے گا، ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی تھا اور وہ اس کے ساتھ تھے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

یہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ حقانیت کا ایک پہلو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہے، اس دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام سے راضی ہونا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تب ہی حاصل ہوگی جب وہ اس سے راضی ہوں۔ اس میں اس کے انتخاب، احکام، احکام اور ممانعتوں سے خوش ہونا شامل ہے۔ اس لیے انسان کو یہ مان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے جو کچھ بھی چنتا ہے وہ سب سے بہتر ہے، چاہے وہ اس کے فیصلوں اور انتخاب کے پیچھے موجود حکمت پر عمل نہ: باب 2 البقرہ، آیت 216 کریں۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لیکن جو لوگ اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کا

مقابلہ کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس طرح کے حالات اس زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں تناؤ اور چیلنجز پیدا کر سکتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی مادی دولت سے لطف اندوز ہوں۔ یہ نتیجہ ناگزیر ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قابو اور قدرت سے نہیں بچ سکتے۔ باب 5 المائدہ، آیت 120

آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر جو کچھ ہے اس کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

آخر کار، چونکہ ہر چیز جو موجود ہے اس کی ملکیت اور حکومت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس لیے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کی ہدایات پر عمل کریں۔ جس طرح کسی کو اپنے ملک کے قوانین پر عمل نہ کرنے کے نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اسی طرح اگر وہ خالق کائنات کے احکامات کو نظر انداز کرے گا تو اسے دنیا اور آخرت میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب کہ ایک شخص کسی ایسی قوم کو چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے جس کے قوانین سے وہ متفق نہیں ہیں وہ کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار سے بچ نہیں سکتے۔ اگرچہ معاشرتی ضابطے بدل سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ الہی قوانین مستقل رہتے ہیں۔ جس طرح ایک گھر کا مالک دوسروں کی رائے سے قطع نظر اپنی جائیداد کے لیے اصول طے کرتا ہے، اسی طرح کائنات اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں ہے، جو انسانی رضامندی کے بغیر اپنے قوانین کا تعین کرتا ہے۔ اس لیے اپنے فائدے کے لیے ان الہی احکام کی پابندی کرنا بہت ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ خوشی سے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرتسلیم خم کر دیتے ہیں اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اس کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے حکمت کے بارے میں بصیرت حاصل کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ کس طرح ذاتی اور معاشرتی دونوں طرح کی بھلائی میں حصہ ڈالتے ہیں، جس سے دنیا اور آخرت میں امن ہو، یا وہ اپنی خواہشات پر عمل کرنے اور اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں، انہیں دونوں جہانوں میں اپنے انتخاب کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض یا شکایت انہیں نتائج سے محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

،اس لیے افراد کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے اسلامی اصولوں کو اپنائیں اور ان پر عمل کریں خواہ یہ اصول ان کے ذاتی رجحانات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کی سفارشات پر دھیان دیتا ہے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ اس طرح کی رہنمائی ان کے بہترین مفاد میں ہے، چاہے اس کے لیے ناخوشگوار علاج اور سخت طرز عمل کی پیروی کی ضرورت ہو۔ جس طرح یہ عاقل مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کر سکتا ہے، اسی طرح اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا بھی ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس وہ منفرد علم ہے جو افراد کو ہم آہنگی کی ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر ترجیح دینے کے لیے ضروری ہے۔ انسانی دماغی اور جسمانی حالات کا ادراک جو معاشرے میں وسیع تحقیق کے باوجود ہے، اس مقصد تک پہنچنے کے لیے کبھی بھی مناسب نہیں ہوگا، کیونکہ یہ ہر مسئلے کو حل نہیں کر سکتا جو انسان کو درپیش ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی دباؤ کو اس کے موروثی تعصبات اور دور اندیشی، علم اور تجربے کی کمی کی وجہ سے روک سکتا ہے۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو اس نے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو عطا کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرنے والوں کا ان لوگوں سے موازنہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کے پیچھے سائنس کو پوری طرح سے نہیں سمجھتے اور اس طرح اپنے ڈاکٹروں پر اندھا بھروسہ کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگیوں پر اس کے مثبت اثرات کو سراہ سکیں۔ وہ اسلامی تعلیمات پر اندھا اعتماد کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس کے بجائے، وہ چاہتا ہے کہ لوگ واضح ثبوت کے ذریعے ان کی صداقت کو پہچانیں۔ تاہم، اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کے لیے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ باب 12

:یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں"

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے روحانی دلوں کا واحد حاکم، ذہنی سکون کا گھر ہے، اس
لیے وہی طے کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون عطا کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ
نعمتوں کو عقلمندی سے استعمال کرتے ہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی
"بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ
وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر درود و سلام ہو۔

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

500+ FREE English Books & Audiobooks / اردو کتب / کتب عربیہ / Buku Melayu / বাংলা বই / Libros En Español / Livres En Français / Libri Italiani / Deutsche Bücher / Livros Portugueses:

<https://shaykhpod.com/books/>

Backup Sites for eBooks: <https://shaykhpodbooks.wordpress.com/books/>
<https://shaykhpodbooks.wixsite.com/books>
<https://shaykhpod.weebly.com>
<https://archive.org/details/@shaykhpod>

YouTube: <https://www.youtube.com/@ShaykhPod/playlists>

AudioBooks, Blogs, Infographics & Podcasts: <https://shaykhpod.com/>

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

روزانہ بلاگز: www.ShaykhPod.com/Blogs
AudioBooks : <https://shaykhpod.com/books/#audio>
تصویریں: <https://shaykhpod.com/pics>
جنرل پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/general-podcasts>
PodWoman: <https://shaykhpod.com/podwoman>
PodKid: <https://shaykhpod.com/podkid>
اردو پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/cast>
Podcasts: Live <https://shaykhpod.com/live>

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں
<http://shaykhpod.com/subscribe>

